

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_226024

UNIVERSAL
LIBRARY

کتاب الطلاق

از کتاب مذهب جنفی

شرح مجمع البحرین

حسب الارشاد و نریل سید محمود

بیرسٹرایٹ لاجعل ظله مدد خدا

الی لا یابا دبا هتما ملحق العباد

خواجہ مصلح الدین احمد

غفرلہ الاعتراف یوم

الشہاد

در مطبع مصلح المطابع واقع در ہلی طبع شد

جولائی ۱۸۶۹ء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کتاب الطلاق

(۱) وهو في اللغة رفع القيد على الاطلاق وفي الشريعة رفع القيد الثابت بالنكاح وهو اسم بمعنى التخليق كالسلام بمعنى التسليم۔

(۱) کسی قسم کی پابندی ہوا سکے دور کر دینے کا نام نیت میں طلاق ہوا اور شریعت میں اس قید کے دور کرنے کا نام طلاق ہے۔ جو نکاح سے لازم ہوتا ہے۔ اور طلاق اسم ہے بمعنی تظلیق کے جیسے سلام بمعنی تسلیم کے۔

(۲) وفي المحيط المستعمل في المرأة لفظ التخليق وفي غيرها لفظ الاطلاق حتى لو قال لامرأته اطلقتك لا تطلق ما لم ينو لو قال طلقك تطلق نوى او لم ينو لان التخليق تفصيل وهو مستعمل في التفسير وفي اطلاق الدابة رفع القيد

(۲) محیط میں مذکور ہے۔ عورت کے چھوڑنے میں تظلیق کا اور اسکے سوا لفظ اطلاق کا بولا جاتا ہے حتیٰ کہ اگر عورت سے کہے میں نے تجھ کو طلاق کر دیا تو جب تک اس نیت طلاق کی نہ کرے طلاق واقع نہ ہوگی اور اگر کہا طلاق تو بہر صورت طلاق واقع ہوگی خواہ طلاق کی نیت کرے یا نہ کرے کیونکہ تظلیق باب تفصیل سے ہے اور وہ کثرت صدور فعل کے لیے آتا ہے اور گدے گھوڑے کو چھوڑنے میں صرف قید کا دور کر دینا ہوتا ہے اور عورت کو چھوڑنے میں رفع قید اور

کتاب الطلاق

از

کتاب مذہب حنفی

شرح صحیح البخاری

مؤلف و مترجم انریسل سید محمود د

بیرسٹرایٹ لاجعل ظلہ مسدودا

الی لا باد باہتمام احقر العباس خواجہ

مصلح الدین احمد غفرلہ

الاحد فی یوم الثنا

۱۹۰۷ء

مطبع مصلح المطابع واقع دہلی میں طبع ہوئے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کتاب الطلاق

۱، وهو في اللغة رفع القيد على
الاطلاق وفي الشريعة رفع
القيد الثابت بالنكاح وهو اسم
لبعث التطلق كالسلام بمعنى
التسليم۔

۱، کسی قسم کی پابندی ہو اسکے دور کر دینے کا نام لغت میں طلاق ہے اور بشریعت میں اس قید کے دور کرنے کا نام طلاق ہے جو نکاح سے لازم ہوتی ہے اور طلاق اسم ہے بمعنی تطلق کے جیسے سلام بمعنی تسلیم کے۔

۲، وفي المحيط المستعمل في
المرأة لفظ التطلق وفي غيرها
لفظ الاطلاق حتى لو قال
لامرأته اطلقتك لا تطلق
ما لم ينو لو قال طلقتك
تطلق لوى او لم ينو لان التطلق
تفعيل وهو مستعمل في التثنية
وفي اطلاق الدابة رفع القيد

۲، محیط میں مذکور ہے عورت کے چھوڑنے میں تطلق کا اور اسکے سوا لفظ الطلاق کا بولا جاتا ہے جسے کہ اگر عورت سے کہے میں نے تجھ کو مطلق کر دیا تو جب تک اس سے نیت طلاق کی نہ کرے طلاق واقع نہ ہوگی اور اگر کہا طلقک تو بہر صورت طلاق واقع ہوگی نہ وہ طلاق کی نیت کرے یا نہ کرے کیونکہ تطلق باب تفعیل سے ہے اور وہ کثرہ صعدہ فعل کے لیے آتا ہے اور گدہ کی کوڑے کو چھوڑنے میں صرف قید کا دور کر دینا ہوتا ہے اور عورت کو چھوڑنے میں رفع قید

اور ازالہ ملک اور ازالہ حلیت اتنی باتیں پائے جاتی ہیں۔

۳۴، جاننا چاہیے کہ طلاق کی دو قسمیں ہیں سنی اور بدعی اور ہر ایک کی دو قسمیں ہیں ایک قسم کا مدار عد پر ہے اور ایک قسم کا وقت پر اب طلاق سنی کے باعتبار عدد اور وقت کے دو قسمیں ہیں حسن اور احسن۔

+ + + +

۴۱، اگر اوس ٹہر کے اندر مسین عورت سے اوس نے صحبت نہیں کی ہو ایک طلاق دے یا وہ حاملہ ہے اور حمل ظاہر ہو گیا ہو اوس حالت میں طلاق دی اور اوس سے علم نہ ہو گیا تھے کہ اوس کے مدت گذر گئی تو یہ طلاق طلاق احسن اوس سے وقوع میں آئے گی کیونکہ مروی ہے کہ صحابہ اس طلاق کو پسند کیا کرتے تھے اس لیے کہ یہ بعد از نہامت ہو اور عورت کو بھی اس میں نقصان کم ہو اس لیے کہ عدت کے طویل ہونے سے اوس کو عدت پورا کرنے میں دقت ہوگی اور عورتوں کے حق میں یہ ایک بڑی گنجائی ہے

۵۵، بعض تو کہتے ہیں کہ اگر عورت نے طلاق دینی چاہیے تاکہ طویل عدت سے اوس کو تکلیف نہ ہو اور بعض کہتے ہیں جن سے پاک ہوتی ہے طلاق دینی چاہیے تاکہ جماع کے بعد طلاق دینے سے بدعت میں مبتلا نہ ہو جائے اور یہ قول زیادہ تر ظاہر ہے۔

۶۱، اگر ایک ہی دفعہ میں دو طلاقین یا تین طلاق دین یا کئی مرتبہ میں مگر ایک ہی طہر میں بدون اسباب کے کہ بیچ میں

تقطعی و فی اطلاق المرأة الرفع و ازالہ الملك والحل۔

۳۴، اعلم ان الطلاق نوعان سنی و بدعی و کل واحد منهما نوعان نوع یرجع الی العدد و نوع یرجع الی الوقت اما الطلاق السنی فی العدد و الوقت نوعان حسن و احسن۔

۴۱، اذا وقع طلاق فی طهر لم یجامعها فیہ او کانت حاملا قد استبان حملها و ترکها حتی تنقضي عدتها فقد اتی باحسن الطلاق لما روی ان الصحابة كانوا یستحبونہ لکونه البعد من الندم و اقل ضرر ابا المرأة حیث لم یضیق محلقتها و هو نعمة فی حقهن۔

۵۵، قیل یوقعہ فی آخر الطهر لیلا تتضرر بطلول العدد و قیل یطلقها عقب الطهر کیلا تبطل بالایقاع عقب الوقت و هذا الظہر۔

۶۱، وان وقع ثنتين او ثلثا دفعة او فی طهر واحد او وقعها دفعات فی طهر واحد

من غیران یغفل الرجعة بینهن
وقم الطلاق ذیہ۔

رجوع کیا ہو دو یا تین طلاق دین تو وہ واقع
ہو جائیں گی۔

۷۰، وفيہ احتراز عن قول
الشیعة فان الطلاق البدعی
غیر واقع عندہم۔

۷۰، اس میں شیعہ کے قول سے احتراز ہے کہ وہ ان کے
نزدیک طلاق بدعی واقع نہیں ہوتا۔

* * * *

۸۰، ولجعلہ ای الايقاع المذكور
بدعة نفا علیہ یكون عاصیا
وهذا بدعی من حیث
العدد وقال الشافعی لیس
ببدعة۔

۸۰، یہ طلاق مذکور ہمارے نزدیک عدد کے اعتبار
سے طلاق بدعی ہے اور اس کا مرتکب عاصی ہے
اور امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس قسم
کی طلاق دنیا بدعت نہیں ہے۔

* * * *

۹۰، وانما قیدنا بقولنا من
غیران یغفل لان الرجعة لو تحللت
لا یكون بدعة عند
ابی حنیفة۔

۹۰، یہ قید کہ بیچ میں رجوع نہ کیا ہو
اس لیے لگائی ہے کہ اگر رجوع کر لیا تو
امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک بدعت
نہوگی۔

۱۰۰، لان الحكم المشروع وهو
العدة ترتب علیہ ولو كان
محظور الما ترتب علیہ المشروع
ولنا قوله عم لعمر مرابط
فلیراجعها وقد كان طلقها
حال الحيض ثم ید عوا حتی
تحیض وتطهر ثم یطلقها ثم تحیض
وتطهر ثم یطلقها ان احب امره
عم بتفردین الايقاع ومن اوقع
ثنتین او ثلاثا یكون مغفوتاً
لما موربه فیكون بدعة والشروع

۱۰۰، امام شافعی رحمہ کی دلیل اس کے بدعت نہ ہونے
پر یہ ہے کہ اس قسم کی طلاق پر حکم شرعی ایضاً عدت،
مسترتب ہوتا ہے اور اگر یہ ایک امر ممنوع ہوتا تو حکم
مشروع اس کے اوپر مسترتب ہوتا اور ہماری دلیل یہ ہے
کہ حضرت عمرؓ کے بیٹے نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں
طلاق دیدی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے بیٹے
کو کہ وہ اس سے رجوع کرے پھر اس کو چھوڑ دے جب تک کہ اس کو
حیض آوے اور پاک ہو جاوے پھر اس کو طلاق دے پھر اس کو
حیض آوے اور پاک ہو دے پھر اس کو طلاق دے اگر چاہے
اس مرد میں امن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تفریق طلاق کا حکم
دیا اور جس شخص نے دو یا تین طلاقیں ایک ہی مرتبہ دین تو

ماوریکو کہ اس نے فوت کر دیا پس ایسے یہ بدعت ہوگی اور حکم
مشروع کو امر مظلوم کے ساتھ سنانات نہیں ہوگا۔ پھر میں نے
۱۱، اگر مرد کو تین طلاقیں بتفریق تین طہرون
کے اندر دین تب بھی سنت پر عمل
ہو گیا۔

۱۲، سب ائمہ کے نزدیک طلاق سنت ایک طلاق
دینے پر ختم نہیں ہے مگر امام مالک رحمہ اللہ تین متفرق
طلاقوں کا بھی دنیا بدعت ہے اور سنت صرف یہ ہے کہ
کہ ایک طلاق دے کہ کیونکہ اصل طلاق کی اندر ماخوذ ہوگا صرف
خلاصی حاصل کرنے کے لیے مباح کر دی گئی ہو اور خلاصی ایک
طلاق دینے سے حاصل ہو جاتی ہو اور جاری ذل لیسہ
روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر
سے فرمایا ہے یہ بات سنت ہو کہ طہر کا استقبال
کرے استقبال کرنا اور ہر طہر میں ایک
طلاق دے۔

۱۳، اگر اپنی مدخلہ بیوی سے کہا انت طالق ثلاثا
للسنة یعنی سنت کے لیے تجھے تین طلاق تو دو تین طلاقیں
تین طہر پر تقسیم ہو جائیگی کیونکہ بیان سنت کا وقت مراد
او طلاق سنی کا وقت طہر ہے جو جماع سے خالی ہو ایسے
تین طلاقیں تین طہر پر تقسیم ہو جائیں گی اس طرح اگر کہا
سنت میں یا سنت کے ساتھ اور اگر سنت کے
اوپر کہا تو تقسیم نہ ہوگی

۱۴، مرد کو کسی ایسے قید لگائی ہو کہ اگر غیر مدخلہ
کہا انت طالق ثلاثا للسنة تو تین طلاق نہ ہوں تقسیم

لا ینافی الخطر کا لطلاق حال
الحیض نہ ہوگی۔ ۱۲، ۱۱، ۱۰، ۹، ۸، ۷، ۶، ۵، ۴، ۳، ۲، ۱،
۱۱، فان فرقها ای الطلقات
فی المدخول بها فی ثلثة اطهار
الی بالسنة۔

۱۲، ولم یحصروها ای السنة
فی الواحدۃ وقال مالک تفريق
الطلقات بدعة وانما السنة
ان یطلقها واحدۃ لان الاصل
فی الطلاق الخطر وانما یبرئ الخصاص
وهو حاصل بالواحدۃ ولنا
ما روی انه عم قال لابن عمر
ان من السنة ان تستقبل
الطهر استقبالا وتطلق لكل قدر
واحدۃ۔

۱۳، واذ قال للمدخل بها
انت طالق ثلاثا للسنة فسمعت
على الاطهار لان اللام فی قوله
للسنة للوقت موقت الطلاق
السنی طهر خال عن الجماع
فیقسم ثلث تطلیقات علی ثلاثة
اطهار وکذا الوقال فی السنة او
مع السنة او علی السنة لا یقسم
۱۴، قید بالمدخل بها لانه
لو قال لغیر المدخول بها انت

نو گئی کیونکہ اس کے لیے عدت ہی نہیں ہو سکتی لہذا وہ نکاح و نفیسم ہو گئی پس اگر دوسری دفعہ اس سے نکاح کیا تو دوسری طلاق واقع ہو گئی اور اگر تیسری دفعہ کیا تو تیسری طلاق واقع ہو گئی اور غیر مذکورہ بین میں طلاقین سنت کے موافق اس طرح واقع ہو سکتی ہیں۔

+ + + + +
+ + + + +

(۱۵)، ہمارے نزدیک اگر انت طلاقین ثلثا لیسنتین اوسیوقت میں طلاق کے واقع کرنے کی نیت کرے تو نیت صحیح ہے اور اوسیوقت واقع ہو جائیں گی۔

(۱۶)، امام زفر فرماتے ہیں نیت صحیح ہوگی بلکہ نیت کے موافق اوقات پر اس کے تقسیم ہوگی۔

(۱۷)، یہ اختلاف اس صورت میں ہو کہ تین کا لفظ صراحتہ بیان کر دے جسے کہ اگر اس کی تصریح نہیں کی ہو تو بالاتفاق نیت جمع صحیح ہوگی ایسے کہ جب فی الحال جمع کی نیت کی تو تعمیم وقت جو سنت پر لام داخل کرنے سے مجاہدین آتی تھی باطل ہو گئی اور صرف طلاق کا لفظ رہ گیا اس میں تین کی نیت صحیح نہیں ہو سکتی کیونکہ طلاق فقط ایک صفت ہو مجاہدہ طلاق کے واقع ہونے کا اوس میں احتمال نہیں ہے۔

(۱۸)، اگر کو فقہاء کا قول ہو کہ اگر کوئی شخص عورت سے کہے تیرے اوپر تین طلاقین ہیں اوقات سنت کے اندر اور سب کی اوسیوقت واقع کرنے کا ارادہ کیا ہو تو وہ ارادہ صحیح نہیں ہو پس (دست) کے کہنے سے کیونکہ

طالق ثلثا للسنة لا يقسم الثلث على الاطوار اذ لا عدة لها وانما يقسم على التزوجات فان تزوجها ثانيا يقع طلاقه ثانية وان تزوجها ثالثا يقع طلاقه ثالثة والسعي في غير المدخول بها انما يتصور على هذا الوجه۔

(۱۵)، واعتبر بنية الجمع يعنى لو نوى وقوع الثلث في الحال في قوله انت طالق ثلثا للسنة صححت نيته۔

(۱۶)، وقال زفر لا يعم بل يفرق على اوقات السنة۔

(۱۷)، هذا فيما اذا صرح لفظ ثلثا حتى لو لم ينص عليه لا يعم نية الجمع اتفاقا لانه اذا نوى الجمع في الحال بطل تعميم الوقت المستفاد من اللام في السنة وبقی قوله طالق فلا يعم فيه نية الثلث لانه نعت فرد لا يحتمل وقوع جملة العدد فيه۔

(۱۸)، فان قيل قالوا الوتال انت طالق ثلثا في اوقات السنة ونوى الوقوع جملة لا يعم فكيف صح في قوله للسنة واللام فيه

یہ نیست صحیح ہو جائی ہو مالا نکہ اس میں بھی لام توقیت کے لیے ہو تو اس کا یہ جواب ہو کہ لام مراۃ وقت کے لیے نہیں ہو بلکہ اس میں توقیت کا احتمال ہو اور یہ بھی احتمال ہو کہ تعطیل کے لیے بقرہ نہ ذکر سنت کے وقت پر اس کو معمول کر لیا ہو اور طلاق سنت سے سنت کا ماہر ادھر اور جس صورت میں دفعہ وقوع کرنے کا ارادہ کیا تو اس نے اپنی نیت میں سنت علت گردانا پس وہ بھی صحیح ہے اور جس صورت میں صرف اوقات سنت کہہ یا تو اب دوسرا احتمال نہ رہا بلکہ طلاق طہرانہ کی تفریق ہو گی۔

۱۹۱، امام زفریہ کی یہ دلیل ہو کہ جمع کی نیت کو نابعدت ہو پس سنت کے لفظ سے اس کا امر ادینا نامکن ہو اور ہا کی یہ دلیل ہو کہ تین طلاقوں کا دفعہ واقع ہونا باین معنی بنی ہو کہ سنت سے اس کا واقع ہونا ثابت ہوا ہوا اس لیے کہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ جو شخص اپنی بیوی کو ہزار طلاق دے تو تین طلاق عورت پر پڑیگی اور جدا ہو جائے گی۔ اگرچہ اس قسم سے واقع کرنا سنت کے موافق نہیں ہو اور بلا نیت کیے ہوئے مطلق اس کا کلام دفعہ تین طلاق واقع کرنے کو شامل ہوگا اس لیے کہ طلاق سنت سے سنت کامل مراد ہوگی اور وہ طلاق سنی ہو وقوع میں بھی سنت کے موافق اور واقع کرنے میں بھی۔ پس جب تین کی جمع کرنے کی نیت کی تو نیت معتبر ہو مای کی اس لیے کہ سنت کا الفاظ کو معمول ہو جیسے اگر کہ سیراہر ملوک آزاد ہو تو سکا تب کو بسبب نقصان ملے شامل نہیں ہو مگر جس صورت میں ملوک سے سکا تب کی نیت ملے (۲۰)، عد کے اعتبار سے طلاق سنی نہ خولہ اور غیر خولہ دونوں کو عام ہو لیکن عد کے اعتبار سے دونوں کو طلاق

لوقت قلت اللام لیست بصریحۃ
لوقت بل ہی محتملہ لہ وللعلۃ
وانما حملناھا علی الوقت بقریۃ
ذکر السنۃ والسنۃ المطلقة ہی
کاملۃ فاذا انوی الوقوع جملۃ صار
ناویاً معنی العلۃ فصحت واما
اوقات السنۃ اذا صرحت
لا یحتمل بل یتفرق علی
الاطہار۔

۱۹۰، لہ ان نية الجمع بدعة
فلا یصح نیتہ من لفظ السنۃ ولنا
ان وقوع الثلث جملۃ سنی علی
معنی انہ عرف بالسنۃ لقولہ
عم من طلق امراتہ الفایانت
بثلث وان لم یکن ایقاعہ سنیاً فلا
یتناو لہ مطلق کلامہ بلانیۃ لانہ
منصرف الی الکامل وهو السنۃ
وقوعاً وایقاعاً فاذا انوی الثلث
یعنی برکانہ من محتملات لفظ
السنۃ کما اذا قال کل ملوک لی
حر لا یتناول المکاتب لقصور
فی کونہ ملوک فاذا انوا لا من
الملوک یجوز۔

۲۰، ونعم السنۃ فی العدد المدخول
بہا وغیرہا یعنی الطلاق السنی

من حیث العدد لیستوی فیہ سنی ہو سکتی ہے۔

المدخول بہا وغیرہا۔

۲۱، وفی الغایۃ شرح الہدایۃ

السنة من حیث العدد ان

یطلقا ویترکھا حتی تنقضى

عدتھا سمی الواحد عددًا مجازا

لانہ اصل۔

۲۲، وتختص فی الوقت اطلاق

السنی باعتبار الوقت یقتضی المدخول

بہا بان یطلقھا فی طھر خال عن

الوقت لان الاصل فی الطلاق

الحظر وانما ایمر للحاجة وہی غفۃ

لا بد لہا من امارۃ فاقیم الطھر

الخال عن الجماع مقام الحاجة

لانہ من مان یرغب فیہ الفعل الیہا

وکما تجدد الطھر تجدد الحاجة

فیکون سنیا من حیث الوقت

۲۳، وفی الفوائد التاجۃ

هذا اذالم یجامعھا فی الحيضۃ التي

سبقت هذا الطھر ولم یطلقھا فیہا

ایضا فان کلامتھا یخرج الطھر

الذی عقبہ ان یکون محلا

للطلاق السنی۔

۲۴، واجزئنا طلاق غیر المدخول

بہا فی الحيض من غیر کراہۃ

۲۱، غایۃ شرح ہدایۃ میں مذکور ہر عدد کے اعتبار سے

طلاق سنی یہ ہو کہ اوسکو ایک طلاق دے اور پھر اوس کو

اپنی حالت پر جوڑ دے اوسوقت تک کہ اوسکی عدت

گذر جائے ایک کو اسلئے مجازا عدد کہند یا ہو کہ وہ عدد

کی اصل ہے۔

۲۲، وقت کے اعتبار سے طلاق سنی مدخولہ کو ہے

ہو سکتی ہو باین طور کہ طہر میں اوسکو طلاق دے اور اس

طہر میں محبت نہ کی ہو اسلئے کہ اصل طلاق کے اندر

مانعت ہو مگر ضرورت کے لیے سیاح کر دی گئی ہے

اور وہ ضرورت ایک مخفی چیز ہو ظاہر میں کوئی اوس کی

نشانی نہ ہوئی پایے اسلئے طہر کو جو جماع سے خالی ہو حاجت کے

تمام مقام کر دیا گیا کیونکہ اوسوقت میں مرد کو عورت کی طرف

رغبت ہوتی ہے اور عینا طہر کا قید ہو گا اوشاہی ضرورت کا

تجدد ہو گا پس یہ وقت کے اعتبار سے سنی ہوگی۔

۲۳، فوائد تاجیہ میں مذکور ہے یہ جب ہو کہ فائدہ نے

اوس حیض میں جو اس طہر سے پہلے ہی اوس سے محبت

نہ کی ہو اور اوس حیض میں طلاق بھی نہ ہو اوسلئے

کہ یہ دونوں باتیں اس طہر کی طلاق سنی کا محل

ہونے کی مانع ہو گئی۔

۲۴، ہمارے نزدیک غیر مدخولہ کو حالت حیض میں

طلاق دینا بلا کراہت جائز ہے۔

واشتباه وجه العدة لانه لا يدري
انها حبلت بذلك الوطى فتعد
بوضع الحمل اولم تحبل فتعد
بالاقراء وفيمن لا تحيض لا يتوهم
الحبل فلا يكره.

۳۰۰، وفي الحقائق اذا كان يرجى
منهما الحيض والحمل فلا يفضل
ان يفصل بينهما بشهر اتفاقا
ثم بعد كل شهر اخرى يعنى بعد
ما طلق من لا تحيض واحدة
اذا مضى شهر طلقها اخرى وبعد
شهر اخر طلقها طلقه اخرى
لقيام الشهر مقام الحيض في حقها
خاصة.

۳۱، وجعل طلاقهاى محمد
طلاق الحامل للسنة واحدة
وقال اطلقها السنة ثلاثا يتخلل
كل طلقتين شهر
۳۲، لان مدة حملها طهر واحد
فلا يصلح للتفريق كالطهر المستد
ولهما ان الحامل لا تحيض مدة
حمله فصار ت كالأيسة بخلاف
المستدة طهرها لان الحيض مر جو
فيها في كل ساعة فلم يقم الشهر
في حقها مقام الحيض

اختلف هو تاير اور عدت کے مقرر کرنے میں شبہ پڑ جاتا ہے
کیونکہ معلوم نہیں اوسکو اس صحبت سے حل رہا یا نہیں
اگر حل رہا ہو تو وضع حمل عدت ہو اور اگر حل نہیں رہا ہو
تو حیضوں سے عدت پوری کرے اور جس کو حیض نہیں ہوتا انہیں
حل کا احتمال نہیں ہو پس صحبت کے بعد طلاق کر وہ نہیں ہوئی
۳۰۱، حقائق میں مذکور ہے اگر وہ بھی اور
بوڑھی اس قابل نظر آتی ہوں کہ انکو
حیض آتا ہے تو بالاتفاق طلاق اور صحبت
میں ایک ماہ کا فصل مناسب ہے

* * * *
* * * *
* * * *
* * * *

۳۱، امام محمد رحمہ اللہ نے نزدیک عورت حاملہ کو سنت
کے موافق طلاق یہ ہے کہ ایک طلاق دی جائے مگر
اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اگر اسکو تین طلاقیں دی جائیں
اور دو طلاقوں کے بعد تین ایک ایک مہینہ کا فصل ہونا جائے
۳۲، امام محمد رحمہ اللہ صاحب کی یہ دلیل ہے کہ حاملہ عدت
حل ایک ماہ ہے اور اوس میں تعزیر طلاق کی قابلیت
نہیں ہے چنانچہ غیر حاملہ کا امام صاحب رحمہ اللہ امام ابو یوسف رحمہ
صاحب کی دلیل ہے کہ کفالت حل میں حاملہ کو حیض نہیں آتا
پس اوسکا حال ایسے کا سا ہو بخلاف غیر حاملہ کے ہر کے ایسے
کہہ وقت اوس میں حیض کا احتمال ہو اور اوسکو تین میں ایک مہینہ
کے حیض کے قائم مقام نہیں ہو سکتا۔

(۳۳۳) اگر بیوی سے کہا جب ہی تیرے بچا پیدا ہو جب ہی تجھے طلاق ہو طلاق سنت اور ایک دفعہ میں اس کے تین بچے پیدا ہوئے تو امام محمد رحمہ کے نزدیک پہلے بچے کے پیدا ہونے ہی اور سپر طلاق پڑ جائیگی اور تیسرے بچے کے پیدا ہونے ہی مدت پوری ہو جائیگی اور دوسرے بچے کے پیدا ہونے سے طلاق نہوگی۔

* * *

(۳۳۴) امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر اس نکاح کیا تو دوسری طلاق واقع ہو جائیگی اور پھر اس کے بعد طلاق نہ واقع ہوگی۔

(۳۳۵) امام صاحب رحمہ اور امام ابو یوسف رحمہ صاحب فرماتے ہیں کہ جب وہ تیسرے بچے کے پیدا ہونے سے بعد کو نفاس سے پاک ہو جائیگی اور سو وقت ایک طلاق واقع ہوگی اور پھر دوسرے طلاق متفرق واقع ہو جائیگی یعنی اسکے بعد جب اس کو حیض آئے اور پھر پاک ہو جائے تو دوسری طلاق واقع ہوگی اور پھر اس کے بعد حیض آئے اور پاک ہو جائے تو تیسری طلاق واقع ہوگی۔

(۳۳۶) یہ اختلاف دو قاعدوں پر مبنی ہے ایک تو یہ کہ امام محمد رحمہ کے نزدیک طلاق کے لیے طلاق سنت ایک طلاق ہی اور امام صاحب رحمہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کو سنت کے موافق تین طلاق دے سکتے ہیں ابن طور کہ ہر دو طلاق میں ایک ایک مہینہ کا فاصلہ

۳۳۲. ولو قال كلما ولدت ولدا فانت طالق للسنة فانت بتلف اولادنی بطن واحد حکم بواحدة ای حکم محمد بطلقة واحدة غثیب الاول ای ولادة الولد الاول وبانقضاء عدتها بالثالث یعنی لا یقع بالولد الثاني طلاق عندک وتنقضي عدتها بومنع الثالث

(۳۳۷) وبالثانية ای حکم محمد بوقوع الطلقة الثانية ان تزوجها لا غیر ای لا یقع بعدھا طلقة اخرى۔

(۳۳۸) وقال یقع واحدة بعد نفاسها ای اذا طهرت من نفاسها بعد ولادة الثالث وقعت واحدة واخريان فی طهرین یعنی اذا حاضت وطهرت وقع الثانية واذا حاضت اخرى وطهرت وقع الثالثة۔

(۳۳۹) وهذا الخلاف مبنی علی اصلین احدهما ان الحامل لا تطلق للسنة الا واحدة عند محمد وعندهما تطلق ثلاثا یفصل بین کل طلقتین بشهر

پایا جائے دوسرا یہ قاعدہ ہو کہ امام محمد رحمہ کے نزدیک نفاس اخیر بچے سے شمار کیا جاتا ہو اور اون دونوں کے نزدیک اول بچے سے شمار ہوتا ہو پس ہم کہتے ہیں جب اس کے اول بچہ پیدا ہوا تو امام صاحب رحمہ کے نزدیک وہ نفاس کی حالت میں نہیں ہو اور طلاق سنی کا محل ہو اسلئے وہ طلاق واقع ہو جائیگی اور جب دوسرا پیدا ہوا تو کچھ واقع ہو گا اسلئے کہ حاملہ کی طلاق سنت صرف ایک طلاق ہو اور جب تیسرا پیدا ہوا تو دوسری جو اول بچے کے پیدا ہونے سے طلاق واقع ہوئے کی وجہ سے واجب ہوئی تھی گزر گئی پھر اس کے بعد اگر اس سے نکاح کر لیا تو دوسری طلاق واقع ہو جائیگی اسلئے کہ دو بچے کے پیدا ہونے سے گویا اس نے دوسری طلاق کو سنت کے وقت کے پائے جانے کی طرف نسبت کر دیا ہو اگر تیسری مرتبہ اس سے نکاح کیا تو کچھ واقع ہو گا اسلئے کہ اگرچہ بیان بھی فرض کر سکتے ہیں کہ تیسرے کے پیدا ہونے سے تیسری طلاق کو بھی وقت سنت کی طرف نسبت کر دیا ہو اگرچہ نکاح انقضائے مدت کے بعد یہ اضافہ جائی جائیگی اسلئے معتبر نہیں ہو اور امام صاحب رحمہ اولیٰ ابو یوسف رحمہ کے نزدیک چہ کنکر پہلے بچے کے پیدا ہونے سے نفاس شمار کیا جاتا ہو اسلئے اس وقت وہ طلاق سنی کے محل نہیں ہو اس سبب سے کہ وہ اس وقت میں حالت نفاس میں ہو پس تیسرے بچے کے پیدا ہونے سے بعد کو جب وہ نفاس سے پاک ہو جائیگی اس وقت پہلی طلاق واقع ہوگی اور دوسری طلاق دوسرے طرح میں واقع ہوگی اسلئے کہ جس طرح میں پہلی طلاق واقع ہو گئی دیکھتے نفاس کے بعد

وثانہما ان النفاس من الولد
الاخیر ہتد لا ومن الاول
عندہما فنقول لما ولدت
الاول لم تصرف نفساء عند لا نکاحات
محلا للطلاق السنی فبقیم ولما
ولدت الثانی لم یقیم شیئ لان
الحامل لا تطلق للسنة الواحدة
ولما ولدت الثالث انقضت
العدة التي وجبت بالطلاق
عند ولادة الاول فان نکحها
بعد ذلك طلقت اخوی لانه
عند ولادة الثانی کانه اضاف
الطلة الثانیة الی وجود وقت
السنة وان تزوجها ثانیاً
لا یقیم شیئ لانه وان قدر انه
عند ولادة الثالث اضاف
الطلة الثالثة الی وجود وقت
السنة لکنه صادت حال انقضاء
العدة فلا یعتبر واما عندہما
فلما کان النفاس من الولد
الاول لم تکن محلا للطلاق
لکونہا نفساء فیتاخر الطلاق
الاول الی ان تطهر من نفاسها
بعد الثالث ثم طلاق الثانی
یتاخر الی الطهر الثانی لان الطهر

وہ اب طلاق سنی کا محل نہیں باقی رہا اور تیسری طلاق تیسری طرح میں واقع ہوگی ایسے کہ تیسرا کلام ادا نہ ہو نزدیک صحیح ہو اسوجہ سے کہ اول اور دوسرے سے رجوع نہیں پایا گیا پس تیسرا کلام صحیح ہوگا جب طبع پہلا اور دوسرا صحیح ہو اور جب سب صحیح ہوئے تو سب ملا تین اوقات سنت میں واقع ہو جائیں گی۔

۳۷۴، اگر حالت حیض میں طلاق دی تو وہ طلاق بدعی واقع ہوئی اور یہ وقت کے اعتبار سے بدعی ہے کیونکہ نفرت کے زمانہ میں اور ایسے وقت میں کہ جان دلیل حاجت کی نہیں پائی جاتی طلاق کا دنیا ہو اور یہی طلاق میں رجوع کر لینا مستحب ہو ایسے کہ آنحضرت صلی علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے فرمایا اپنے بیٹے کو حکم کرو عاتکہ ہو کر وہ رجوع کرے اور حضرت ابن عمرؓ نے حالت حیض میں اپنی بیوی کو طلاق دی تھی یہ قول قدری کا انتخاب اور اسکی وجہ یہ ہو کہ نکاح خود ایک مستحب چیز ہے تو اسکا اندر جہٹ حکم کرنا واجب ہوگا مگر صاحب ہدایہ نے ذکر کیا ہے صحیح قول یہ ہوگا ایسے وقت میں وجہ واجب ہو تاکہ امر کے معنی حقیقی تھے وجوب پر عمل ہو جائے اور نہ الامکان بحیثیت سے بجا ہو جائے اور عورت کو بھی عدت کے طویل کرنے سے نقصان نہ پہنچے۔

۳۷۸، منتقی میں مذکور ہے جب عین کا ایک سال پورا ہو جائے اور اسکی عورت حاضر ہو تو مالک حیض میں اسکی تفریق جائز ہے کیونکہ یہ تقریب نفی وقت واقع ہوئی ہو اور اس میں تاخیر کرنا ممنوع ہے پس اسکی طلاق قصداً ہوگی اسطرح مالک حیض میں معتقاً بنی جائے

الذی وقر فیہ الطلاق لیس مجمل للطلاق السنی والثالث الی لظہر الثالث لان الکلام الثالث صحیح عندہما لعدم الرجوع بالاول والثانی فیعم الکلام الثالث مکصح الاول والثانی و اذا صح کل یقع کل فی اوان السنة۔

۳۷۶، و اذا طلق فی الحيض وقع بدعيًا وهذا بدعي من حيث الوقت لانه ايقاع في زمان النفرة وانتفاء دليل الحاجة ويستحب الرجعة لقوله، لم يمر مرأيتها فليراجعها وكان طلقها في حالة الحيض هذا هو مختار القموصی ووجهه ان النكاح مندوب فالمرء يرجعه لا يكون واجبا لكن ذكر صاحب الهداية الاحم ان هذا اجبة عملا لحقيقة الامر ودفعاً للمعصية بالقدر الممكن ودفعاً للمضّر عنها بتبويل العدة۔

۳۷۸، وفي المنتقى العتق اذا تم حوله وامرأة حائض جان تفریقها فی الحيض لانه صادر عن ضرورة وتاخيرة معتذر فلا يكون طلاقها قصداً وكذا

نکار ہو سکتی ہے۔

۳۹، جب غاوند نے اپنی بیوی سے حالت حیض میں طلاق دینے کے بعد رجوع کر لیا اور بعد کو وہ حیض سے پاک ہو گئی اور پھر غاوند نے اس کو طلاق دیدی تو امام صاحب رحمہ کے نزدیک وہ طہرین طلاق دینا کر وہ نہیں ہے اور صاحبین رحمہ کے نزدیک مکروہ ہے۔

۴۰، اگر طہرین طلاق دی اور پھر رجوع کر لیا اور پھر اسی طہرین طلاق دیدی تو امام صاحب رحمہ کے نزدیک مکروہ نہیں ہے اور صاحبین رحمہ اللہ کے نزدیک مکروہ ہے۔

۴۱، اگر ایسہ کو ایک ہی سہنہ کے اندر طلاق بھی دی اور رجوع بھی کر لیا اور پھر طلاق دیدی تو امام صاحب رحمہ کے نزدیک مکروہ نہیں ہے اور صاحبین رحمہ کے نزدیک مکروہ ہے۔

۴۲، اگر ایک طہرین بدون جماع کے عدوت کو شہوت کے ساتھ چھو لیا جو اور پھر اس سے کہا تیرے اوپر سننے کے موافق میں طلاق تو ایک طلاق واقع ہو گئی اور پھر اس نے شہوت کے ساتھ چھو لیا تو وہ مہر ہو جائیگا اور دوسری طلاق واقع ہو جائیگی پھر ایسے ہی تیسری واقع ہو جائے گی یہ امام صاحب رحمہ اللہ کا مذہب ہے۔

۴۳، صاحبین رحمہ فرماتے ہیں یہ تینوں طلاقیں تین مہرون پر تقسیم ہو جائیگی یعنی ایک تو اس طہرین واقع ہو جائیگی اور دو طلاقیں اور دو مہرون واقع ہو گئی

۴۴، تکلیف رجعت کی قید دو طلاقوں میں اس لیے ہے

اختیار المعتقة نفسها ثم الطهر الذي يليه لا يكره الطلاق فيه يعني اذا راجع امرأته التي طلقها في حيضها فطهرت فطلقها فيه لا يكره عند أبي حنيفة وقال يكره۔

۴۰، وكذا الطلقتان تخللها رجعة في طهر يعني اذا طلقها في طهر ثم راجعها ثم طلقها فيه لا يكره عند خلافهما۔

۴۱، او شهر یعنی لو طلق امرأته الأشة في شهر ثم راجعها ثم طلقها فيه لا يكره عند خلافهما۔

۴۲، والثلث للسنة في حال مسها بشهوة یعنی اذا مسها بشهوة في طهر لم يجامعها فيه وقال انت طالق ثلاثا للسنة يقع الاول فيصير مراجعها بالمس ثم يقع الثاني كذلك ثم الثالث عند أبي حنيفة۔

۴۳، وقال لا يوزع على الاطهار یعنی يقع واحدة في هذا الطهر واثان في طهرين آخرين۔

۴۴، قال بالرجعة لان النكاح

لگائی ہو کہ نکاح تو سب کے ہی نزدیک فاصلہ علی الطلاقین ہوتا ہے جسے کہ اگر اوس طہرین جسکے اندر صحبت نہیں کی ہو طلاق دے اور اسی طہرین اوس سے نکاح کرے اور پھر دوسری طلاق دینا چاہے تو جائز ہے اور وہ طلاق نئی ہوگی۔

(۴۵)، اطلاق رجعت بولا ہے اور اوس سے رجعت بقول یا سوائے جماع کسی اور فعل سے رجعت مراد ہو اسلئے کہ اگر جماع کر لیا تو وہ بیان پر محل نزاع نہیں ہے کیونکہ اگر اوس جماع سے وہ حاملہ نہیں ہوئی تو دوسری طلاق کا وقوع کرنا اس طہرین بالاتفاق مکروہ ہو اور اگر حاملہ ہو گئی تو اس کے بعد امام صاحب رحمہ اور امام محمد صاحب رحمہ کے قول کے موافق دوسری طلاق دنیا اوس کو جائز ہے بخلاف ابو یوسف رحمہ اللہ کے من الخالق۔

(۴۶)، اختلاف کا اصل نشانہ یہ ہے کہ امام صاحب رحمہ کے نزدیک رجعت طلاق کے حکم کو بالکل کا عدم کرتی ہے اور صاحبین رحمہ کے نزدیک طلاق کے حکم کو نہیں بخترتی (۴۷)، صاحبین رحمہ کی مسئلہ اولیٰ میں یہ دلیل ہے کہ حالت حیض میں طلاق دینے سے اس کے بعد کا طہر طلاق سنی کا محل باقی نہیں رہتا بسطرح اوسین صحبت کرنے سے طہر محل طلاق سنی کا نہیں رہتا اور دوسرے اور چوتھے مسئلہ میں یہ دلیل ہے کہ طہر میں طلاق دینا ظہر کو فاسد کرتا ہے اور پھر وہ طلاق سنی کا محل نہیں باقی رہتا جس طرح اوسین جماع کرنا اور رجعت کے سبب سے وقت میں تہہ و نہین ہو اسلئے طلاق مکروہ ہوگی جیسے قبل جسکے

یعنی بر فاصلا بین الطلاقین اتفاقا حتی لو طلقها فی طهر حال عن الجماع ثم تزوجها فی هذا الطهر واراد ان يطلقها اخرى كان له ذلك وكان سنيا۔

(۴۵)، اطلاق الرجعة واراد بها الرجعة بقول او فعل غير الجماع لانه لو جامعها فهو معزل عن هذا الخلاف فانها ان لم تحبل يكره ايقاع الثاني في هذا الطهر اتفاقا وان حبلت كان له ان يطلقها اخرى بعدة في قول ابي حنيفة ومحمد خلاف ابي يوسف من الحقائق۔

(۴۶)، ومبنى الخلاف ان الرجعة ترفع حكم الطلاق عنده فيجعله كأن لم يكن ولا ترفع عندهما (۴۷)، لهما في المسئلة الاولى ان الطلاق في حال الحيض يخرج الطهر الذي يعقبه من ان يكون محلا للطلاق السني كما يخرج الوطء فيه وفي المسئلة الثانية والرابعة ان الطلاق في الطهر يفسد الطهر ويخرجه من ان يكون محلا للطلاق السني كما يخرج

الجماع فيه وبالرجعة لم يتجدد الوقت فيكره كما لو طلقها قبل الرجعة فلا يكون سنة مالم يفصل بين الطلاقين بحيضة كاملة.

۴۸۱، وله ان الرجعة ترفع حكم الطلاق فيجعل كان لم يكن ولهذا امر النبي وم ابن عمر بالرجعة وقد طلقها حال الحيض ولو لم يرفع الرجعة حكم الطلاق لما امر لاعم ولان الفصل بين الطلاقين بالرجعة اقل من الفصل بينهما بالحيضة الا يروى ان العدة تستأنف بالرجعة اذا طلق بعد ها ولا تستأنف اذا طلقها بعد الحيضة ولو فصل بينهما بحيضة كان الثاني سنة فكذا اذا فصل بينهما بالرجعة

فصل في ايقاع الطلاق

۴۹۰، ويقع طلاق غير الصبي والمجنون وهو من لم يستمقم كلامه و افعاله انما لم يقع طلاقهما لانعدام اهليتهما والناثم انما لم يقع طلاق النائم لانعدام الاختيار فيه والمنفى

طلاق مكره ہوگی اور تاؤ متکثر دو طلاقوں کے بیچ میں پورے حیض کا فاصلہ نہ ہو جائے طلاق سنت نہوگی۔

♦ ♦ ♦ ♦ ♦

۴۸۱، امام صاحب رحمہ کی یہ دلیل ہو کر حجت طلاق کے حکم کو بالکل اوڑا دیتی ہے اور اسکو کالعدم کر دیتی ہو اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عمرؓ کو رجوع کرنے کا حکم فرمایا اور انہوں نے حالت حیض میں طلاق دی تھی اور اگر رجعت طلاق کے حکم کو رفع نہ کرتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم رجعت کا حکم نہ فرماتے دوسری یہ بات ہو کر دو طلاقوں میں رجعت کا فصل ہونا پابست حیض کے فصل کے قوی ہو دیکھو کہ رجعت کے بعد طلاق دینے سے ازسرنو عدت پوری کرنے پڑتی ہو اور حیض کے بعد دوسری طلاق دینے سے ازسرنو عدت نہیں پڑتی کیجائی اور اگر دو طلاقوں میں حیض کا فصل ہو جائے تو نہ بیکر طلاق سنت ہوتی ہو اس طرح رجعت کے فصل بھی سنت ہوگا

فصل طلاق واقع کرنے کے بیان میں

۴۹۰، سب کے طلاق دینے سے طلاق ہو جاتی ہے مگر ایک تو نابالغ کی طلاق نہیں ہوتی اور ایک مجنون کے اور مجنون وہ شخص ہو جسکی باتیں اور کام سب بے جوڑ ہوں ان دونوں کی طلاق بسبب اوکے عدم اہلیت کے واقع نہیں ہوتی اور ایک سوتے ہوئے کی طلاق نہیں واقع ہوتی اس لیے کہ اوکے اسکا اختیار نہیں ہوتا اور

عليه والمعترة وهو من كان
قليل الفهم مختلط الكلام فاسد
الحد بغير الا انه لا يضر ولا يشتم
كالناثم۔

۵۰۱، ومن الاخرس امي يقع
الطلاق منه بالاشارة لان الشك
قامت مقام عبارة لو فاعا
بحاجته۔

۵۱۰، وفي المحيط المريض الذي
يعتقل لسانه لا يكون كالآخرس
لان ذلك نادر لا ي طول و اشارة
غير الاخرس انما لم يعتد برفي ايقام
الطلاق واماني عدة فمعتب
حتى لو قال انت طالق هكذا
فاشار باصبعه يقع ثنتان ولولم
يقبل هكذا لا يقع لان الاشارة
انما اعتبرت بنفسها اذ اقرنت
بعدد مبهم ولو اشار بثلاث
اصابع فان نوى ثلاثا ثلث
وان نوى واحدة فواحدة بائنة
كما في قوله انت طالق كالف۔

۵۲، ونوقع طلاق السكران
والمكره۔

۵۳، وقال الشافعي لا يقع لان
السكران ليس له قصد صحيح

ایک یہودش کی اور ایک ستودہ کی اور ستودہ وہ شخص جو جسکی
سچی میں فتور ہو اور جسکی سچی یاقین کرے اور کسی چیز کا انجام دے
مگر وہ کسی کو یا نہ پہنچا نہیں ہی اور نہ کا لیان دیتا پھر تا ہے
انکا حال بھی اختیار کے نمونے میں مونس والا کا ساحل جو
۵۰۱، گوگل کی طلاق اشارہ سے ہو جاتی ہے
اسیے کہ دفعاً حاجتہ اس کے اشارہ کو قائم مقام
کلام کے کر دیا ہے۔

۵۱۰، محیط میں مذکور ہو اگر کسی مریض کی زبان بند ہو جائے
تو وہ گوگل کے کشل نہ سمجھا جائیگا اسلیے کہ یہ زبان کا نہیں چلنا
اتفاق یہ ہوتا ہے مدتوں کے لیے نہیں ہوتا اگر بولتا جاتا
آدمی ہو تو اسکا اشارہ صرف طلاق کے واقع کرنے میں
غیر معتبر ہے مگر طلاق کے مدد میں کرنے میں معتبر ہے
مثلاً اگر دو انگلیوں سے اشارہ کرے گا پھر اتنی طلاق
تو دو طلاقین پڑ جائیگی اور اگر صرف یہ کہا کہ پھر طلاق
اور اتنی کا لفظ نہیں کہا تو وہ واقع ہوگی اسلیے کہ اشارہ
۵۱۰، سیوٹ تفسیر ہو سکتا ہے جو ایک بہم عدد کے ساتھ
پایا جائے اور اگر تین انگلیوں سے اشارہ کیا پس اگر
تین کی نیت کی ہے تب توتین واقع ہوگی اور اگر ایک
نیت کی ہو تو ایک باہن واقع ہوگی جیسے اگر کوئی کہے پھر
ہزار کے برابر طلاق نیت کے تابع ہے

۵۲، نشتر کی حالت میں اگر کوئی شخص طلاق دے یا
نہ بدتی اس سے طلاق دوالی جائے تو ہمارے نزدیک جائز

۵۳، امام شافعی کہے نزدیک واقع نہیںگی اسلیے کہ نشتر کی
حالت میں ارادہ صحیح نہیں پایا جاتا پس اسکا حال نحو کما

بلکہ اس سے بھی زیادہ ہوا کیلئے کہ اگر سوتے ہوئے کو
سوشیا کر لیا جائے تو وہ بشار ہو جاتا ہے بخلاف نشہ پیئے ہو
کے اور اس طرح جس پر زبردستی کچائے شرعاً وہ بھی
مسلوب القصد ہو اسی باعث سے اس کے مرتد ہونے کا حکم
نہیں دیا جاتا اور اس کا اقرار بالطلاق غیر معتبر ہوتا ہے۔

(۵۴)، ہماری دلیل یہ ہے کہ آنحضرت مسلم نے فرمایا ہے
ہر طلاق واقع ہو مگر بھی اور مجنون کی اور یہ دونوں لینے
نشہ پیسا ہوا اور مجبور کیا ہو اکل طلاق کے عموم میں داخل
ہیں باقی رہا اس کے قصد کا نہ پایا جاتا تو چونکہ یہ بے اختیار
بسبب معصیت کے ہے اسلئے زبردستی کے قصد سے اس کا
اعتبار کیا جائیگا حتیٰ کہ اگر شراب پینے سے درد سر پیدا
ہو گیا اور درد کے سبب سے عقل جاتی رہی اور ادنیٰ تھیں
طلاق دیدی تو طلاق واقع ہوگی کیونکہ درد کوئی معصیت
نہیں ہے۔

(۵۵)، منتقی میں مذکور ہے اگر کسی نے زبردستی سے انکو
نشانہ چیز پلا دی اور عقل جاتی رہی اور اس میں طلاق
دیدی تو بعض کے نزدیک واقع ہوگی اسلئے کہ وہ معصیت
نہیں ہے اور اس کا حال بدوان نشہ کے مہوشی کا سا ہے اور
بعض کہتے ہیں واقع ہو جائیگی اسلئے کہ زبردستی کرنے سے
اگرچہ اسکی حرمت جاتی رہی لیکن عقل تو اس سے کھینچا
جاتی رہی ہے پس اس زوال عقل کا اعتبار نہوگا اور یہی
قول زیادہ تر صحیح ہے اور علی بن ابی القیس بھنگ یا کسی طرح کی
شراب جو خوب کے قسم سے بنائی جائے پھر طلاق کے
تو واقع ہو جائیگی اور مکہ کے مرتد ہونے کا حکم اسلئے
نہیں دیا جاتا کہ مرتد ہونے کا مدار اعتقاد پر ہے اور وہ

فصار كالنائم بل اقوى منه لان
النائم ينتبه اذ انبه والسكران
لا وكذلك المكراه مسلوب القصد
شرعا ولهذا لم يحكم بردته ولم
يعتبر اقراره بالطلاق۔

(۵۴)، ولنا قوله عم كل طلاق
واقم الاطلاق الصبي والمجنون
فبقی السكران والمكراه في عموم
صدر الكلام ونزال قصد
السكران لما كان بسبب المعصية
لم يعتبر زجره له حتى لو شرب
فصدع وزال عقله بالصداع
لا يقع طلاقه لان الصداع ليس
بمعصية۔

(۵۵)، وفي المنتقى لو اكراه على شرب
وذهب عقله فطلق قيل لا يقع
لانه ليس بمعصية فصار كالانماء
وقيل يقع لان الحظروا نزال
بالاكراه لكن ذهب عقله بما فيه
لذا فلا يعتبر زواله وهذا
القول اصح فعلى هذا يقع طلاق
السكران من البنجر وسائر
الاشربة المتخذة من الحبوب
وانما لم يحكم بردة المكراه
لانها على الاعتقاد وهو غير معتقد

فی کلامہ بالاکراہ ولم یعتبر اقراراً
 بالطلاق لانہ یقتل الصدق
 والکذب والاکراہ یرجح کذبہ
 ۵۶۱، اقول لو طرح المصنف لفظ
 السكران لکان اخصراً واحسن
 لانہ معترف فی شرحہ بان
 الصحیح من مذہب الشافعی انہ
 متفق معانی السكران وان الخلاء
 فی المنظومۃ مذکورۃ فی المسکرة
 فقط فای فائدۃ فی بیان ما هو
 غیر صحیح من مذہبہ بالزیادۃ
 فی کتابہ۔

اسباب عاجز رہتی اوس سے کھلوائی گئی ہو مقتدرین ہو
 اور اقرار الطلاق اس لیے معتبر نہیں ہوتا کہ اس میں صدق
 اور کذب کا احتمال نہ ہو اور اگر اس سے اس کا کذب کو ترجیح
 ۵۶۱، میں کہتا ہوں اگر مصنف رحمہ (سکران) کا لفظ
 ذکر نہ کرتا تو بہت مختصر اور بہت پسندیدہ ہوتا کیونکہ اپنی
 شرح میں وہ اس بات کا مقرر ہے کہ امام شافعی رحمہ کا نیا دعویٰ
 صحیح مذہب یہی ہے کہ سکران میں وہ ہمارے ساتھ متفق
 ہیں اور منظومہ کے اندر ہمارا اور امام شافعی رحمہ کا اختلاف
 صرف مکروہ میں مذکور ہے ہجر امام شافعی رحمہ کے مذہب
 غیر صحیح کو اپنی کتاب میں زیادہ کرنے کا کیا فائدہ
 ہوا۔

۵۷۱، ہمارے نزدیک عورتوں کے لحاظ سے طلاق کے
 عدد کا اعتبار ہوتا ہے اس لیے جو کبریٰ کے لیے دو طلاقیں
 ہیں خواہ اس کا غاۃ مرد ہو یا غلام مردوں کی طرف سے
 اعتبار نہیں ہے۔

۵۸۰، امام شافعی رحمہ صاحب فرماتے ہیں مردوں کے
 لحاظ سے طلاق کے عدد میں کمی یا بیشی ہوتی ہے جو کہ حر
 مرد کو تین طلاق کا اختیار ہے اگرچہ اس کی بیوی جو کبریٰ
 ہو اور غلام دو طلاقیں دے سکتا ہے چاہے اس کی
 بیوی حرہ ہی ہو۔

۵۹۰، امام شافعی رحمہ کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت معلوم ہے
 فرمایا ہے طلاق مردوں سے ہے اور عدت عورتوں سے ہے
 جاری دلیل یہ حدیث ہے کہ جو کبریٰ کے لیے دو طلاقیں ہیں
 اور اس کی عدت دو حیض ہیں اور حدیث مذکورہ بالا ہے

۵۷۱، ونعت بر عددہ ای عدد
 الطلاق بالنساء فطلاق الامۃ
 یکون ثنتین حراً کان من وجہاً
 او عبداً۔

۵۸۰، لا بالرجال ای قال الشافعی
 یعتبر عددہ بالرجال حتی یملک
 الحر ثلثاً وان کانت امراً
 امۃ و یملک العبد ثنتین وان
 کانت زوجتہ حرۃ

۵۹۰، لقولہ یم الطلاق بالرجال
 والعدۃ بالنساء وکنایۃ یم
 طلاق الامۃ ثنتان وعدتھا
 حیضتان ومارواہ محمول علی

بلکہ اس سے بھی زیادہ ہو اسیلئے کہ اگر سوتے ہوئے کو
سوشیا کر کیا جائے تو ہوشیار ہو جاتا ہو بخلاف نشہ پیئے ہو
کے اور اسطرح جس پر زبردستی کچا لے شرعاً وہ بھی
مسلوب القصد ہے اسی باعث سے اس کے مرتد ہونے کا حکم
نہیں دیا جاتا اور اسکا اقرار باطلاق غیر معتبر ہوتا ہے۔

(۵۴) ہماری دلیل یہ ہے کہ آنحضرت مسلم نے فرمایا ہے
ہر طلاق واقع ہو مگر صبی اور مجنون کی اور یہ دونوں لینے
نشہ پیسا ہوا اور مجبور کیا ہوا اکل طلاق کے عوم میں داخل
ہیں باقی رہا اور انکے قصد کا نہ پایا جاتا تو چونکہ یہ بے اختیار
بسبب معصیت کے ہے اسیلئے زجر کرنے کے قصد سے اسکا
استیبار کیا جائیگا کچے کہ اگر شراب پیئے سے درد سر پیدا
ہو گیا اور درد کے سبب سے عقل جاتی رہی اور ای وقت میں
طلاق دیدی تو طلاق واقع ہوگی کیونکہ در کونہی معصیت
نہیں ہے۔

(۵۵) مفتی مین مذکور ہے اگر کسی نے زبردستی سے انکو
نشاہ چیز پلا دی اور عقل جاتی رہی اور اوسین طلاق
دیدی تو بعض کے نزدیک واقع ہوگی اسیلئے کہ وہ معصیت
نہیں ہے اور اسکا حال بدون نشہ کے ہوشی کا سا ہے اور
بعض کہتے ہیں واقع ہو جائیگی اسیلئے کہ زبردستی کرنے سے
اگرچہ اسکی حسرت جاتی رہی لیکن عقل تو اس سسکا نہ ہونگا
جاتی رہی ہے پس اس زوال عقل کا اعتبار نہوگا اور یہی
قول زیادہ تر صحیح ہے اور علی بنہ العباس جھنگ یا کسی طرح کی
شراب جو جوہر کے قسم سے بنائی جائے پیکر طلاق ہے
تو واقع ہو جائیگی اور کرہ کے مرتد ہونے کا حکم اسیلئے
نہیں دیا جاتا کہ مرتد ہونے کا مدار اعتقاد پر ہے اور وہ

فصار كالنائم بل اقوى منه لان
النائم ينتبه اذ انبه و السكران
لا و كذلك المكره مسلوب القصد
شرعاً و لهذا لم يحكم بردة و لم
يعتبر اقراره بالطلاق۔

(۵۴) و لنا قوله عم كل طلاق
واقعه الاطلاق الصبي و المجنون
فبقی السكران و المكره فی عموم
صدر الكلام و نه ان قصد
السكران لما كان بسبب المعصية
لم يعتبر زجره لانه حتى لو شرب
فصدع و زال عقله بالصداع
لا يقع طلاقه لان الصداع ليس
بمعصية۔

(۵۵) وفي المنتقى لو اكراه على شرب
و ذهب عقله فطلق قيل لا يقع
لانه ليس بمعصية فصار كالنائم
و قيل يقع لان الحظر وان زال
بالاكراه لكن ذهب عقله بماذيه
لذا فلا يعتبر زواله و هذا
القول اصح فعلى هذا يقع طلاق
السكران من البنجر و سائر
الاشربة المتخذة من الحبوب
وانما لم يحكم بردة المكره
لانها على الاعتقاد و هو غير معتقد

اس بات کا جز بہوتی اوس سے سکولائی گئی ہو مقتدین ہیں
اور اقرار بالطلاق اس لیے معتبر نہیں ہوتا کہ اس میں صدق
اور کذب کا احتمال ہو تاہو اور اگر اس سے اس کا کذب کو ترجیح
(۵۶) میں کہتا ہوں اگر مصنف رحمہ (سکران) کا لفظ
ذکر نہ کرتا تو بہت مختصر اور بہت پسندیدہ ہوتا کیونکہ
شرح میں وہ اس بات کا مقرر ہے کہ امام شافعی رحمہ کا زیادہ تر
صحیح مذہب یہی ہے کہ سکران میں وہ ہمارے ساتھ متفق
ہیں اور منظور کے اندر ہمارا اور امام شافعی رحمہ کا اختلاف
صرف مکروہ میں مذکور ہے پھر امام شافعی رحمہ کے مذہب
غیر صحیح کو اپنی کتاب میں زیادہ کرنے کا کیا فائدہ
ہوا۔

* * * *

(۵۷) ہمارے نزدیک عورتوں کے لحاظ سے طلاق کے
عقد کا اعتبار ہو تاہو اس لیے جو کبریٰ کے لیے دو طلاقیں
میں خواہ اس کا غلام نہ ہو اور غلام مردوں کی طرف سے
اعتبار نہیں ہے۔

(۵۸) امام شافعی رحمہ صاحب فرماتے ہیں مردوں کے
لحاظ سے طلاق کے عدد میں کمی یا بیشی ہوتی ہے جو کہ حر
مرد کو تین طلاق کا اختیار ہو اگرچہ اس کی بیوی جو کبریٰ
ہو اور غلام دو طلاقیں دے سکتا ہے بجا ہے اس کی
بیوی حرہ ہی ہو۔

(۵۹) امام شافعی رحمہ کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا جو طلاق مردوں سے ہے اور عدت عورتوں سے اور
جاری دلیل یہ حدیث ہے کہ جو کبریٰ کے لیے دو طلاقیں ہیں
اور اس کی عدت دو حیض ہیں اور مذہب مذکورہ بالا اس

فی کلامہ بالاکراہ ولم یعتبر اقرارہ
بالطلاق لانہ یقتل الصدق
والکذب والاکراہ یدرج کذبہ
(۵۶) اقول لو طرح المصنف لفظ
السکران لکان اخصر واحسن
لانہ معترف فی شرحہ بان
الصحيح من مذہب الشافعی انہ
متفق معنای السکران وان الخلا
فی المنظومة مذکورۃ فی المکرہ
فقط فای فائدۃ فی بیان ماہو
غیر صحیح من مذہبہ بالزیادۃ
فی کتابہ۔

(۵۷) ونعت بعددہ ای عدد
الطلاق بالنساء فطلاق الامۃ
یکون ثلثین جبراً کان نزوحاً
او عبداً۔

(۵۸) لا بالرجال ای قال الشافعی
یعتبر بعددہ بالرجال حتی یملک
الحر ثلثاً وان کانت امرأۃ
امۃ ویملک العبد ثلثین وان
کانت زوجتہ حرۃ

(۵۹) بقولہ عم الطلاق بالرجال
والعدۃ بالنساء ولکن اقولہ عم
طلاق الامۃ ثلثان وعدتھا
حیضتان وما روادا محمول علی

ان الایعاش بالرجال۔

۴۰، ومن ملک امرأته
او شقصاً ای نصیباً منها او ملکته
ای المراءاة زوجها او شقصاً
منه وقت الفرة بینہما لان
المالکۃ یمتع ابتداء النکاح
فینعم بقاءہ کا محرمیہ۔

۴۱، ولو اشترته ای حرة
زوجها المملوۃ ثم اعتقته
فطلقها فی العدة او خرجت العربیہ
مسلمة ثم خرج زوجها مسلماً
بعدھا وطلقها فی عدتها یلغیہ
فیہما ای قال ابو یوسف لا ینقض
الطلاق فی المسئلین۔

۴۲، وادفعه ای حمل الطلاق فیہما لان
العدة قائمة والمعدة تحمل للطلاق۔
۴۳، ولا یوسف ان الفرقۃ
وقعت بملك احد الزوجین
صاحبه او بتباين الدارین فخرجت
المراة من محلیۃ الطلاق وبالعدة
لا ینتبت المحلیۃ کما فی النکاح الفاسد
۴۴، قید بالاعتاق والمہاجرة
لان الطلاق قبلہما لا یقع اتفاقاً
لان العدة لم یظہر اشرہا فی
حق الطلاق وانما یظہر اشرہا

محول ہو کر طلاق کا واقع کرنا مردوں کے طرف سے ہو۔
۴۰، جو خاوند اپنی بیوی یا اس کے ایک خزا کا مالک ہو گیا
یا جو بیوی اپنے خاوند یا اس کے ایک خزا کی مالک ہو گئی تو
انہیں تفریق واقع ہو جائیگی اسلئے کہ مالکیت وجوہ نکاح
کے مانع ہو پس اس کے بقاء کے بھی مانع ہوگی جس طرح
محرمیت۔

۴۱، اگرچہ عورت نے اپنے خاوند کو جو کسی کا غلام
تھا خرید کر کے آزاد کر دیا اور حالت عدت میں اس
خاوند نے اس عورت کو طلاق دیدی۔ یا یہ ہو اگر ایک
حریمہ عورت مسلمان ہو کر دارالاسلام میں چلی آئی اور
پھر اوس کا خاوند اس کے بعد مسلمان ہو کر چلا آیا
اور حالت عدت میں اس کو طلاق دیدی تو غلام
ابو یوسف کے نزدیک دونوں صورتیں طلاق واقع نہوگی۔

۴۲، امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک دونوں صورتوں میں طلاق
واقع ہو جائیگی اسکے بعد قائم ہے اور متحدہ محل طلاق ہو۔
۴۳، امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی یہ دلیل ہے کہ تباين الدارین
یا بیوی کے خاوند یا مالکیت ہو جانے سے بیان فرقت واقع
ہو گئی اور عورت اب محل طلاق نہیں رہی اور عدت سے
عملیت طلاق نہیں ثابت ہوتی جیسے نکاح فاسد
کی عدت میں۔

۴۴، آزاد کرنے اور ہجرت کرنے کی اسلئے قید لگائی
ہو کہ ان دونوں سے پہلے اگر طلاق دی ہو تو بالافتقار
واقع نہوگی۔ اسلئے کہ یہاں عدت کا اثر و توجع طلاق
کے بارہ میں نہوگا بلکہ یہ اثر ہوگا کہ دوسرے خاوند

نکاح نہ کر سکے گی کذا فی المصنفی۔

فی حق التزویم بزواج اخر کذا فی المصنفی۔

۴۵۰، اگر غاوند بیوی میں جبراً ہوا اور دونوں نے وہ خصوصاً کو بیچ کر دیا کہ باہم گفتگو کر کے فیصلہ کر دیں اور دونوں نے غاوند بیوی میں تفریق کو مناسب جانکر بدو ان کو نکلنے کے تفریق کر دی تو ہمارے نزدیک یہ تفریق صحیح نہیں ہے۔

۴۵۰، ولم یفرقوا بتفریق الحکمین یعنی اذ الختام الزوجان فبعثا حکمین لتیکلما فاذا رایا المصلیة فی تفریقهما ففرقا بینہما بدون امرہما لانعم عندنا۔

۴۶۱، امام مالک فرماتے ہیں یہ تفریق صحیح ہے اس لیے کہ غاوند بیوی کو نکلنے حکم سے راضی ہو چکے ہیں کیسا ہی حکم بدو ۴۶۱، ہمارے یہ دلیل ہے کہ ان کو حادہ بیوی نے اصلاح کے لیے بیچ مقرر کیا تھا اور تفریق اصلاح نہیں ہے اس لیے نافذ نہ ہوگی۔

۴۶۱، وقال مالک یصح لانہما رضیا بحکمہما مطلقا۔ ۴۶۲، ولنا انہما انما حکما ہما لا اصلاح و هذا لیس باصلاح فلا ینفذ۔

فصل صریح اور کنایہ اور طلاق کو کسی زمانہ کی طرف نسبت کرنے کے بیان میں

فصل فی الصریح والکنایہ و اضافۃ الطلاق الی الزمان

۴۸۰، صریح طلاق میں کچھ نیت کرنے کی ضرورت نہیں ہے اس لیے کہ شرعاً صریح طلاق کا لفظ طلاق کے لیے موضوع ہے پس طلاق اس کے سنے حقیقی ہیں اور نیت کی حاجت نہیں ہے جتنے کہ اگر صریح طلاق کا لفظ کہا اور یہ کہا کہ میں نے قید سے رہائی مراد لی تھی تو عند الغاضی اس کا اعتبار نہ ہوگا اور اگر کہا میں نے توکار بار سے رہائی مراد لی تھی تو عند اللہ بھی معتبر نہ ہوگا اس لیے کہ طلاق رفع قید کے لیے موضوع ہے اور کام دہندا قید میں داخل نہیں ہے۔ کنا فی التبیین۔

۴۸۰، ولا یحتاج صریحہ الی النیۃ لان الصریح موضوع للطلاق شرعاً کان حقیقۃ فیہ فاستغنی عن النیۃ حتی لو قال اردت بہ الطلاق عن وثاق لا یمصدق قضاء ولو قال اردت بہ الطلاق عن العمل لا یمصدق دیانۃ ایضا لانہ لرفع القید و العمل لیس بقید کذا فی التبیین۔

۶۹، صریح طلاق کے یہ الفاظ ہیں جیسے تطلق یا بیک
یا طلاق ذی گئی یہ ہیں ۷۰ بجو طلاق ویدی ان الفاظ کے
کننے سے ایک طلاق رجعی واقع ہو جائیگی۔

۷۰، محیط قال انت طال
بترخیم القاف حالة الرضا لا یقع
مالہ ینولانہ کالکناہ ولوقال
یا طال یقع وان لم ینولان الترخیم
یحری کثیرا فی المنادی فصار
کانہ افصح بالقاف ولوقبھی بہ
تطلق اذا نوى خلاف ما لو تهبی
بأیه السجدة حیث لا یلزمه
السجدة لانها متعلقة بالقراءة
وهی منعدمه فی الجاء

۷۱، ہمارے نزدیک الفاظ مذکورہ بالا سے تین یا
دو کی نیت کرنا لغو سمجھا جائیگا۔

۷۲، امام شافعی رحم فرماتے ہیں ان الفاظ سے تین
یا دو کی نیت ہو سکتی ہو اسلئے کہ لغت کے اعتبار سے الفاظ
طلاق پر دلالت کرتے ہیں اور وہ عدد کو محتمل ہیں انہ
عدد کے ساتھ اسکی تفسیر ہو جاتی ہو پس عدد کی نیت
اوس سے صحیح ہو گی جیسے اگر سوئی سے کہے اپنی جان کو تو
طلاق دے لے تو تین طلاق کی نیت درست
ہو تی ہے۔

۷۳، ہماری دلیل یہ ہے کہ اوسکا انت طالق وغیرہ
کتنا خبر ہے اور وہ جب مادیق ہو سکتا ہے کہ خبر دینے سے
قبل عورت طلاق کے ساتھ متعفف ہو تو کلام کے

۷۹، کطالق ومطلقة وطلقتک
فیقع واحدة رجعية بهذه
الالفاظ۔

۷۰، وفي المحيط قال انت طال
بترخیم القاف حالة الرضا لا یقع
مالہ ینولانہ کالکناہ ولوقال
یا طال یقع وان لم ینولان الترخیم
یحری کثیرا فی المنادی فصار
کانہ افصح بالقاف ولوقبھی بہ
تطلق اذا نوى خلاف ما لو تهبی
بأیه السجدة حیث لا یلزمه
السجدة لانها متعلقة بالقراءة
وهی منعدمه فی الجاء

۷۱، ونلغی نية الثلث و
الثلثین۔

۷۲، وقال الشافعی یصح نية
الثلث من هذه الالفاظ لانها
تدل على الطلاق لغة وهو
محتمل للعدد ولهذا اجاب
تفسیرہ بہ فیصح نیتہ کما هم
نية الثلث فیما اذا قال لامرأته
طلق نفسك۔

۷۳، ولنا ان قوله انت طالق
واخواته خبر وهو انما یصدق
اذا تصفت المرأة بالطلاق

جمع کو بھی ضرورت سے بلا اقتدار و سکون طلاق ثابت ہو جاتی ہے اور جو ثابت بالفرضورت ہے وہ ایک طلاق ہے کیونکہ اس سے ضرورت مند رفع ہو جاتی ہے ایسے دو یا تین کی نیت صحیح نہ ہو گی کیونکہ ایک سے سوا میں طلاق بائی ہی نہیں جاتی اور جب نہیں بائی جاتی تو معدوم کی نیت کرنے سے کیا ہوتا ہے اور جب خبر کر کے وقت ایک طلاق ثابت ہوتی ہے تو طلاق واقع کرتے وقت بھی ایک ہی طلاق ثابت ہو گی اسی قاعدہ کو لحاظ سے اور طالق کے بعد جو مدد مذکور ہوتا ہے وہ وصف طالق کے تفہیم نہیں ہوتا بلکہ تغیر ہوتا ہی ایسے کہ وہ ایک مصدر محذوف کی صفت ہوتا ہے یعنی طلاقاً ثلث بخلاف طلقی کی کہ وہ ان پر طلاق کا ثبوت بالافتضاء نہیں ہے اور انت بائن میں تین کی نیت ایسے صحیح ہو جاتی ہے کہ بینوت کی دو قسمیں ہیں خفیہہ اور علنیہ اور بائن سے ان دونوں قسموں میں سے ایک قسم کی نیت ہو سکتی ہے اور طلاق ایسی چیز نہیں ہے ایسے کہ طلاق رفع قید کا نام ہے اور عدم منقسم نہیں ہوتا

✦ ✦ ✦ ✦
✦ ✦ ✦ ✦
✦ ✦ ✦ ✦
✦ ✦ ✦ ✦
✦ ✦ ✦ ✦

(۴۷) اگر کہ انت الطلاق یا انت طالق الثلث یا انت طالق طلاقاً تو ایک طلاق پڑتی ہے (واحدہ) ترکیب میں (رفع) کا فاعل ہے

قبل الاخبار فثبوت الطلاق لها يكون بالافتضاء لضرورة تصحيح الكلام والثابت بالضرورة يندفع بالواحدة فلا يصح فيه نية الثنتين والثلث لان الطلاق غير ثابت فيما وراء الواحدة فلا يعمل النية في المعدوم فاذا ثبت الطلاق واحدا عند الاخبار يقع واحدا عند الانشاء رعاية للاصل والمذكور بعد طالق من العدد ليس تفسيرا لوصفه بل تغير لانه نعت مصدر محذوف اي طلاقا ثلاثا بخلاف قوله طلقی لان ثبوت التطلق هناك ليس على طريق الافتضاء وامانية الثلث في قوله انت بائن فانما يصح لان البينونة متنوعة خفيفة وعلیظة فيصح فيه نية احد النوعين منه والطلاق ليس كذلك لانه عبارة عن رفع قيد والعدم لا يتنوع۔

(۴۸) ويقع بانت الطلاق وطالق الطلاق وطلاقا اي انت طالق طلاقا واحدة اي طلقة واحدة

اگر الفاظ مذکور بالا ستین مطلق کے واقع کرنے کی نیت کر لی تو تین مطلق واقع ہو جائیگی اور ہر سترہ ایک اگر دو طلاق کی بیان نیت کرے تو صحیح نہیں ہے

(۵۷) امام زفر رحمہ فرماتے ہیں اگر دو کی نیت بھی کر لی تو صحیح ہے اسلئے کہ دو جو رہین میں کا جب تین کی نیت درست ہوئی تو دو کی بھی الحاح درست ہوگی۔

(۵۸) جاری دلیل یہ ہے کہ طلاق اسم جنس ہے اور وہ مذکر کے معنی اوسین لفظ ہیں جیسے تمام اسماء جنس میں ملتا ہوا کہ تین ہیں پس جب کسی کی نیت ہوگی تو اوس سے ایک طلاق حقیقہ مراد ہوگی اسلئے کہ وہ یقینی ہوا اور اگر تین کی نیت کر لی تب بھی صحیح ہو جائیگی کیونکہ کلمہ بھی ایک جنس ہے مگر جب وقت دو کی نیت کی تو لغو ہوگی اسلئے کہ وہ عدد ہے اور لفظ طلاق کسی طرح اوسکو محتمل نہیں ہے جس طرح کوئی شخص قسم کھائے کہ پانی نہ پیو گا اگر تمام پانی مراد ہے تو نیت صحیح ہو جائیگی کیونکہ وہ کلمہ واحد میں اور اگر کچھ نیت نہیں کی تو اوس سے کم سے کم اوس قدر پانی خیر پانی کا اطلاق آتا ہو مراد ہو گا اور اگر پانی یا دو پانی پانی مراد لیا تو صحیح ہو گا اس لئے کہ وہ نہ تو حقیقت میں واحد ہے اور نہ حکماً واحد ہے۔

(۵۹) اگر کما انت طالق طلاق اور طلاق سے ایک طلاق اور الطلاق سے دوسری طلاق مراد تو یہ سہا سہا جائیگا اسلئے کہ اون دونوں میں سے ہر ایک ایقان طلاق کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس طرح اگر یہی چو کر ہی ہے ۳

وہوفا علی یقہ الا ان نوى لثالث فان نواه في هذه الالفاظ وقعن والغينا الثنتين یعنی نية الثنتين لا یصح فی هذه الالفاظ۔

(۵۵) وقال فیریم لان الثنتين بفضل الثالث فاذا صح نية الثالث یصح نية الثنتين۔

(۵۶) ولنا ان الطلاق اسم جنس ومعنى الوحدة مراعى فيه لتساثر اسماء الاجناس فاذا لم ينو فيه شيئاً یجمل على الواحد حقیقة لانه متیقن واذ نوى الثالث یصح لانه جنس واحد حکماً وان نوى الثنتين یلغو لانه عدد فاللفظ لا یجمل کما لو حلف لا یشرب الماء لو نوى جميع المياه لا یصح لانه واحد حکماً وان لم ينو یصرف الى ادنى ما یطلق علیه اسم الماء وان نوى تدحاً او قدحین لا یصح لانه ليس بفرد حقیقة وحکماً۔

(۵۷) وان نوى بقوله طالق واحدة وبها لطلاق طلحة اخرى صدق لان کلامهما یصلح للايقاع ولو كانت زوجته امة فقال لها

اور اس کے کما انت الطلاق تو در طلاق کی نیت صحیح ہو کر نہ کہ جو کر کے حصین در ملائین میں دامد بھی جائیگی۔

۷۸۱، رمضان سدی کی حالت میں اون الفاظ کے اندر جو طلاق پر دلالت نہیں کرتے طلاق کی نیت ضروری ہے اس لیے کہ کنایات اس قسم کے الفاظ میں جو طلاق کے لیے موقوف نہیں ہیں بلکہ محتمل طلاق کے ہیں پس اون میں تعین مراد کے لیے نیت طلاق ضروری ہو اور اگر فاضل نے نیت طلاق سے انکار کیا تو خاوند کا قول معتبر ہو گا اور اس سے حلف لے لیا جائیگا۔

۷۹۱، جو الفاظ صراحتاً طلاق پر نہیں دلالت کرتے بلکہ کنایہ دلالت کرتے ہیں وہ اس قسم کے الفاظ ہیں جیسے توجہ ای، کہ اس سے نکاح سے جدائی بھی مراد ہو سکتی ہو اور ہلایون سے بھی جدائی مراد ہو سکتی ہو اور الگ ہی، خواہ نکاح سے جدا ہو نیوالی یا اپنے اقارب سے جدا ہو نیوالی اور حرام ہی، اس میں یہ بھی محال ہو سکتا ہو کہ اپنی بد مزاجی کے سبب سے پاس بیٹھنے سے محروم ہو اور تیری شکر کندھے پر ہے، اور آمین جوڑنے کی طرف اشارہ بھی اس لیے کہ جب اذنی کو چومنے میں تو اس کی رسی کندھے پر ڈال دیتے ہیں۔ قارب گردن اور کوہان کے درمیان کا نام ہو۔ اب اس میں بھی دو محال ہیں یا توجہ اراد ہو کہ نکاح کے رسی سے توجہ سے گئی یا صاکی رسی سے اور اپنے باپ کے گھر کو چلے جا، یا تو باپ کے گھر کو جانے کی اجازت مراد ہو یا طلاق کی وجہ سے چلا جانا مراد ہو اور رجوئی ہوئی اور علیحدہ ہو، یا تو نکاح سے یا اجبی عادتوں سے اور میں نے تم کو تیرے عزیزوں کے لیے بھنڈا (یا) پیسہ بھی دے رکھا ہے میں کہا کہ غلط ہے تیرے تصور میں

انت الطلاق صریحاً الثنتين لانها جنس الطلاق في الامة۔

۷۸۱، ولقتقر كنایته اليهاى كنایة الطلاق محتاجة الى النية حالة الرضاء لان الكنايات الفاظ غير موضوعة للطلاق بل محتملة له فلا بد من النية لتعين المراد والقول قوله في انكار النية مع اليمين۔

۷۹۱، كبائن فانها يحتمل البينونة من النكاح والخبرات بتلابة كلاهما بمعنى القطع اى منقطة من النكاح او من الاقارب حرام وهو يحتمل حرمة الصعبة لسوء خلقها حبلك على غاربك وهو منبئ على التخلية لان الناقة اذا ارسلت يلقى جملها على غاربك وهو ما بين العنق والسانم يعنى انت مرسله من حبلى النكاح او من حبلى الحياء الحقى باهلك يحتمل لحوقها لكونها مادونة ولحوقها لكونها مطلقة تخلية بربية من النكاح او من حسن الخلق وهبتك لاهلك يحتمل ان يكون معنا لا عفوت عن ذنبك لاجل

اھلک سرحک فارتکھ یحتمل کر دیا اور دین نے کجگو رہا کر دیا اور جا
التسریح والمفارقة بالطلاق او بغیرہ یا اور کسی چیز سے اور تیرا کام تیرے ہا
امرک بیدلک فی حق الطلاق او فی ہامین یا کسی اور چیز میں اور دو آزاد
حق اخرا نیت حرۃ عن حقیقۃ کر کسی کے چوکر ہو یا نکاح سے اور پردہ
الرق اور حق النکاح تقنی استتری چہا اور چادر اور دھسے یا تو اسلئے کر
تسری لانک بائن من اولیلا ہو گئی یا اسلئے کر کوئی غیر تیری طرف نہ
نیزل الیک اجنبی اخرجی اغربی اور دور ہو جا بیٹھے مجھے دور ہو جا ایسا
بالعین المعجۃ والراء المہملۃ طلاق دیدی یا اپنے گروالوں سے
ای بعدی عنی لانی طلقک اور ہو سکتا ہے کہ اغرب، مغرب سے
او لزیرۃ اھلک و یحتمل ان یکون بے خاوند کے عورت کو کہتے ہیں اور بھی جا اور
بالراء المعجۃ وبالعین المہملۃ اٹھ جا اور چوڑے ڈھونڈ لے، لے خاوند ڈھونڈ
من العزوبۃ اذھی قومی اتنی لے اسلئے کہ بھلا ہے یا اپنی جو کر کی سنا نہیں اپنے
الازواج یحتمل الازواج من لیے تلاش کرے۔
الرجال لانہا مطلقۃ او الانزواج + + + +
من النساء + + + +

۸۰۰، ویقع الینونۃ حال مذکورۃ (۸۰۰)، اگر عورت نے خاوند سے طلاق چاہی یا کسی
الطلاق وہی ان تطلب المرأۃ اور نے اس کے لیے طلاق چاہی اور خاوند نے اس
واجبی طلاقہ فی القضاء بما اثنا، میں ایسا لفظ کہا کہ جس سے طلاق کا کنارہ ہوتا
یصلح من الکنایات جواب الازواج ہو اور وہ جواب ہی ہو سکتا ہو اور دوسرے کے
وہی خلیۃ وبریۃ بائن بۃ کلام کار دینیں ہو سکتا ہے تو چوڑی ہوئی ہو یا تو
حرام اعتدی امرک بیدک عتدہ ہو یا عتدہ ہو یا حرام ہو یا دین پورے کرے یا کجگو
اختاری ولا یصدق الزوج فی اپنے کام کا اختیار ہو یا تو اختیار لیے تو عتدہ القاضی
ھذہ الالفاظ ان قال لم ارد بیہا عورت پر طلاق یا تین پڑھائی گیا اور اگر خاوند نے کہا
الطلاق لان الظاہر انہ مرادہ میں نے اس سے طلاق مراد نہیں لی تھی تو اسکی تصدیق
عند طلب المرأۃ الطلاق نہ کیا گیا اسلئے کہ ظاہر میں ہی معلوم ہوتا ہے کہ جب عورت نے

مر طلاق لانی ادا میں نے اس شکوہ لفظ کے کہیں کہ یا تو اسکی مراد طلاق ہے۔

۸۱، قید بالقضاء لا یصدق
دیانتہ فیما بینہ و بین اللہ
تعالیٰ

۸۱، عدل قاضی کی قید اسلئے لگائی ہو کر قیامینہ و بین اللہ
تعالیٰ اوس کی تصدیق کیجائیگی اور اوسکا قول
معتبر ہوگا۔

۸۲، فان انکرھا ای الزوج
النية فی حال مذكرۃ الطلاق صدق
فیما یصلح لهما ای للجواب والرد
وهی اخرجی واذہبی وقومی
وتقنی وتخری واستقری واغری
وانت حرۃ وحبلة علی غاربلہ
ووهبتک لاهلک والحق ابو یوسف
بہذہ الالفاظ خمسۃ اخری دہی
خلیت سبیلک وفارقتک
وسرحتک ولا ملک لی علیک
والاسبیل لی علیک والحقی باہلک
فان ہذہ الالفاظ تحتمل رد
المراۃ عن طلبہا وان یکون
جوابا لہا۔

۸۲، اگر انکار سے طلاق میں ملامت اس قسم کا لفظ
کہا جس میں دوسرے کے کلام کے رد کا بھی احتمال
ہو اب کا بھی احتمال ہو۔ اور پھر غاوند نے کہا میں نے طلاق
کی نیت نہیں کی ہو تو اسکی تصدیق کیجائیگی اور وہ الفاظ ہیں
کہ تجھ پر جلی بیاہٹھ جائے تو صرف وہ کہنا نہ کہ لے سانسے
ست آدھ ہو جا تو آزاد ہے تیری رسی تیری گردن پر
ہے میں نے تجھکو تیرے غنغونہ کے لیے بخش دیا اور
امام ابو یوسف رحمہ نے ان کے ساتھ پانچ لفظ اور بھی ملے
کیے ہیں وہ یہ ہیں میں نے تیرا عجب ہوڑ دیا میں نے
تجھ کو آزاد دیا میں نے تجھ پر ہاکر دیا میں تیرا مالک نہیں ہوں
تجھ تیرے اوپر کچھ دخل نہیں اور اپنے گھر کو جلی جائے لفظ
اس قسم کے ہیں کہ عورت جو طلاق چاہتی ہے اوسکی بات کا
رد بھی ہو سکتے ہیں اور جواب بھی ہو سکتے
ہیں۔

۸۳، و یصدق الزوج فی انکار
النية حالۃ الغضب الا یمصل
جوابا لاغیر ای لا یصلح للرد و
السب فان غضبہ یدل علی
انہ اراد الطلاق الا یری ان من
قتال لغیرہ حالۃ الرضا لست
لا یمیکل لیکون قاذفا و قتالہ
فی حالۃ الغضب لیکون قاذفا

۸۳، اگر غاوند نے غصہ کی حالت میں الفاظ کتابت میں
کوئی لفظ کہلا کر کہا کہ میں نے طلاق کی نیت نہیں کی ہو
تو یہ اور اسکا کتنا بیچ بھا جائیگا بخیر لو ان الفاظ کے رد میں
جواب ہی واقع ہو سکتے ہیں اور دوسرے کے کلام کا رد
نہیں ہو سکتے اور مذکورہ گالی میں استعمال کیے جاتے ہیں
اسلئے کہ اگر اس قسم کا لفظ کہیگا تو اوسکا انکار معتبر نہ ہوگا اور اسکا
غصہ اس بات کی دلیل ہوگا کہ اوس سے طلاق مراد ہی ہو
دیکھو جو کوئی بغیر غصہ کے کسی سے ملے تو اپنے باپ کا بیٹا

وہی اختاری واعتدی وامرأ
بیدلہ واماخلیہ وبریۃ وباش
وبتۃ وبتلۃ وحرام فیمثل
الجواب والسب فان قال اردت
بہا السب حالۃ الغضب
یصدق۔

(۸۴۱) ونجعلہا ای الکنایات
بواش۔

(۸۵) لارداجع ای قال الشافعی
الطلقات الثلثۃ ہذا اللفاظ راجع
لانہا کنایات عن الطلاق ولہذا
یشترط فیہا نية الطلاق فیکون
الواقع بہا طلاقا۔

(۸۶) ولان الحاجة ماسة
الی اثبات البینونة فی الحال کیلا
یقصر فی مراجعتها بلا قصد و
الکنایات ابغر فی الدلالة علیہا
ولا نسلم انہا کنایات عن الطلاق
لانہا یعمل عمل نفسها وهو البینونة
وشرط النية فیہا لتعین بعض
محتملاتہا لانہا یعمل
عمل الصریح وتسمیہا کنایات
مجاز۔

(۸۷) ویصح نية الثلث والغینا
الثنتین فی الکنایات۔

منین ہو تو یہ تذف بالزنا سمجھا جائیگا اور اگر غصہ کی
ماثلتین کیسے کہ تو قاذف ہو جائیگا اور وہ الفاظ جو صریح جواب
ہو سکتے ہیں یہ ہیں۔ تو اپنا امتیاز لیلے۔ اور دن پورے کہے
اور تیرے کام تیرے ہاتھ میں ہے۔ اور سوائے انکے جو یہ الفاظ
ہیں کہ تو مجھ پر ہی ہو لی ہو۔ اور ظہر دے ہو۔ اور مجاہد ہو۔ اور بے عقل ہو
اور حرام ہو تو ان میں جواب ہونے کی بھی صلاحیت ہو اور گالی میں بھی تھا
(۸۴۱) جاہلے نزدیک الفاظ کنایات سے جو طلاقین واقع ہوتی
ہیں وہ بائن ہوتی ہیں رسمی منین ہو تین۔

(۸۵) امام شافعی رحمہ فرماتے ہیں کنایات سے جو طلاق
واقع ہوتی ہے وہ رجعی ہوتی ہے اسلئے کہ طلاق سے
ہے کنا یہ ہوتی ہیں اسی لئے انہیں نیت طلاق شرط
کی گئی ہے پس اسے جو واقع ہوگی وہ طلاق
ہوگی۔

(۸۶) ہجاری دلیل یہ کہ کباہات اسباب کی ہدایت واقع ہو سکتی
ہے کہ او سبوقت علحدگی ہو جائے تاکہ بلا قصد اس سے
مراعت نہ کرے بیٹھے اور کنایات اس معنی پر پوری پوری
دلالت کرتے ہیں اور ہم منین ماننے کہ وہ طلاق سے کنا یہ
ہیں بلکہ وہ اپنا خود اثر یعنی بیہوش ثابت کر دیتے ہیں
اور نیت اسلئے شرط ہے تاکہ کئی احتمال میں سے
ایک احتمال کی تفسیر ہو جائے یہ بات
منین ہے کہ وہ صریح طلاق کا اثر کرتے ہیں
اور اولکنا نام کنا یہ نور کنا مجاز ہے

(۸۷) کنایات کہ اندر تین طلاق کی نیت کرنی صحیح ہو
وہ طلاق کی نیت کی تو لغو ہوگا۔

۸۸۸) امام زفر فرماتے ہیں اگر دو طلاق کے بھی کنایات کے اندر دیتے کرتی تو صحیح ہے اور ان کی دی دلیل ہے جو صریح طلاق کے اندر بیان ہو چکی اور جاری دلیل یہ ہے کہ ہر طرح موجودات نائیمین دو قسم کی عدالی ہوتی ہے کہ بعض تماینین کا افعال ممکن ہوتا ہے اور بعض میں اتصال کا احتمال نہیں ہوتا اس طرح شرعیات میں بیعت کی دو قسم ہیں یعنی خفیہ اور منظمہ اور طلاق نام پر رفع قید نکاح کا وہ ایک ہی چیز ہے جسکی میں نہیں نکل سکتیں۔

۸۹۰) کنایات طلاق سے بدون تین طلاق کے نیت کے تین طلاق نہیں واقع ہو سکتیں بلکہ سب کا یہی قول ہے کہ بلا تین تین طلاق کے ایک ہی طلاق واقع ہوگی اسلئے کہ ایک سے حرمت ثابت ہو جاتی ہو پس ایک ہی کا واقع کرنا مستحکم ہو تاکہ پھر اسکا تمارک ہو سکے۔

۹۰۱) غیر مدخولہ کے ساتھ ایک کی نیت کرنا خاص نہیں ہے بلکہ مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ ایک کی نیت سب میں صحیح ہے مگر امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر مدخولہ ہو تو کنایہ تین تین طلاق میں اسکی اوپر واقع ہو جائیگی چاہے تین کی نیت کرے یا نہ کرے اسلئے کہ اسکا مقتضی حرام ہو جائے اور حرمت بدون تین طلاقوں کے ثابت نہیں ہوتی اور اگر غیر مدخولہ ہے تو وہ ایک ہی طلاق سے حرام ہو جائیگی اسلئے کہ اس کے حریم ہونے کے لیے ایک ہی طلاق کافی ہے ہر طرح طلاق صریح میں۔

۸۸۹) خلاف الزفر لہ ما مر من الدلیل فی الصریح ولنا ان المینونة بین الشئین متنوعة فی الحسیات لانہما قد یحتمل انقبأ لہما وقد لا یحتملہ فکذا تنوعت فی الشرعیات والطلاق عبارة عن رفع القید وهو واحد لا یتصور اکثر من واحد۔

۸۹۰) ولم یوقعوا بها ای بالکنایات بلانیة مثلا نابل قال لایقع بالکنایة واحدة لان الحرمة یتثبت بها وحی اولی بالایقاع لیستکھ التدارک۔

۹۰۰) واما بخصوص النية الواحدة بغیر المدخول بہا بل قال لایقع نية الواحدة من دخولها كانت او غیہا۔

و ذال مسائل ان كانت من دخولها یقع بالکنایة تلفظ وان لم یبولان مقتضاها التحريم والحرمة انما یتثبت بالثلث وان كانت غیر مدخول بہا فاما تبین بواحدة فقط لانها کافیہ فی تحریمها کافی الصریح

۹۱، ہمارے نزدیک اگر عورت سے کہا تو واحد ہے تو ایک رجعی طلاق واقع ہوگی جیسے اگر کہے شمار کرے یا اپنے رحم کو پاک کرے تو ہمارے نزدیک ایک رجعی واقع ہوتی ہے یعنی اگر جب بالاتفاق یہ الفاظ کنایات میں ایسے کہ واحدہ میں استعمال ہو کہ طلاق کی صفت ہو یعنی تجعیر ایک طلاق ہے اور ہو سکتا ہے کہ عورت کی صفت ہو یعنی حسن حال میں تو کہتا ہے بعض کہتے ہیں اگر واحدہ نصیبی کہا تو تب تو طلاق کی صفت ہے اور اگر رفع سے واحدہ گما ہو تو عورت کی صفت ہے مگر صحیح یہ ہے کہ وہ نون میں کچھ فرق نہیں ہے ایسے کہ عوام کو اعزاء میں کیا تمیز ہوتی ہے۔ اس طرح جو امر سنے کہا شمار کرے، ہو سکتا ہے یہ مراد ہو کہ خدا کی نعمتیں شمار کرے بعض شمار کرے تو طلاق دیدی گئی ہے اس طرح ہو سکتا ہے کہ اپنے رحم کو پاک کرے، یا تو ایسے کہ وہ طلاق دینا چاہتا ہو یا ایسے کہ طلاق دیکھا ہو یا جو کہ یہ تینوں الفاظ مذکورہ کنایہ کے الفاظ میں مگر ہمارے نزدیک ان سے طلاق رجعی واقع ہوگی۔

✱ ✱ ✱ ✱

۹۲، الامم فرم فرماتے ہیں یہ بھی مثل اور کنایات کے ہیں جس طرح ان سے بات ہوئے ہے اس طرح ان سے بھی بات ہوگی

۹۳، ہاری دلیل یہ ہے کہ واحدہ حسن تقدیر بطلاق کی صفت ہے تو وہ تو گویا صریح طلاق ہے اور دوسرا الفاظ ایسے طلاق جو جو

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تا وہ پھر رجوع فرمایا اور تیسرا الفاظ یعنی اپنے رحم کو پاک کرے

ایسے طلاق رجعی ہے کہ جو بات حیضوں کے شمار کرنے سے منطوق ہے یعنی رحم کا پاک ہونا اور مراد یہ لفظ دالالت کرتا ہے۔

۹۱، ووقعنا بابت واحدہ واحدہ رجعیہ کا اعتدی واستبری رحمہ لابائتہ یعنی ہذا الفاظ کنایات بالاتفاق لان الواحدہ یحتمل ان یکون صفة طلقہ ای انت طالق طلقہ واحدہ وان یکون صفة امرأۃ ای انت منفردہ فی الجمال وقیل ان نضب واحدہ یکون صفة طلقہ وان رفعها یکون صفة امرأۃ والصحیح ان لا فرق بینہما لان العوام لا یبیزون الاعراب وکن الامرۃ باعتبار ادھا یحتمل عد نعم اللہ وعد الاقراء لسبوت الطلاق وکن ابراءہ رحمہا یحوز ان یکون لیطلقہا اور بعد ما طلقہا لکن یقع بہا رجعیۃ عندنا۔

۹۲، وقال زفر یقع بآئتہ لانہا کسائل لکنایات۔

۹۳، ولنا ان واحدہ نعت طلقہ وہی صریحہ واما اللفظ الثانی فلانہ عم قال لسودہ اعتدی ثم راجعہا واما الثالث فلانہ صریح بما هو المقصود فی اعتداد الاقراء وهو بآئۃ الرحم

پس جب اس نے یہ ارادہ کیا کہ اپنے رحم کو پاک کرے اس لیے کہ تو مطلق ہو تو اصل طلاق ثابت ہوگی اور ایک زائد صفت یعنی مینوت کے ثابت کرنے کے ضرورت نہیگی مگر یہ جب یہ کہ مدخل سے کہے اور اگر غیر مدخل سے کہا تو اس کے بھی محض طلاق کے لیے استعارہ کر لین گے اس لیے کہ طلاق اس کا سبب ہے الجملہ ہے اگرچہ بیان طلاق سبب استبراء رحم نہیں ہے۔

* * *

(۹۴)، مدخل کو ایک طلاق دیکر غاوند کو ممکن ہو کر اس کی عدت میں اس کو ایک کو تین کر دے یعنی اگر ایک شخص نے اپنی مدخل بیوی کو ایک طلاق دی اور اس کی عدت میں کم دیا کہ تین نے اس کو ایک طلاق کو تین طلاق کر دیا تو امام صاحب رحمہ فرمادیک تین ہو جائیں گی اور صاحبین رحمہ کے نزدیک نہیں اس لیے کہ ایک طلاق تین طلاق نہیں ہو سکتیں امام صاحب رحمہ کی دلیل یہ ہے کہ اگر ایک کے ساتھ دو ملا دی جائیں تب تو تین ہو سکتی ہیں اور اس کا یہ کلام اسی پر محمول کیا جائیگا تاکہ ان کو محض ہرے و جب اسے کہا میں ایک تین کر دیا تو گویا یہ کہا کہ ایک کے ساتھ دو ملا کر تین کر دیا پس تین واقع ہو گئی جس طرح ہرے کو کہتا کہ میں نے اس کو ایک کے ساتھ دو ملا تین اور ملا دین۔

(۹۵)، امام محمد رحمہ کے نزدیک اگر جمع طلاق کو عدت کی ماقبہ غاوند بائن کر دے تو باطل ہے بخلاف امام صاحب رحمہ اور امام ابو یوسف رحمہ کے۔

(۹۶)، عقیقہ میں مذکور ہے کہ جب یہ کہ رحمت سے قبل اس کو بائن کرے اس کا اگر رحمت کے بعد اس کو بائن کیا تو بالا اتفاق صحیح نہیں ہے اس لیے کہ رجوع کرنے سے طلاق کا عمل

فاذا نوى ان يكون البراءة لكونها مطلقة يثبت اصل الطلاق بلا احتياج الى اثبات وصف زائد وهو البينونة هذا اذا قاله المدخل بها وان قاله لغير المدخل بها يجعل مستعارة اعضا عن الطلاق لانه سببه في الجملة وان لم يكن سبباً له في هذه الحالة۔

(۹۷)، ولہ جعل الواحد في المدخل بها ثلثا يعني اذا طلق امرأته المدخل بها طلقة واحدة وقال في عدتها جعلتها ثلثا كانت ثلثا عند أبي حنيفة وقال لا يكون لان الواحد لا يكون ثلثا وله ان الواحد يصير ثلثا بضم اثنين اليها فيعمل كلامه عليه صونا عن الانفاء فكانه قال جعلتها ثلثا بضم اثنين اليها فيقع الثلث كما صرح بذلك۔

(۹۸)، وابطل محمد جعلها اى جعل الزوج الطلقة الرجعية في عدتها بائنة وقال لا يبطل۔

(۹۹)، وفي المحيط هذا اذا كان قبل الرجعة لانه لو راجعها ثم قال جعلتها بائنة لا يصح اتفاقا لانه

بالرجعة ابطال عمل الطلاق
فتعذر جعلها بائنة۔

بالکل باطل ہو گیا پس اس کا بائن کرنا
ناممکن ہے۔

(۹۷) له ان الزوج لا يملك ان
يبطل خيار الرجعة بعد ما ثبت
له شرعاً ولهما ان كان يملك
جعله بائناً ابتداءً فدل ان
داخل في ولايته فيصم الحاق هذا
الوصف به تعميماً لتعمير فهو تضيلاً
لغرضه۔

(۹۷) امام محمد رحمہ صاحب کی دلیل اس بات پر کہ طلاق
رجوع کو بائن نہیں کرتا یہ کہ بعد اس بات کے کہ شرع نے
اوسکو رجعت کا اختیار دے دیا ہے وہ اوس اختیار
باطل نہیں کر سکتا ہے اور اون دونوں کی دلیل یہ کہ اولاد اس
طلاق کو بائن کر سکتا تھا پس اس سے معلوم ہوا کہ اس کا
بائن کرنا اوسکی اختیار میں ہے لہذا وصف بیعت کو اب بھی پختہ
حاصل کرنے اور اپنے تصرف کے صحیح کرنے کے لیے ثابت کر سکتا ہو۔

(۹۸) ولو قال لست امرأً
او لست زوجك او ما انا اى
ما انا بزوجة او ما انت لى
بامرأً ة فهو واقع بالنية اى
الطلاق واقع عند ابي حنيفة
اذا نوى به والغيا لى قال
لا يقع الطلاق۔

(۹۸) اگر کوئی کہے کہ میں تو میری بیوی نہیں ہوں یا میں تیرا
خاوند نہیں ہوں یا میں جو ان میں تیرا خاوند یا نہیں ہے
تو میری بیوی اور اس سے غلام کی نیستی کی تو امام حنفی
کے نزدیک واقع ہو جائیگی اختلاف صاحبین
رحمہما اللہ کے کہ اس کے نزدیک لغو سمجھا
جائیگا۔

* * *

(۹۹) اقول لو لم يردف كان احس
لانه في طرف التقى۔

(۹۹) میں کہتا ہوں اگر صاحبین کا مذہب ذکر کیا جاتا تو نہایت
اسی کے کہ وہ ہمارے مذہب سے جانب افعی میں واقع ہو۔

(۱۰۰) قيد بالنية لانه اذا لم
ينوبه لا تطلق اتفاقاً۔

(۱۰۰) نیت طلاق کی اس لیے قید لگا لی ہے کہ اگر نیت
نہیں کی تو بالاتفاق نہ واقع ہوگی۔

(۱۰۱) وفي الخانية لو قالت طلقني
فعال لست لى امرأً ة يقربه

(۱۰۱) خانہ میں مذکور ہے اگر بیوی نے خاوند سے کہا تو مجھے
طلاق دیدے اور خاوند نے کہا تو میری بیوی نہیں ہے تو بالاتفاق

الطلاق اتفاقاً من غير نية
(۱۰۲) لهما ان هذه الالفاظ

طلاق واقع ہو جائیگی اور نیت کی ضرورت نہیں ہے۔

اكثر للکاح فلا يصح نية الطلاق

(۱۰۲) صاحبین رحمہ کی دلیل یہ کہ کمان الفاظ میں
کلیں سے انکار ثابت ہوتا ہے اور جس چیز میں کلیں سے

اٹھایا جائے اس سے طلاق کی نیت نہیں کر سکتے
کے فعل کی قسم تو میری بیوی نہیں ہو اور اہم صاحب مکر یہ دلیل
ہو کہ یہ الفاظ طلاق واقع کر تے ہی صلاحیت رکھتے ہیں جب ان سے
طلاق کی نیت کی تو ایسی چیز کی نیت ہوئی جسکے یہ الفاظ عقل میں
بخلاف اس صورت کے جس سے صاحبین نے استنباط کیا ہو
اسیے کہ قسم تو خبر کے ساتھ متعلق ہو اگر کسی کو اور اس کو انکار
کر ہی نہیں سکتے۔

ما هو انكار له كما لو قال والله
ما انت بامرأتى وله ان هذه
العبارة صالحة لانشاء الطلاق
ايضا فاذا نوى الطلاق فقد نوى
ما يحتمل لفظه بخلاف ما استشهدنا
به لان اليمين انما يقتضى بالاجبار
فلم يمكن جعله انشاء۔

۱۰۳۸۔ میں نے مذکور ہو کر کہ میری طلاق ہے
اوپر واجب ہو تو صحیح یہ کہ واقع ہو جائیگی اور اگر غلط ہے
کہ اگر تیرا آزاد کرنا میرے اوپر واجب ہو تو غلام آزاد نہ کیا
اور دونوں میں فرق یہ ہو کہ نفس طلاق کہی واجب نہیں
ہو اگر فی ثلکہ او سکا حکم واجب ہو اگر تاہو اور حکم بعد
و وقوع کے ہو تاہو اسیلے وقوع ضروری ہوا اور آزاد کرنا
ایسی چیز ہے کہ کہی واجب ہو اگر تاہیے مثلاً نذر کی
صورت میں۔

۱۰۳۹۔ وفي المحيط لو قال طلاقك
علي واجب فالصحيح انه يقيم ولو قال
لعبداء عتقك علي واجب
لا يعتق والفرق ان نفس الطلاق
لا يكون واجبا وانما الواجب
حكمه وذا لا يكون الا بعد
الوقوع ونفس العتق يجب في
الجملة كما في النذر۔

۱۰۴۰۔ اگر کہتا ہوں کہ جو روئے پر طلاق ہو اور جو بھی
وہ بصرف کارہنے والا ہو تو اس کی بیوی پر امام ابو یوسف رحمہ
کے نزدیک طلاق واقع ہوگی جب تک کہ نیت نہ کہے
اور اسی پر رفتی ہو اور امام محمد رحمہ کے نزدیک طلاق
واقع ہو جائیگی۔

۱۰۴۱۔ ولو قال نساء اهل
بصرة طوائف وهو من اهلها
لا تطلق زوجته ما لم ينوبها
عند ابي يوسف وبه يفتى ويطلق
عند محمد۔

۱۰۵۰۔ اگر یہ کہتا کہ جو شخص اس مکان میں آنے اور کسی
جو رو پر طلاق ہو اور اپنی بیوی کی طلاق کا ارادہ نہیں کیا
اور وہ خود مکان میں آیا تو وہاں میں بھی یہی اختلاف ہے
جو اوپر کے مسئلہ میں ہے۔

۱۰۵۱۔ وعلى هذا الخلاف لو قال
كل من دخل هذه الدار فامسأته
طالق ولم ينو نفسه قد دخل هو
تلك الدار۔

۱۰۶۰۔ اگر بیوی سے کہتا میرے اوپر طلاق ہے تیری طرف

۱۰۶۱۔ ونلغى قول الزوج لامرأته

انامنك طالق وان نوى به الطلاق۔

تو ہمارے نزدیک یہ ہو سکا قول لغو ہے اگر یہ عورت کی طلاق کی نیت کرے۔

۱۰۷) وقال الشافعي لا يلغى بل يقع به لان الطلاق شرع لازالة النكاح وهو قائم بهما فيصح اضافة الطلاق اليه كما صححت اليها۔

۱۰۷) امام شافعی رحمہ فرماتے ہیں لغو نہیں ہے بلکہ طلاق واقع ہو جائیگی اس لیے کہ طلاق ازالہ نکاح کے لیے مقرر ہوئی ہے اور نکاح دونوں کے ساتھ قائم ہے لہذا خداوند کی طرف بھی طلاق کی نسبت ہو سکتی ہے جس طرح بیوی کی طرف ہوا کرتی ہے۔

۱۰۸) ولنا ان الطلاق ازالة قيد الملك الثابت بالنكاح ولا ملك لها فيه ولا يبطل نكاح المسلم الكتابة اذ لا سبيل للنكاح فرعلى المسلم فيلغو كلامه۔

۱۰۸) ہماری دلیل یہ ہے کہ طلاق اس قید کے زائل کرنے کا نام ہے جو ملک نکاح سے ثابت ہوا کرتی ہے اور ملک عورت کے ثابت نہیں ہوتا وہ مسلمان مرد اور کتایہ عورت میں نکاح درست نہوا اس لیے کہ کافر کو مسلمان پر حکومت نہیں ہو سکتی لہذا خداوند کا یہ کلام لغو سمجھا جائیگا اور طلاق نہ واقع ہوگی

۱۰۹) لا بائن او حرام يعني لو قال لها انامنك بائن او حرام لا يلغو بل يقع اتفاقا لان الابانة ازالة وصلة النكاح والحرام ازالة المحل وهما مشتركان فيهما۔

۱۰۹) اگر یہ کہا جائے کہ عورت سے جدا ہوں یا حرام ہوں تو ہمارے نزدیک یہ بھی یہ کلام لغو نہوا کا بلکہ بالاتفاق طلاق واقع ہو جائیگی اس لیے کہ جدا ہونا علاقہ نکاح کو زائل کرنا ہے اور حرام ہونا محلت کو زائل کرنا ہے اور وہ دونوں میں مشترک ہے۔

۱۱۰) فان قلت اذا قال لامرأته انت بائن يقع واذا قال انابائين لا يقع ما لم يقل منك ولو كانت الوصلة مشتركة بينهما لا ستوى القولان قلنا وصلتهما مختصة بزوجهما فبين بقوله انت بائن ووصلته غير مختصة بها الجوزان يكون له وصلة اخرى بامرأة

۱۱۰) اگر یہ کہا جائے کہ عورت سے اگر خداوند کے توجہ سے تو طلاق واقع ہو جاتی ہے اور اگر نہ کہے کہ میں جدا ہوں تو واقع نہیں ہوتا جب تک اس کے ساتھ یہ نہ کہے کہ تیری جانب سے اور جبکہ علاقہ نکاح کے دونوں میں مشترک ہونے کے فردی تھا کہ دونوں قول برابر ہوتے تو اس کا یہ جواب ہے کہ عورت کا علاقہ تو صرف اس خداوند کے ساتھ مختص ہے اس لیے کہ یہ کہنے سے کہ تو جدا ہے علاقہ ہٹا رہا ہے اور طلاق واقع ہو جاتی ہے اور خداوند کا علاقہ اس عورت کے ساتھ مختص نہیں ہے بلکہ ہو سکتا ہے

اخری فلا یقع ما لم یقل منك۔
 ۱۱۱، ولو قال انت طالق واحدة
 او لاحکم بواحدة ای حکم بحد
 بطلقة واحدة والغیاہ
 ای قال لا یقع به شیء۔

۱۱۲، له انه ادخل الشك في
 الواحدة فيسقط فيبقى قوله انت
 طالق نیقع ولهما ان الطلاق
 اذا قرن بالعدد یكون بمنزلة
 کلمة واحدة فلا حکم له قبل ذکره
 ولهذا الوقال لغیر المدخول بها
 انت طالق ثلاثا فانها بانت بقوله
 طالق فلا یقع الثلث فاذا بطل
 الواحدة بالشك بطل الایقاع
 ایضا۔
 - آخر منہم

۱۱۳، ولو قال لزوجته الکأمة
 انت طالق ثنتين مع عتق مولاك
 اراد به الاعتاق لانه مسبب
 وذكر المسبب ارادة السبب شائع فاعتقا مولاها
 ملك الرجعة ای الزوج ما جعها
 لانه علق الطلقتين بالاعتاق
 والمعلق یوجد بعد الشرط
 فتطلق وهي حرة فلا یجزم علیه
 حرمة مغلظة بالثنتين

۱۱۴، لا یقال كلمة مع ینافیہ

کہ دوسری عورت سے بھی اوسکو طلاق نکاح ہو لہذا جب کہ
 ۱۱۱، اگر فائدہ نہ لے کہا تجسیر ایک طلاق ہو یا نہیں تو امام
 فرائضین ایک طلاق واقع ہو جائیگا اور ابو یوسف و ابو حنیفہ کے نزدیک
 یہ کہنا لغو ہو گا اور کچھ نہ واقع ہو گا۔

* * *
 ۱۱۲، امام محمد رحمہ کی دلیل یہ ہو کہ اوسنے ایک میں شک
 ثابت کر دیا اسلئے ایک کا لفظ ساقط ہو جائیگا اور یہ قول کثیر
 طلاق ہو بدستور باقی رہیگا اور اوس سے ایک طلاق واقع
 ہو جائیگی امام صاحب رحمہ اور امام ابو یوسف رحمہ کی یہ دلیل
 یہ کہ جب طلاق کے ساتھ عدد کا ذکر کیا گیا تو وہ سب
 بمنزلہ ایک کلمہ کے ہو گا اور بدون اوس عدد کے ذکر کر کے
 طلاق کا حکم ثابت نہ ہو گا اسلئے اگر غیر خود کہہ کہنا تو طلاق
 پانے والی جو تین طلاق تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ صرف اتنے کہنے سے
 کہ تو طلاق پانے والی ہو وہ جہاں لگی گوتیں ملا تیں نہ واقع ہوگی
 یہ وجہ سورت مذکورہ میں ایک کے اندر شک ہو گیا تو ایضاً طلاق
 ۱۱۳، اگر اپنی بیوی سے جو کسی کی چوکر کی تھی یہ کہا کہ تیرے
 مالک کے آزاد کرتے ہیں سنا تجسیر دو طلاقیں ہیں اور اوسکے مالک

اوسکو آزاد کر دیا تو اس پر دو طلاقیں واقع ہو جائیگی مگر غرض
 اوسکی طرف رجوع کر کے نکاح آزاد ہونے سے من میں آزاد کرنا
 مراد ہو اسلئے کہ آزاد کرنا اور کاسبب ہو اور سبب ہو کہ
 اکثر سبب مراد کر لیا کرتے ہیں، اور فائدہ اسلئے اس وقت میں
 رجوع کر سکتا ہو کہ اسے طلاق میں مالک کہ آزاد کرنے کی
 شرط لگا ئی ہو نہ شرط و لا شرط کے بعد پایا جاتا ہے
 تو اس پر ایسی حالتیں دو طلاقیں واقع ہوگی جبکہ وہ حرہ ہوگی
 ۱۱۴، یہ نہیں کہہ سکتے کہ کس کا لفظ بعد کہ پانے والی کی

مقام در بر سر کے کہ جسے بار اس میں اس وقت کہ طلاق واقع ہوگی۔

یہ کہ اگر اس وقت کہ اس نے کہا کہ میں نے اس سے طلاق کر دی ہے

سنائی ہو ایسے کہ جس طرح کا لفظ بعد کے نسخہ میں بھی آتا ہے طرح
اللہ پاک کے کلام میں واقع ہو ان کے نسخہ میں نسخہ تحقیق دشوار ہوگا
۱۱۵۱، اگر کامائے کعبہ میں مذکور ہو اگر ایک شخص نے
اجنبیہ عورت سے کما تیرا کہن ہوئے ہی مثلاً تجبر طلاق ہو تو یہ کلام
نقض ہوا ہو کہ کما تیرا کہن مع کعبہ کے نسخہ میں نہیں لیا جاتا کہ اسکا
کلام لغو ہو تو اسکا یہ جواب ہو کہ طلاق کو نکاح کے ساتھ منافقا
ہو لہذا جب تک طرح شرط کا لفظ نہ کہا جائے طلاق اس کے ساتھ
مشروط نہیں ہو سکتی ایسے وہاں مع کو اس کے حقیقی نسخہ پر
جوڑا ہوا ہو گا پس اس کا کلام لغو ہو گا بخلاف طلاق اوقتی
کے کہ ان میں منافقات نہیں ہے لہذا اس کے کلام کے صحیح نسخہ
کے یہ مع کو بعد کے نسخہ میں لے لیا جائیگا اور اس کی نظیر
ہو کہ اگر انہی بیوی سے جو کسی کی چھوڑ کر کسی کے اندر
داخل ہوئے میں تجبر طلاق ہو تو طلاق دخول کے ساتھ ملتی
ہوگی اور اگر اجنبی عورت سے کما تیرا کے ساتھ نکاح کرنے
میں تجبر طلاق تو لغو ہو گا۔

* * * * *
۱۱۶۱، اگر اپنی بیوی سے جو کسی کی چھوڑ کر بیوی سے کما
کہ کل کی آتی ہی تجبر و طلاقین ہیں اور اس کے ایک نے
بھی یہی کما کہ کل کے آتی ہی تو آزادی ہو تو کلا ہوتے ہی کہ
دو طلاقین واقع ہو جائیں گی اور امام محمد رحمہ کے
نزدیک وہ بیوی کی طرف رجوع بھی کر سکے گا
مگر امام صاحب اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک
رجوع نہ کر سکے گا

* * * * *
۱۱۶۲، امام محمد رحمہ کی دلیل یہ ہو کہ معلق کا مال شرک

لا نہا قد تخی معنی بعد بقولہ
تعالیٰ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا۔ عظیم ہے یہ
۱۱۵۱، فان قيل ذكر في الجاعم
من قال لاجنبية انت طالق
مع لكاحك فهو لغو فلم يجعل
هنا مع معنی بعد لجم کلامہ
قلنا لان الطلاق مع النكاح
متنافيان فلا يعلق به الا بصريح
الشرط فابقينا مع على حقيقته
فلما اختلف الطلاق والعنف
فانهما لا يتنافيان فجعل مع معنی
بعد صهيح الكلامه ونظيره مالو
قال لامرأتك انت
طالق في دخولك الدار يعلق
بالدخول ولو قال لاجنبية
انت طالق في لكاحك يلفو۔

۱۱۶۱، ولو علقها بجي الغداى
قال لامرأته الامه انت طالق
فنتين اذ اجاء غدا والمولى عتقها
به اى قال لها مولاها اذ اجاء
غدا فانت حرة ملكه اياها
اى جعل محمد زوجها مالكا
للرجعة وقالا ليس له
الرجعة۔

۱۱۶۱، لمان المعلق والمرسل

عند الشرط فضا كان الاعتراف والتطليق وحدا في ذلك الوقت فيقع العتق او لا لان الاعتراف مندوب والتطليق مخطور فيتاخر حكم المخطور كما ان حكم البيع الفاسد وهو الملك تاخر الى وجود القبض لكونه مخطورا ولهما ان الاعتراف علة للعتق وكن التطليق علة للطلاق فكما اقترن العلتان في الزمان اقترن معلولهما فكل من العتق والطلاق يتصا د فهما وهى امة

۱۸۱، لكن عدتها مقدرة بثلاث حيضات اتفاقا لا نهائيا حتى اتي اثباتها صيانة عن الاشتباه بخلاف المسئلة الاولى لان العتق مثله شرط فيقع الطلاق بعده۔

۱۱۹، او بموت مولاها وهو اخوة اى اذا قال لامرأة وهى امة اخيه اذ امات مولاك فانت طالق ثنتين فمات المولى فور نفاى الزوج يرفعهما اى ابو يوسف الطلقين ويجوز عليه حرمة مغلظة۔

۱۲۰، وخالفه اى قال محمد

پائے پائے کے ساتھ ایسا ہے جیسے غیر علی کا مال ہے تو ایسا سمجھنا چاہیے کہ طلاق اور عتق دونوں کل کے روز پائے گئے ہیں اور لا عتق پایا یا بیٹھا کیسے کہ آزاد کرنا مستحب چیز ہے اور طلاق ایک بری چیز ہے پس اسکا حکم عتق کے حکم سے ثبوت میں موخر ہوگا بطرح بیج فاسد کا حکم پہنے ملکیت وقت قبض تک بسبب ممنوع ہونے کے متاخر ہوتا ہے اور امام صاحب رحم اور امام ابو یوسف رحم کی دلیل ہے کہ آزاد کرنا آزاد ہونے کی علت ہے اور طلاق نیز طلاق پڑنے کی علت ہے پس بطرح دونوں علتیں ایک زمانہ میں ساتھ ساتھ پائی جائیگی اسی طرح دونوں کی معلول ایک ہی زمانہ میں ساتھ ساتھ پائی جائیگی پس طلاق اور عتق اس کیوں کہ ساتھ دونوں ایسی حالتیں متعلق ہوئی ہیں کہ بدقت وہ چور کرے

۱۸۱، اگر بات ہو کہ بالاتفاق عدت اسکی تین ہی حیض معین کہا جائیگی بطرح حرہ کی ہوتی ہے اسلیے کہ عدت کے ثابت کرنے میں اشتباہ حریت سے بچنے کے لیے امتیاز کہا جائیگا فہا ان مسئلہ اولی کے کہ وہاں عتق ہونے کو طلاق کی شرط گردانا ہے اور طلاق اس کے بعد واقع ہوگی اور لا محالہ اسکی عدت تین ہی ہے ۱۱۹، ایک شخص نے اپنی بیوی سے جو اس کے بہائی کی باندی تھی کہا اگر تیرا مولیٰ مر جائے تو تجھے دو طلاقیں ہیں اور مولیٰ مر گیا اور اس شخص کو اپنے بہائی کے وکیل یہ باندی ملی تو امام ابو یوسف رحم کے نزدیک اس کے اوپر دو طلاقیں واقع ہو جائیگی اور حرمت مغلظہ اس کو ثابت ہو جائیگی۔

۱۲۰، امام محمد رحم فرماتے ہیں کہ نہ واقع ہوگا اسلیے

کہ اپنے بھائی کے مرنے کے بعد غاوند اس جو کری کا مالک ہو گیا اور مالک ہونے کے وجہ سے نکاح کا تار ہا اور طلاق بھی مرنے کے بعد ہی پائی جا سکتی ہے اس لیے کہ وہ مشروط الموت تھی پس ایسے وقت میں اس کے ساتھ طلاق متعلق ہوگی جو وقت میں اس کا نکاح زائل ہو چکا ہے لہذا واقعہ ہوگی۔

۱۲۱۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک وقوع طلاق کی وجہ یہ ہے کہ وارث کی مالکیت مورث کے مرنے کے بعد ہی نہیں ہو جاتی بلکہ اس وقت مالکیت ہو تی ہے جب میت کی حاجت مختلف چیز تکفین اور ادائے دین وغیرہ کے مال بچ رہے اس لیے کہ ہر چیز میں باقی اجزاء کے ہلاک ہونے کی تقدیر پر بات کا اطلاق ہے کہ میت کی حاجت سے زیادہ نہیں ہو اس ثابت ہوگا کہ دو طلاقیں اس جو کری کے ساتھ ایسے وقت میں متعلق ہو سکتی ہیں جو ۱۲۲۔ اس اختلاف کا نتیجہ ثبوت نسب میں غلام ہو چکا کہ اس جو کری کے چہرہ معینہ کے بعد دو برس تک اگر کچھ اولاد پیدا ہوئی تو وہ ثابت نسب ہوگی یا نہیں امام ابو یوسف کے نزدیک تو اس کا نسب ثابت ہوگا اس لیے کہ دو طلاقیں واقع ہونے سے وہ جو کری اس کے اوپر حرام ہو گئی جو رسم غلیظہ اور اب اس کے ذات کے مالک ہو جانے سے اس سے صحبت درست ہوگی جب تک کہ دوسرے غاوند سے نکاح نہ کرے اور دو سال تک جو کچھ اس کے پیدا ہو گا بہتری کا لحاظ کر کے یہی سمجھا جائیگا کہ مالک نکاح کے محل سے پیدا ہوا ہے اور امام کے نزدیک نسب ثابت ہوگا مگر اس وقت کہ چہرہ معینہ سے

لا یقع شیء لان الزوج ملکہا عقید موت اخیه و زال به النکاح و الطلاق ایضا یوجد عقیدہ لانہ معلق بہ فیضاد فیہا الطلاق حال نزول النکاح فلا یقع۔

۱۲۱۔ ولہ ان ملک الوارث لا یتعقب الموت بل یحقق اذا استغنی المیت عن مالہ بتجهیزه و اداء دینہ لان کل جزء یجوز ان یکون محتاجا الیہ بتقدیر ہلال الباقی فیضاد فیہا الطلاقان وہی امة منکوحہ۔

۱۲۲۔ وشرط الخلاء تظہر فی ثبوت النسب بعد ستة اشهر الى سنتین هل یتثبت ام لا فعن ابی یوسف یتثبت لان الامۃ حرمت علیہ حرمة غلیظۃ بطلقتین ولم یجل لہ بملک الیمین و طہیہا حتی تکلم رجلاً غدیہ و حمل علوقہا من النکاح الی سنتین حلالا للصلاح و عند محمد لا یتثبت الا ان تاتی باقتل من شعة اشہر کذا فی الحجامع المصغیر۔

کم میں پیدا ہو۔ کذا فی المجامع المصغیر

۱۲۳۔ اگر طلاق کو کسی قسم کی زیادتی یا شدت کے ساتھ

۱۲۳۔ ولو وصفہ بضرب من

صفت کر کے بیان کیا تو ہمارے نزدیک بائن واقع ہوگی جبھی
۱۲۴۰، امام شافعی رحمہ فرمائیں اگر مدخولہ عورت ہو
تو اس وقت میں رجعی واقع ہوگی۔

۱۲۵۰، مدخولہ کی قید اس لیے لگائی ہے کہ غیر مدخولین بالاتفاق
بائن واقع ہوگی۔

۱۲۶۰، زیادتی اور شدہ کے ساتھ صفت کرنے کی یہ
شالین ہیں جیسے (تجبر طلاق پر طلاق بائن، اس صفت
کے اندر شدت سننے کے اعتبار سے پائی مانی جو اس لیے کہ بائن
رجعی سے شدید سہولتی ہے یا یہ کہما (تجبر شد طلاق یا افحش
طلاق یا اخبث طلاق یا بدترین طلاق ہے، ان اوصاف
کے ساتھ طلاق کا صفت کرنا باعتبار شرط طلاق کے ہے
اور اس کا اثر یہ ہے کہ اس وقت بینونت ثابت ہو جائے
اگر کہما جائے طلاق شدید کہنے سے ایک طلاق بائن پڑتی
ہو پس مناسب ہے کہ اشد کہنے سے تین طلاقیں واقع ہو
جائیں تو اس کا یہ جواب ہے کہ کہی اسم تفضیل مطلق اثبات
فعل کے لیے آتا ہے کہ قولہ تعالیٰ و بولتھن احن برہین یعنی
اونکے غاوند اونکے لومائے کے مستحق ہیں۔ یا یہ کہما (تجبر
شیطان کی طلاق یا برعت کی طلاق، یہ دونوں صفتیں
بینونت کو چاہتے ہیں اس لیے کہ طلاق سنی طلاق رجعی ہے
پس طلاق بدعی سوائے حیض کی حالت کے بائن ہی ہوگی
یا پہاڑ کے برابر یا گہر کے، یہ دونوں وصف بھی
زیادتی کو چاہتے ہیں۔

الزیادۃ والشدۃ نوقعه بائنا۔
۱۲۴۰، لا رجعیای قال الشافعی
یقم رجعیای المدخول بہا۔

۱۲۵۰، قید بہ لانہ فی غیرہا
لا یكون رجعیاً اتفاقاً۔

۱۲۶۰، کطلاق بائن ای کہ قولہ انت
طالق طلاقاً بائناً و هذا توصیف
بالشدۃ معنی لان البائن اشد
من الرجعی او اشدہ ای اشد
الطلاق او افحشہ او اخبثہ او اسوأہ
و توصیف الطلاق بہذا الاوصاف
انما یكون باعتبار اثرہ و هو البینونۃ
فی الحال فان قيل لو قال شدیداً
کان بائناً فی اشدہ کان ینبغی
ان یكون ثلثاً قلنا افعل التفضیل
یجعی لمطلق الاثبات کہ قولہ تعالیٰ
و بولتھن احن برہین او طلاق
الشیطان ای کہ قولہ انت طالق
طلاق الشیطان او البدعۃ و کل
من ہذین الوصفین ینبغی عن
البینونۃ لان السنی هو الرجعی
فیکون البدعی فی غیر حالۃ الحيض
بائناً او کالجبل ای طلاق کالجبل
او ملاء البیت و کل من ہذین
الوصفین ینبغی عن الزیادۃ۔

۱۲۷۰، وفي المحيط الاصل في هذا ان الطلاق متى شبه لشيئ يقيم بائنا عند ابی حنیفة سواء كان المشبه به صغيرا او كبيرا او ذكر مع المشبه به العظم او لا وعندهما ان ذكر معه العظم كان بائنا كقوله انت طالق كعظم السمسم۔

۱۲۸۰، وعند زفران وصف للشبه به بالشدّة او بالعظم كان بائنا والا فهو رجبی۔

۱۲۹۰، قيد بقوله بضر من الزيادة لانه لو وصفه بما لا يثبت عن زيادة كقوله احسن الطلاق او اسنه او اعدله يقيم رجبيا اتفاقا ولو وصفه بما لا يوصف به الطلاق كقوله انت طالق طلاقا لا يقيم عليك او انا مخير فيه يكون رجبيا اتفاقا لان هذا الوصف منات لمقتضى الطلاق فيلغو۔

۱۳۰۰، له ان وصف الطلاق بالينونة وبما يدل عليها مخالف لموجبه وهو الرجعة فيلغو كما لو قال انت طالق علان لا يجتمع عليه ولان الطلاق يحتمل لينونة كما في الطلاق قبل دخول بل الاصل فيه اللينونة لانه

(۱۲۷۰) محیط میں مذکور ہے اس بارہ میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اگر طلاق کسی چیز کے ساتھ تشبیہ و تکریم سے دیا جائے تو امام صاحب کے نزدیک وہ طلاق بائن ہوتی ہے خواہ مشبہ بہ کوئی بڑی چیز ہو یا حقیر چیز ہو یا مشبہ بہ کے ساتھ اس کا بڑا ہونا بھی ذکر کیا جائے یا نہ ذکر کیا جائے اور صاحبین رحمہ کے نزدیک اگر تشبیہ کا بڑا ہونا ذکر کیا جائے تو بائن ہوگی جیسے تمہارا تھی بڑی طلاق جو تینا بڑا قتل ہوتا ہے۔

(۱۲۸۰) امام زفر رحمہ کے نزدیک اگر تشبیہ بہ کے ساتھ اس کی شدت اور طرے ہونے کا ذکر کیا تب تو طلاق بائن ہوگی ورنہ رجبی ہوگی۔

(۱۲۹۰) یہ قید کہ طلاق کو ایک قسم کی زیادتی اور شدت کے ساتھ وصف کرے اس لیے زیادتی کہ اگر ایسی چیز کے ساتھ وصف کیا جس سے زیادتی صحیح نہیں آتی جیسے تمہارا تھی طلاق یا زیادہ تر مسنون طلاق یا عدل طلاق تو بالاتفاق رجبی واقع ہوگی اور اگر ایسی چیز کے ساتھ وصف کیا جس کا طلاق موصوف نہیں ہو کر تھی جیسے یہ کہ کہ تمہاری طلاق جو تیرے اوپر نفاذ ہو یا ایسی طلاق جس میں تمہارا امتیاز ہو تو بھی بالاتفاق رجبی ہوگی کیونکہ اس قسم کا وصف مقتضی طلاق کے سنائی ہو پس لغو سمجھا جائیگا۔

(۱۳۰۰) امام شافعی رحمہ کے اس بات میں کہ طلاق کو اگر شدت یا زیادتی کے ساتھ وصف کیا جائے تو اس سے بھی طلاق رجبی واقع ہوتی ہے نہ بائن۔ یہ دلیل ہے کہ طلاق کا بینونة یا اور کسی ایسی صفت سے موصوف کیا جو بینونة پر دلالت کرے موجب طلاق جیسے رجعت کے مخالف ہو پس لغو ہوگا جیسے کہ تمہارا طلاق جو اس طرح ہے کہ تمہا کو تیرے اوپر رجوع کا

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اون فرجوا یعنی عورتوں پر جو زینوں پر سوار ہوں خدا کی لعنت ہے اور اللہ پاک فرماتا ہے فظلت اعناقہم لہا خاضعین اور گردنوں سے ذاتین مراد ہیں اور کہہ کرتے ہیں جب تک تیرا سر قائم ہے اس وقت تک سیراکام درست ہے یعنی جب تک توباقی ہے

* * * *

۱۳۶۱، محیط میں مذکور ہے اگر کہتا ہے سر پر طلاق ہو اور اس سے فقط سر پر ہی طلاق دینا مراد لیا تو یہ بات کچھ دور نہیں جو جو کہ میں طلاق نہ واقع ہوگی۔

* * * *

۱۳۶۲، اگر طلاق کے ایسے جزو کی طرف نسبت کی جو تمام بدن میں مشترک ہو جیسے شلایک نصف پر طلاق ہو تو طلاق واقع ہو جائیگی ایسے کہ اس قسم کا جزو محل تصرفات ہو سکتا ہو مثل بیع وغیرہ کے پس محل طلاق بھی ہو سکتا مگر طلاق ایسی چیز ہے کہ اس کا وقوع ایک حصہ بدن پر نہیں ہو سکتا لہذا محال پروری ذات پر واقع ہوگی۔

۱۳۸۱، اگر ایسی جزو کی طرف طلاق کی نسبت کیے جو بدن میں تمام یکتائیم مقام نہیں ہو سکتا جیسے تیرے ہاتھ پر طلاق ہو یا پیر یا ریا اور کسی ایسے عضو کی طرف جو کل کتائیم مقام نہیں ہو سکتا طلاق کی نسبت کی تو ہمارے نزدیک لغو ہے اور طلاق نہ واقع ہوگی بخلاف امام زہری رحمہ اللہ کے کہ ہر نوع پر اور اعراب مکاتیب جیسے بدن کا طاق پس صیغہ اصل کلام میں واقع ہو اور صیغہ اعراب بدستور ہے۔

ای ذاتہ ویقال ہلک روح فلان او جسدہ ای نفسه وقال ۴ م لعن اللہ الفروج علی السروج اراد بها النساء وقال اللہ تعالیٰ فظلت اعناقہم لہا خاضعین ای ذواتہم ویقال امری حسن مادام راسک ای مادمت باقیاً۔

۱۳۶۱، وفي المحيط لو قال راسک طالق وعنی بہ اقتصار الطلاق علی الرأس لا یبعد ان تقول لا تطلق۔

۱۳۶۲، او الی جزء شائع نصفک او ثلثک یعنی اذا قال نصفک طالق یقع لان الجزء الشائع محل للتصرفات کالذی یقع فیہ ذیون محلا للطلاق الا ان وقوعہ غیر متعین فیقہر کاملا۔

۱۳۸۱، والغیناء ای الطلاق فیما لا ینوب ای فی الالفاظ الق لا ینوب بها عن جملة البدن کیدک بالرفع علی الحکایة ای کقولہ میدک طالق اور سرجک وغیرہا مما لا ینوبہ عن الجملة وقال زفر یقع۔

۴۹۰ قید بالطلاق لازمه لواضاف
النکاح الیہ لا یجوز اتفاقا لان
الحرمۃ فی غیرہ یغلب الحل
فیہ۔

۴۹۱، لہ انہ جزء مستتم فیہ
بعقد النکاح فیکون محلا للطلاق
فیسمی منہ الی الحل ولتان
الطلاق رفع القید فیختص بحمل
بیضات الیہ النکاح والید امثالہا
لا یجوز اضافہ النکاح الیہا فلا ینکون
محلا للطلاق والاستمتاع بالید
انما حل تبع الحل فی جملہا۔

۴۹۱، فان قیل الید یعبر بہا عن
الجمیع كما قال اللہ تعالیٰ تَبَّتْ یَکَلًا
اَلِیَّ تَهَبَّ اراد بہ ذاتہ قال عم
علی الید ما اخذت قلنا استعمالہ
غیر متعارف وانما جاء علی وجہ
الندرة حتی اذا کان عند قوم
یعبرون بہ عن الجملة وقم الطلاق
بای عضو کان۔

۴۹۲، ولو قال نصف تطلیق
او ثلثہا وقعت کاملۃ لان الطلاق
لا یجزی فذلک بعضہ کذلک۔

۴۹۳، وفي الحیظ وکذا لو قال و
ثلثہا وسدسہا لانه لم یقباد من

۴۹۰، طلاق کی قید اسلئے لگائی ہو کر اگر نکاح کو اوسکی
طرف نسبت کیا تو بالاتفاق جائز ہوگا اسلئے کہ اس
جزر کی ملت پر اور اجزاء کی حرمت غائب
ترجیحی۔

۴۹۱، امام زفر رحمہ کی دلیل یہ ہے کہ اس قسم کا جزء بھی
ایسا جو عقد نکاح سے سبب ہے اس سے نفع اور بھائی جانا ہے
پس طلاق کا بھی محل ہوگا اور جب اوس پر طلاق واقع ہوگی
تو باقی اجزاء میں بھی اوس کا حکم سرایت کر جائیگا اور ہماری
یہ دلیل ہے کہ طلاق رفع قید نکاح کا نام ہے لہذا ایسے ہی خبر کی
طرف طلاق کی نسبت ہو سکے گی جسکی طرف نکاح کی نسبت
ہو سکتی ہے اور ہاتھ اور اوس کے مشعل ایسے اجزاء ہیں کہ نکاح
کی نسبت اوسکی طرف وجہ نہیں ہے اوسلئے طلاق بھی اسلئے

۴۹۱، اور اگر کہو ہاتھ سے بھی کہی پوری ذات کو تعبیر کیا
کرتے ہیں کہ قولہ تابی تَبَّتْ یَکَلًا اَلِیَّ تَهَبَّ کہ اوسکی ذات کا
ہلکا ہو نامرادی آئینہ شریعت نے فرمایا جو علی السید
ما اخذت یعنی جو ہاتھ نے لیا ہے اوس پر اسکا وبال ہے یعنی
اوس شخص پر تو اسکا یہ جواب ہے کہ اس طرح پر اسکا استعمال بہت
کم آیا ہے اور متعارف نہیں ہے کہ اگر کسی گردہ میں اس قسم کا
استعمال شائع ہو اور ان اجزاء کو بول کر وہ عمل مراد کیا کرتے
ہوں تو خواہ وہ کوئی عضو ہو طلاق واقع ہو جائیگی۔

۴۹۲، اگر کہتا ہے اوس پر کہ وہی باتائی طلاق تو پوری ہی
طلاق واقع ہوگی اسلئے کہ طلاق کے کلمے نہیں ہو سکتے
اور ایک کلمے کے کا ذکر کرنا ایسا ہی ہے جیسے کل کا ذکر کرنا۔

۴۹۳، محیط میں مذکور ہے اسطرح اگر یہ کہتا کہ تیرے اوپر
نصف طلاق اور اوس کا ثلث اور اوس کا چھٹا تو ایک ہی

اور باقی اجزاء میں بھی اوس کا حکم سرایت کر جائیگا اور ہماری یہ دلیل ہے کہ طلاق رفع قید نکاح کا نام ہے لہذا ایسے ہی خبر کی طرف طلاق کی نسبت ہو سکے گی جسکی طرف نکاح کی نسبت ہو سکتی ہے اور ہاتھ اور اوس کے مشعل ایسے اجزاء ہیں کہ نکاح کی نسبت اوسکی طرف وجہ نہیں ہے اوسلئے طلاق بھی اسلئے

واقع ہوگی ایسے کہ یہ سب ملکر ایک طلاق کی مجموعہ بن جائے
سے زیادہ نہیں ہوئی اور اگر زیادہ ہو جائیں جس طرح
آدھی طلاق اور آدھا نکاح اور آدھا نکاح و آدھا نکاح
قول اس وقت میں یہ ہو کہ دو طلاقیں واقع ہو گئی ایسے
کہ یہ ملکر ایک طلاق کے اجزاء سے زیادہ ہو گئی پس لامحالہ
وہ زیادتی دوسری طلاق سے ہوگی اور وہ خود بخود
سبب عدم تجزی کے پوری کرنی پڑے گی۔

۱۴۴۱ اور اگر سب اجزاء کے نسبت ایک طلاق کی طرح
نہیں کی بلکہ یوں کہ تیسرے اور چوتھے طلاق اور ثلث
طلاق اور سب طلاق تو تین طلاقیں واقع ہو گئی ایسے
کہ ہر ایک جزو ایک غیرین طلاق کی طرف نسبت کیا جائے
پس ہر ہر جزو ایک ایک طلاق کے وقوع کا
مقتضی ہوگا۔

✱ ✱ ✱ ✱

۱۴۵۰ اگر کما تجزیر طلاق ہے ایک اور آدھی اور اس
عورت کے ساتھ دخول نہیں کیا تھا تو ہمارے نزدیک
دو طلاقیں واقع ہوں گی نہ ایک جیسا کہ امام فخر
فرماتے ہیں۔

✱ ✱ ✱ ✱

۱۴۶۱ قبل الدخول کی قید ایسے لیا وہ کی کہ اگر بعد
از دخول کیا ہو تو بالاتفاق دو واقع ہو گئی۔
۱۴۶۲ امام فخر رحمہ کی دلیل یہ کہ نصف طلاق فی الحقیقت
دوسری طلاق ہو اور جب وہ صرف ایک ہی کہنے سے ہوا
ہو گئی تو اب دوسری طلاق اس کے ساتھ ایسے وقت میں
متعلق ہوئی جو وقت میں وہ ہوا ہو چکی ہو پس واقع ہو گیا

عن مجموع اجزاء تطليقة وان
جاوز كما اذا قال نصف تطليقة
وثلاثها وسبعها فاختار انه يقع
ثلاث لان زاده على اجزاء تطليقة
واحدة فلا بد ان يكون الزيادة
من تطليقة اخرى فيكامل
الزيادة۔

۱۴۴۰ واما لو لم يصف الاجزاء
الى تطليقة واحدة وقال انت
طالق نصف تطليقة وثلاث
تطليقة وسدس تطليقة يقع
ثلاث لانه اضاف كل جزء الى
تطليقة منكرة فاقضى كل جزء
تطليقة على حدة۔

۱۴۵۰ او واحدة ونصف اى لو قال
انت طالق واحدة ونصف قبل
الدخول يهلك المرأة او قضاة ثنتين
لا واحدة اى قال زنى يقع
واحدة۔

۱۴۶۱ قید بقوله قبل الدخول
لان لو قال كذا بعدة يقع ثلثان اتفاقا
۱۴۶۲ له ان نصف تطليقة تطليقة
على حدة فلما بان ان بقوله واحدة
مادتها الثانية هي مبائة
فلا يقع كما لو قال له انت طالق

نہوگی جیسے اُس سے کہ تجھے طلاق ہو ایک اور ایک
اور ہماری یہ دلیل جو کہ فی الحقیقت یہ ایک کلام پر اسلئے
کہ ڈیڑھ طلاق کو اس سے زیادہ اور مختصر لفظوں میں نہیں
بیان کر سکتا اور ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو پہلے اس
کلام میں دفعہ دو ملا تین واقع ہو جائیگی مگر ان اوس
صورت کے کہ کہہ تجھے طلاق ہو ایک اور ایک اسلئے
کہ اس سے زیادہ مختصر عبارت میں بیٹھے دو کا حفظ
ممکنہ نہیں کر سکتا ہے۔

۱۴۸۱) اگر کہاتیرے اوپر طلاق ہو ایک سے تین تک
تو امام صاحب رحمہ کے نزدیک دو طلاق واقع ہو جائیگی
اس طرح اقرار میں بھی ہے کہ مثلاً اگر ایک شخص کہے
میرے پاس تیرے ایک سے دس درم
تک ہیں تو امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک
نو درم لازم ہو گئے۔

۱۴۹۱) صاحبین رحمہ فرماتے ہیں طلاق کے اندر اگر ایسا
کہا ہو تو تین طلاقیں اور اقرار کرنے سے صورت مذکور میں
دس درم لازم ہو گئے اسلئے کہ عرف میں ایسے کلام سے
کل مراد ہو کر تا ہے جس طرح کوئی کسی سے کہے تو میرے
مال میں سے ایک درم سے دس تک پہلے تو وہ شخص کے
مال میں سے دس درم لے سکتا ہو۔ اور اگر کوئی کہے میں نے
اس دیوار سے اوس دیوار تک زمین فروخت کی تو دونوں
طرفین اوس شئی میں جسکی وہ غایب تھیں بیٹھے زمین
اسلئے نہیں داخل ہوتیں کہ وہ اس کے جس سے
نہیں ہیں۔

۱۵۰) امام صاحب رحمہ کی یہ دلیل جو کہ ہماری دلیل

واحدة و واحدة ولنا ان هذا
الكلام واحد معنى لانه لا يمكن
ان يعبر عن واحدة ونصف
بأوجز من هذا ولا يفصل بعضه
عن بعض فيكون إيقاع هذا العدد
جملة بخلاف قوله واحدة واحدة
لان التعبير عنه بأوجز عنه ممكن
بان يقال ثنتين۔

۱۴۸۱) او من واحدة ای لو قال
انت طالق من واحدة الى ثلاث
فالواقعتان عند ابی حنيفة
وكن انى الاقرار يعنى لو قال
لک عندی من درهم الى عشرة
فعليه تسعة عندہ۔

۱۴۹۱) وقال ثلاث ای یقع ثلاث
فی الطلاق وعليه العشرة فی
الاقرار لان مثل هذا الكلام
یراد به الكل فی العرف کما لو
قال خدم من مالی من درهم
الى عشرة فان له اخذ العشرة
واما لم يدخل الطرفان فی المعنی
فیها اذا قال بعت من هذا الخائط
الى هذا الخائط لانهما لم یباشرا کما یبینهما من
الارض۔

۱۵۰) ولہ ان الاحتجاج بالعرف

عرف ہی ہوا ایسے کہ عرف کے اندر ایسے کلام سے آخر سے
اقل اور اقل سے اکثر مراد ہو کر تا ہی جیسے کہا کرتے ہیں مری
عمر ساتھ سے ہر ترک ہو اور اس کلام سے ساتھ سے زیادہ
اور ستر سے کم مراد ہوتی ہوا ایسے ہی بیان بھی ایک طلاق
زیادہ اور تین طلاق سے کم یعنی دو طلاقین واقع ہو گئی ہوں
اوس صورت کے جس سے صاحبین نے اشتہاد کیا
ہے ایسے کہ اہل ہر سخاوت و کرم اس بات پر دلیل ہو
کہ کل ہی مراد ہو۔

(۱۵۱) ہمارے نزدیک یہ نہیں ہو کہ صوت مذکورہ
میں ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے جیسا کہ امام زفر
فرماتے ہیں اس واسطے کہ پہلی اور دوسری غایت مینا میں
داخل نہیں ہو اگر تین لہذا صرف مینا یعنی چکی ایک طلاق
باقی رہ گئی جس طرح یہ کہ میں نے اس دیوار سے اس دیوار کو
زمین کو فروخت کیا کہ بیع صرف زمین ہوتی ہو۔

(۱۵۲) روایت ہو کہ امام زفر سے ایک مرتبہ امام
صاحب نے فرمایا آپ کی عمر کیا ہو انہوں نے فرمایا ساتھ ستر سال
ہو تو امام صاحب نے فرماتے گئے آپ کی عمر اس حساب سے
نوسال کی ہے تو امام زفر نے صاحب کو تیرہ سال
(۱۵۳) اگر کہا تجھے دو طلاقوں میں ایک طلاق
تو ہمارے نزدیک ایک واقع ہو گئی نہ دو جیسے
امام زفر فرماتے ہیں۔

* * *

(۱۵۴) اگر کہا تجھے دو طلاقوں میں دو طلاق
تو دو ہی طلاق واقع ہوں گے تین نہ واقع ہو گئی
جیسے امام زفر رحمہ اللہ فرماتے

ایضا لانہ براد من مثل هذا
الكلام الاقل من الاكثر والاكثر من الاقل
كما يقال سق من ستين الى
سبعين ويراد به ما بينهما فكذا
ههنا يقع اكثر من واحدة واقل
من ثلاث بخلاف ما استشهد به
لان اظهار الجود والكرم دليل
على ارادة الكل۔

(۱۵۱) وما التفتين ابواحدة اى
قال من فريقم واحدة لان الغاية
الاولى والثانية لا يدخلان
في الغيا فبقى المتوسط كقوله بعث
من هذا المحاط الى هذا المحاط
فان المبيع ما بينهما۔

(۱۵۲) روى ان اباحيفة قال
لنفر كم سنك قال سق ما بين
ستين الى سبعين فقال له انت
اذ ابن تسع فقم من فر۔

(۱۵۳) او واحدة اى لو قال انت
واحدة فى ثنتين او قنا واحدة
لافتين اى قال من فريقم
ثنتان۔

(۱۵۴) او فتين فى مثلهما اى لو قال
انت طالق ثنتين فى ثنتين فتين
اى او قنا ثنتين لا ثلثا اى قال

زفریقمثلث۔

فرماتے ہیں۔

۱۵۵۰، یہ اختلافات اوس صورت میں ہو کہ لو سنے ایک اور دو کو دو کے اندر ضرب کرنے کی نیت کی ہو اور اگر ظریت کا ارادہ کیا ہے تو مسئلہ اولیٰ میں ایک اور مسئلہ ثانیہ میں دو بالاتفاق واقع ہو نگلی اسلئے کہ طلاق طلاق یلئے ظرت نہیں ہو سکتی لہذا دوسری نوجا نگلی اور اگر صحیح کرنے کا ارادہ کیا ہو تو بالاتفاق تین واقع ہو نگلی اسلئے کہ فی کاکلمہ مع کے معنی میں آہا یا کرتا ہے۔

۱۵۵۰، الخلاف فیما نوی ضرب الحساب وان نوی الظروف یقع فی المسئلة الاولى واحدة وفي الثانية ثنتان اتفاقا لان الطلاق لا یصلح ظرفا للطلاق فیلغو الثاني وان نوی الجمع یقع الثلث اتفاقا لان کلمة فی یجبی بمعنى مع۔

۱۵۶۰، امام زفر رحمہ کی دلیل یہ ہو کہ عرف حسب میں ضرب ایک عدد کو دوسرے عدد سے تضعیف کرنے کا نام ہے اور ایک ایسی چیز ہے کہ اگر اسکو کسی عدد میں ضرب دیا جائے تو وہ مفید تضعیف نہیں ہوتا اسلئے ایک ستور ریگا اور دو کو دو کے اندر ضرب دینے سے چار ہوتے ہیں مگر تین واقع ہو نگلی اسلئے کہ تین سے زیادہ طلاق نہیں ہوتی اور چار ہی دلیل ہو کہ ضرب دینے سے اجزاء طلاق کے بڑے جائینگے اور اسکی تعداد زیادہ ہوگی اور اجزاء کے جڑنے سے طلاق کے عدد کا بڑھنا لازم نہیں آتا اسلئے کہ اوس طلاق کا واقع کرنا جسکے مثلاً نہر ازہر ہوں اور لوس طلاق کا واقع کرنا جسکے صرف دو جز ہوں برابر ہے پس ایک سے زیادہ نہ واقع ہوگی۔

۱۵۶۰، لہ ان الضرب فی عرف الحساب تضعیف احد العددين بالعدد الاخر ف ضرب الواحد فی العدد لا یؤثر تضعیفافقی علی حاله وضرب الاثنين فی الاثنين اربعة فیقع ثلث اذ لا مزید علیہ ولنا ان الضرب یعمل فی تکثیر اجزاء الطلاق لا العدد وتکثیر اجزاء الطلاق لا یوجب تعدد لان ابقاء طلاق له العجز کایقاع طلاق له جزء ان فلا یقع اکثر من واحد۔

۱۵۷۰، اگر عورت سے کہا تجھے طلاق ہو کہ میں تو سبقت تمام دنیا میں اسکے اور طلاق کا حکم ہو جائیگا اسوسلئے کہ خاص ایک شہر کا ذکر کرنا طلاق کے اندر لغو ہے کیونکہ طلاق اس شہر کے ساتھ خاص نہیں ہے

۱۵۷۰، او بمکة ای لو قال انت طالق بمکة او فیہا ای لو قال فی مکة طلقت فی الحال فی کل البلاد لان ذکر المكان لغو لعدم اختصاص الطلاق به۔

۱۵۸۱، واذا دخلتها ای لوقال

انت طالق اذا دخلت

مكة او في دخولك مكة تعلق

وقوع الطلاق بدخول مكة

امام مع ذكر اذ افظا هروا مامع

ذكر في فدانہ للطرف والفعل

لا يصح ان يكون طرفا شاغلا

له فحل على الشرط عجاا بمنااسبة

ان كلامن الطرف والشرط يكون

سابقا على المظروف والمشروط

۱۵۹۱، او عند ای لوقال انت

طالق غدا وقم بطلوع الفجر لان

كونها مطلقة في جميع الغد يستلزم

وقوع الطلاق في اول اجزا دعه

۱۶۰۱، او في غدا ای لوقال انت طالق

في غدا ونوی آخره ای اخر النهار

فهو مصدق قضاء عند الجرح

۱۶۱۱، وقالا يصدق ديا فله لا قضاء

لانه وصفها بالطلاق في جميع

الغد فاذا ادعى تخصيصه بجزء

منه لا يصدق قضاء كما في

غدا ای كما لا يصدق اذا قال

انت طالق غدا لوقال نويت فيه

اخر النهار

۱۶۲۰، وله ان في للظرفية والطرف

۱۵۸۱، غاؤمہ نگار کو کہیں داخل ہو تو تجھے طلاق ہے

یا کہ میں داخل ہوئے تیرے اوپر طلاق ہے کہ کہ اندر

داخل ہوئے سے طلاق واقع ہوگی صیوقت میں اگر کا

لفظ کہا ہو تب تو ظاہر ہی ہے کہ وہ شرط کے لیے پوتا ہو

اور اگر داخل ہوئے میں کا لفظ کہا ہو تو اس لیے کہ وہ ظرفیت

کے لیے ہو اور فعل ایسی چیز نہیں ہو کہ وہ حقیقت میں طلاق

لیے ظرف ہو سکے اور طلاق تو بہن سہا بے اس واسطے ہوتا ہے کہ

اوپر محمول کیا جائیگا اس نسبت سے کہ ظرف اور شرط دونوں

۱۵۹۱، اگر کہا کل تیرے اوپر طلاق ہو تو فجر کے طلوع

ہوئے ہی اس پر طلاق واقع ہو جائیگی اس لیے کہ تمام کل کے دن

میں اس کا سلسلہ ہو نا اوس دن کے پہلے جزیر میں بھی سلسلہ

ستلزم ہے۔

۱۶۰۱، اور اگر کہا کل کے دن میں تجھے طلاق ہو اور آخر

دن کی نیت کی تو امام صاحب رحم کے نزدیک عند القاضی

تقدیق کیا جائیگا۔

۱۶۱۱، صاحبین رحم فرماتے ہیں عند اللہ اوسکی تقدیر

کیو ایگی عند القاضی نہ کیجا ایگی جیسے اگر کہے کل کو تجھے طلاق

ہو اور کہے کہ میں نے آخر دن مراد لیا تھا تو اوسکی نیت عند القاضی

معتبر نہیں ہوتی اور اوسکی وجہ یہ ہو کہ جب اوئے کہا کل کے

دن میں تجھے طلاق ہو تو تمام کل کے دن میں اوسکو طلاق کے

ساتھ موصوف کیا ہو اور جب ایک جز کے ساتھ تخصیص کا

دعوی کیا تو عند القاضی معتبر نہ ہوگا۔

۱۶۲۰، امام صاحب رحم کی دلیل یہ کہ بیان ظرفیہ مراد ہے

۱۶۲۰، امام صاحب رحم کی دلیل یہ کہ بیان ظرفیہ مراد ہے

اور نظر نہ کسی تو بھیج اجزا کے منظوف سے بھر جاتا ہی اور کسی غالی رہا کرتا ہی پس جس صورت میں دن کا اخیر حصہ مراد لیا تو ایسے چہرہ بارادہ کیا جسکا لفظ محمل تھا اس واسطے اسکی تشدید کیجا نیکی بخلاف اوس صورت کے کہ کئے کل کو تجر طلاق ہے ایسے کہ یہاں بلا واسطہ فعل طلاق اونسکے ساتھ متصل ہوا اور یہ اسباب کا متضمن ہے کہ بلا استیجاب فعل طلاق اوسین پایا جائے اور دن بھر وہ عورت مطلقہ ہونے کے ساتھ موصوف ہونے اور یہ شروع دن میں طلاق واقع ہونے ہی ہو سکتا ہے جیسے کوئی شخص جب کے معینہ میں رہنے کی نذر کرے تو ایک روزہ جب میں رہتا تھا ہی ہوگا اور اگر جب کے روزہ کہنے کی نذر کرے تو تمام معینہ روزہ رکھنے پڑینگے۔

۱۶۳۸ اگر کما آج اوکل تیرے اوپر طلاق ہو تو بالافتاق ایک طلاق واقع ہوگی ایسے کہ جب آج کے دن متصف بالطلاق ہوگی تو کل کے دن بھی متصف بالطلاق ہوگی اور دوسری طلاق کے واقع کرنے کی حاجت نہوگی۔

۱۶۳۹ اگر یہ کما کہ کل اور آج تجر طلاق ہو تو ہمارے نزدیک دو طلاقیں واقع ہوگی۔
 ۱۶۴۰ امام زفر فرماتے ہیں یک طلاق واقع ہوگی ایسے کہ ایفاء ایک ہی ہو اور دوسرے طرف پہلے مجموعاً اس واسطے کہ وہ جمع کے لیے ہے نہ ترتیب کے لیے جیسے پہلی صورت میں ہو۔

۱۶۴۱ ہاری دلیل یہ ہے کہ جب او سپر کل کے دن طلاق واقع ہوگی تو آج وہ مطلقہ نہیں ہو سکتی تب تک کہ دوسری

یکون مستوعبا منظوفه وقد لا يكون
 فلا انوی اخر جزء من الغد فقد
 نوى محتمل لفظه فیصدق بخلاف
 قوله عند الان الفعل القبل به
 بغیر واسطه فاقتضی استیجابہ
 بأن تكون موصوفة بالطاقلية
 فی جمیع الغد وذا انما یکون بوقوع
 الطلاق فی اول النهار کما لو اذا
 نذرا ان یصوم فی رجب یکفیه
 صوم یوم فیه ولو نذر ان یصوم
 رجب رجب وحب صوم کلہ۔

۱۶۳۸، او الیوم ای لو قال انت
 طالق الیوم وغدا وقعت واحدة
 اتفاقا لان المتصفة بـ الطلاق
 فی الیوم تصیر متصفة به فی الغد
 ایضا فلا حاجة الی ایفاء طلقة
 اخرى۔

۱۶۳۹، او غدا و الیوم ای لو قدم
 الغد علی الیوم او قعا ثقتین۔
 ۱۶۴۰، وقال زفر فیه واحدة لان
 الا یفاء واحد والنظر الثانی
 محمول علی الاول لانه الجمع لا للترتیب
 کما فی مسئلة الاولى۔

۱۶۴۱، ولنا انها اذا اطلقت فی غدا لا
 یصیر طالقاً فی الیوم فیهی

طلاق نہ واقع ہوا سیلے عطف کے معنی کا اعتبار کر کے
دوسری بھی طلاق واقع ہوگی بخلاف صورت اولیٰ کے
اس واسطے کہ جب آج اوپر طلاق واقع ہوگئی تو کل کے
دن میں بھی اسی طلاق سے اسکو صفت طلاق ثابت ہوگی
اور دوسری طلاق کی حاجت نہیں ہے۔

۱۶۷۱۔ جاننا چاہیے کہ اختلاف اوس صورت میں ہو
کہ جب عطف پایا جائے اور اگر عطف نہیں پایا جاتا تو
بالاتفاق ایک طلاق واقع ہوگی اسلئے کہ اگر یوں کہا
تجبر طلاق ہے کل جو آج کارور ہو تو آج کارور کل کی
صفت ہوگا۔ روہ چونکہ اوسکی صفت نہیں ہو سکتا
اسلئے لغو ہوگا اور اگر کہا تجبر طلاق ہے آج کے دن
جب کل کا دن آوے تو کل کے دن سے پہلے نہ واقع
ہوگی اسلئے کہ یہ تعلیق ہو اور آج کا دن تعلیق کا وقت
بیان کرنے کے لیے ہے۔

۱۶۷۸۔ اگر کہا ہر روز تجبر طلاق ہے اور تین کی
نیت نہیں کی تو ہمارے نزدیک تین طلاق نہ واقع
ہوئی بلکہ ایک واقع ہوگی۔

* * * *

۱۶۹۱۔ امام زفر فرماتے ہیں تین روز میں چھ طلاق
واقع ہوئی اور تین کی نیت نہ ہونے کی قید اسلئے لگائی
ہو کہ اگر تین کی نیت کی ہو تو بالا اتفاق نیت صحیح ہوگی
اور تین دن میں تین طلاق واقع ہوگی۔

۱۷۰۱۔ امام زفر فرم کی دلیل یہ ہو کہ ہر دن کا لفظ عموم
اور تکرار کے لیے ہو پس دن کے کمر ہونے سے طلاق بھی
مکر ہوگی جیسے کہ ہر دن میں تجبر طلاق ہو اور ہماری

یقع طلقہ اخرى فی الیوم تحقیقا
لمعنی العطف بخلاف ما سبق لانها
اذ اطلقت فی الیوم یکون طالقا
فی الغد بهذا الطلاق فلا حاجة
الی طلقہ اخرى

۱۶۷۰۔ اعلم ان الخلاف فیما اذا وجد
العطف واما اذا لم يوجد یقع
واحدة اتفاقا لانه اذا قال
انت طالق غدا الیوم یکون الیوم
صفة لغد وهو لا یصلح ان یکون
صفة له فیأخو لو قال انت طالق
الیوم اذا جاء عند لا یقع قبل غدا
لانه تعلیق و ذکر الیوم یکون لیس
وقت التعلیق۔

۱۶۷۸۔ اوکل یوم ای لو قال انت
طالق کل یوم ولانیة له بالتث
او قنا واحدة لا ثلاثی ثلاثة
ایام۔

۱۶۹۱۔ ای قال زفر یقع ثلث فی ثلاثة
ایام قید بقوله ولانیة لانه
لو نوى الثلث صحعت ویقع کل
یوم واحدة اتفاقا۔

۱۷۰۱۔ لہ ان کلمة کل المعلوم والتکرر
فی تکرر الطلاق بتکرر الیوم کما
لو قال انت طالق فی کل یوم ولنا

یہ دلیل ہے کہ اوس نے تمام دو ٹوکہ ایک طرف قرار دیا ہے
پس اوس کے لیے منظور بھی ایک ہی ہونا چاہیے و لهذا
اگر کوئی شخص معلق کرے رجب کے ہر دن میں زید سے
کلام نہ کرے تو نگا اور ایک دن رجب میں اوس سے کلام
کرے تو حائث ہو جائیگا اور اگر یہ معلق کرے کہ رجب
ہر روز میں زید سے میں کلام نہ کرے تو عینک ہر روز
اوس سے کلام نہ کیا کرے حائث ہو گا بخلاف اس
صورت کے کہ ہر دن میں تہمیر طلاق ہے اس لیے کہ بہان
جو لفظ طلاق پر دلالت کرتا ہے وہ فعل کے معنی کو
منظوف کے ساتھ متصل کر دیتا ہے پس اس وقت میں وہ وظف
ہو گا وقوع کی بے باقیاء کے لیے اور دن کے کر ہو نیچے وہ
وقوع یا ایقاع ہی کر ہو گا کیونکہ اول دن میں جو فعل واقع ہو
وہ بعینہ وہ فعل میں ہی جو دوسرے دن میں واقع ہو۔

۱۷۱، اگر ایک عورت سے آج نکاح کیا اور اس سے کہا
کل ایسے کل گذشتہ میں تہمیر طلاق ہو تو طلاق نہ واقع
ہو گی اس لیے کہ ایسے وقت کی طرف طلاق کے نسبت کی ہے
کہ جو وقت میں وہ اوس کا مالک نہیں ہے پس لغو ہو گا
جیسے اگر کوئی کسے میرے پیدا ہو نیچے پہلے تہمیر طلاق
ہو بخلاف اوس صورت کے کہ ایک غلام کو آج خریدا
اور اوس سے کہے تو کل سے آزاد ہو اس واسطے کہ
یہاں آزاد ہو جائیگا اس لیے کہ قبل مالک ہو نیچے
اوس کے آزاد ہو نیچا اقرار کرتا ہے اور وہ مالک نیچے منافی
ہی۔ اور عورت کا کل کے دن مطلق ہونا آج کے دن میں
منکوحہ ہو نیچے منافی نہیں ہو اور یہاں پر آج طلاق کی
فہ الحال ایقاع طلاق کیلئے ایشاد نہ کر دانا جائیگا

ان جعل الایام کلها ظرفا
واحدا فلم یقتض الا مظروفا
واحدا ولہذا قالوا لو حلف لا یتکلّم
کل یوم من رجب زیدا وکلمہ
یوما منہ حنث ولو قال فی کل
یوم لا یحنث حتی یکلمہ فی کل یوم
منہ بخلاف قوله طالق فی کل یوم
لان فی حدیث جبر موضوع لاقتضال
معنی الفعل الی ما بعدہ فیکون
ظرفا للایقاع اذ الوقوع فیہ تکرر
بتکرر الیوم لان الفعل فی الیوم
الاول لیس نفس الفعل فی
الثانی۔

۱۷۲، افس ای لو قال انت
طالق افس وقد تزوج الیوم
لم تطلق لانه اضاہ الطلاق
الی وقت لم یکن ما لکافیہ فلما
کما اذا قال انت طالق قبل ان
اخذت بخلاف ما لو قال لعبدہ
انت حرامس وقد اشترا الیوم
حیث یعتق علیہ لا تفسر الہ
بالحدیث قبل ملکہ وہی ینافی
ان یمکلہ وکونہا مطلقة امس لا ینافی
ملکہ الیوم بالنکاح واما لم یجعل
قوله انت طالق انشاء فی الحال

لانہ انما یجمل الشاء اذا + + استلک جہان اوسلاخہ گرداننا ممکن ہوتا ہے
تعدسہ رجلہ خبر المامر تعذیرہ -
تقریر گذریگی۔

۱۷۲، ولو کان تزوجہا من قبل ای قبل الامس طلقت الان
ای فی الحال لانہ لما قصد الايقاع فی الماضي وهو ليس فی وسعہ
فتبت به ما فی وسعہ وهو الايقاع فی الحال
۱۷۳، اگر کہا انت طالق اسے شہر سے بیٹے ایک
مہینہ تک تجھے طلاق ہی تو امام ابو یوسف ج کے
نزدیک نے الحال طلاق واقع ہو جائیگی و امام ج
اور محمد کے نزدیک سید کے نام ہوئے طلاق واقع ہوگی۔

۱۷۴، اذا لم یکن لہ نية فان لوی التخییر یقع فی الحال اتفاقاً یہ ہمہ
۱۷۵، لان کلمۃ لی للتأجیل الطلاق لا یحتملہ
فی بطل التأجیل فتعلق فی الحال ولہما ان الايقاع یحتمل التأجیل وان کان الواقع لا یحتملہ فیجوز تأجیلاً لا ایقاعاً
کالتعلین

۱۷۶، اذا اختلف جب کر سنے اس وقت واقع کرنے کی نیت نہ کی
اور اگر اس وقت طلاق واقع کرنے کی نیت کی تو بالاتفاق فی الحال
۱۷۷، امام ابو یوسف رحمہ کی دلیل یہ کہ الی شہرین الی کا
لفظ تأجیل کے لیے جو او طلاق میں احتمال تأجیل کا نہیں جو
پس تأجیل باطل ہوگی اور فی الحال او سپر طلاق ہو جائیگی یا
صاحب اور امام محمد صاحب کی یہ دلیل جو کہ ایقاع طلاق محکم
تأجیل جو اگرچہ طلاق تأجیل کی محکم نہیں ہے۔

۱۷۸، اگر اپنی بیوی سے کہا میں تجھ کو طلاق ندون تو
تجھے طلاق ہے تو طائد کے زندگی کے اخیر جزو میں او سپر
طلاق واقع ہوگی اس لیے کہ شرط طلاق بیٹھے طلاق کا نہ دنیا
جب ہی محقق ہوگا کہ جب زندگی سے ناامیدی ہوگا
پس اگر دخول نہ کیا ہے تو اوس کو حد نہ ملے گا

۱۷۹، ولو قال ان لم اطلقک فانک طالق طلقت فی اخرج ابراء
حیوانہ لان الشرط وهو عدم التعلین
انما یحقق بالیاس عن الحيوة
فان لم یبد خل یها فلا مديات

کیونکہ وہ فارہ ہے اور فار کی بیوی کو جب ہی در شہ پہنچتا ہے جبکہ عدت میں ہو اور غیرہ خولہ سے یہ مدت نہیں ہے اس طرح اگر بیوی عمر کی تو عمر نے سے پہلے اس پر طلاق واقع ہو جائیگی اسلئے کہ جب اس کی زندگی کا ایک ایسا جزو باقی رہ گیا جس میں صبیغہ طلاق کو نہیں برل سکتے طلاق کا نہ دینا باوجود بقا رحل طلاق کے پائیا گیا۔

* * * *

۱۶۷۱، اگر عاوند نے کہا انت طالق تہی لم طلقک یعنی جس وقت میں تجھے طلاق نہ دوں اس وقت تو مجھ پر طلاق ہی ہو تو عاوند اس کو نہ کہنے طلاق واقع ہو جائیگی اسلئے کہ اس نے اس وقت کی طرف طلاق کی نسبت کے تہی جو طلاق سے خالی ہو اس واسطے کہ تہی کا لفظ صرف وقت سے ہی اور اس کے سکوت کر کے شرط یعنی ایسا وقت جس میں طلاق نہ پائی جائے پائیا گیا۔

۱۶۸۱، امام صاحب رحم کے نزدیک حکم کے انذر (اذا) کا حال وہی ہے جو (ان) کا حال ہے پس اگر کہا انت طالق اذا لم طلقک تو زندگی کے اخیر وقت میں طلاق واقع ہوگی جس طرح ان لم طلقک کی صورت میں۔

۱۶۹۱، صاحبین رحم فرماتے ہیں: اذا کا حال (تہی) کا حال ہے اور سکوت کر کے طلاق واقع ہو جائیگی اور یہ اختلاف (اذا) کا اندر وقت ہے کہ اگر کوئی نیت منی ہو اور اگر شرط کے معنی کی نیت کی ہے تو بالاتفاق اس کا حال (ان) کا ہے اور اگر وقت کے معنی کی نیت کی ہے تو بالاتفاق اس کا حال (تہی) کا ہے۔

۱۸۰۰، صاحبین رحم کی دلیل یہ ہے کہ اصل معنی کے اعتبار سے اذا وقت کے لیے تاکہ کہو لغتاً واللہ اعلم بالذاتی یعنی ہر قسم کی بات کی حروف ط کا ایک ایسا واسطہ اگر کہہ انت طالق اذا شرط ہے جسے صرف

لانہ فار و امرأة الفار انما توث منه اذا كانت في العدة وغير المدخل بها لعدة لها وكذا لو ماتت طلقت قبل موتها لانها اذا بقيت من حيواتها ما لا يسم فيه صيغة التطين تحقق عدم التطين مع بقاء المحل۔

۱۶۷۱، اومتی لم اطلقک ای اذا قال انت طالق متی لم اطلقک طلقت حين سکت لانہ اضاف الطلاق الى وقت خال عن التطين لان متی من ظروف الزمان فاذا سکت وجد الشرط۔

۱۶۸۱، واذا امثل ان في الحكم عند ابی حنیفہ حتی لو قال انت طالق اذا لم اطلقک تطلق في اخر جزء حیوتہ۔

۱۶۹۱، وقال امثل متی مطلق حين سکت هذا اذا لم يكن له نية وان نوى منه معنى الشرط يكون كان وان نوى معنى الوقت يكون كمتى اتفاقاً۔

۱۸۰۰، لهما ان اذا اللوقت في الاصل كما قال الله تعالى والليل اذا بعثني ولهذا الوقال انت طالق اذا شئت

لا يخرج الامر من يد ها اذا قامت
من مجلسها كقولها مق شئت وله
ان اذا استعمل للشرط ايضا اذا
اريد به الوقت يقع الطلاق وان
اريد به الشرط لا يقع فلا يقع بالشك
وفي مسألة المشية لما صار الامر
بيدها لم تخرج بالشك -

۱۸۱۰، فان قلت اذا تردد الامر كان
الاحتياط في الوقوع تغليباً بجانب
الحرمۃ قلنا يرجح جانب الحل
بالاصالة لانها كانت في عصمتہ
بیقین فلا تطلق بالاحتمال -

۱۸۲۰، او متی لم اطلقك ای لو قال
لامرأته متی لم اطلقك واحدة
فانت طالق ثلثا ووصل بمینه انت
طالق او فعنا هذا ای الطلقة الواحدة
لا الثلث ای قال من فریقہ الثلث
لانه وجد من مان خال عن التطلق
وهو من مان قوله انت طالق قبل
ان تکلم بالثاق -

۱۸۳۰، ولنا وهو الاستفسان ان زمان
البروستثنی عن الیمین بدلالة
حال المعالف لان البرائۃ تصور
ان وجد من مان یمکن ایضا
الطلاق فیه فضا رکما لو صرح

تو چاہے کہ سو وقت تک طلاق ہی تو اس مجلس سے اگر عورت کہی
ہو جائے تب ہی اس کو اختیار ہے کہ سو بار جس طرح (مستی شئت) میں
رہتا ہوں اور امام صاحب رحمہ کی یہ دلیل ہے کہ فاشطرا کے لیے بھی
آپا سو بار اگر اس سے وقت مراد لیا جائے تو طلاق سکوت کر نیسے واقع
ہو جائیگی اور شرط مراد لی جائے تو نہ واقع ہو لہذا طلاق میں شک
واقع ہو گیا اس لیے سکوت کر نیسے طلاق بوجہ شک نہ واقع ہوگی بخلاف مسئلہ
برہیت کے کہ وہاں چونکہ عورت کو اختیار حاصل ہو گیا ہے تو اب ۲
(۱۸۱۰) اگر کو کہ جب طلاق کے وقوع اور عدم وقوع میں شک ہو
تو طلاق کے واقع کر تین اعتبارات زیادہ ہر اس لیے کہ جانب حرمت کو غلبہ
ہوتا ہے تو اس کا یہ جواب ہے کہ یہاں جانب حلت کو ترجیح دینی چاہی
ہوئی کی ترجیح ہوگی اس لیے کہ غافلہ کی حفاظت میں نہ اس کا ہونا چاہیئے
پس من جمال وقوع طلاق سے اس پر طلاق نہ واقع ہوگی -

۱۸۲۰، اگر کہ کسی طلاقک واحدۃ فانت طالق ثلاثا یعنی جو تین
تہم کو ایک طلاق نہوں اس وقت تک جو تین طلاق اور پھر سارہ ہی
اس کے یہ کہ یہاں طلاق یعنی تہم طلاق ہو تو اب اس میں
ایہ رحم کا اختلاف ہے ہمارے نزدیک تو ایک طلاق واقع
ہوگی اور امام زفر رحمہ فرماتے ہیں تین واقع ہوگی اس لیے
کہ ایک زمانہ جو طلاق دینے سے خالی ہے یہاں نکل آیا یعنی
جس وقت اس نے انت طالق کہا ہے اور ابھی قاذ کے
ساترہ تلفظ نہیں کیا -

۱۸۳۰، ہماری دلیل یہ ہے اور وہی استحسان ہے
کہ طلاق دینے کا زمانہ تطبیق کے زمانہ سے مستثنیٰ ہے
اور محال کا حال اس پر قریب ہے اس لیے کہ طلاق جب ہی
دیکھتا ہے جب اتنا زمانہ جس میں کہ طلاق دیکھ کر پاپا ہو
تو ایسا ہو کہ گویا اس کی تصریح کر دی اس لیے کہ جو ثابت

م شک کی وجہ سے اس کا اختیار ہے کہ طلاق نکالے اور اس میں شک نہ ہوگی -

بذلک لان الثابت بالدلالة کالتی
بالتصریح۔

۱۸۴۱، او قبل قدوم فلان ای
لو قال انت طالق قبل قدوم فلان
بشهر فقدم بعد شهر او قعنا
ای الطلاق مقتصر اعلی حال القدم
مقارنا له لا مستدلا۔

۱۸۵۰، ای قال زفر یقع مستدلاً الی
اول الشهر لان القدوم معترف
لنوقت المضایف الیه الطلاق لانه
اوقع الطلاق فی شهر قبل لقدم
فوجب ان یقع من اول الشهر کما
اذا قال انت طالق قبل رمضان
بشهر فانه یقع عن اول شعبان
اتفاقاً۔

۱۸۶۰، ولنا ان القدوم بمعنی الشرط
لکونه علی خطر الوجود فالحق به
فلا یتقدمه الجزاء بخلاف رمضان
لانہ کائن لاهالة فیکون معرفاً
لا شرطاً فیتقدم مستدلاً۔

۱۸۷۰، او قبل ای لو قال انت طالق
قبل موت فلان بشهر فمات فلان
لقامه ای وقت تمام شهر فهو
مستند ای الطلاق واقع عند
الی حنیفة من اول الشهر وقالا

بالدلالة الیه ای ہے جیسے ثابت بالتمریح۔

۱۸۴۱، اگر یہ کہا فلان شخص کے آئیے ایک ماہ پہلے
تجہیز طلاق ہے اور وہ شخص ایک مہینہ کے بعد آیا تو
ہمارے نزدیک اس کے آئیے وقت طلاق واقع ہوگی۔

۱۸۵۰، امام زفر فرماتے ہیں اوس کے آئیے ایک
مہینہ پہلے طلاق کا حکم ثابت ہوگا اسلئے کہ آئیے
وہ وقت جس کی طرف طلاق کی نسبت ہے تیس دن پہلے
کیونکہ اوس نے آئیے ایک مہینہ پہلے طلاق کو واقع
کیا ہے پس ابتداء اوس مہینہ سے طلاق واقع ہوگی
جیسے کہ تجہیز رمضان سے ایک ماہ پہلے طلاق ہے
تو شروع شعبان سے اوسپر بالاتفاق طلاق واقع ہوگی۔

۱۸۶۰، ہمارے نزدیک یہ کہ ایک مہینہ پہلے وہ شرط کے معنی میں
نہی کہ شرط کے ساتھ ملحق سمجھا جائیگا اور جو شرط پر مقدم نہیں ہوا
کرے اس پر مقدم ہوگی بخلاف رمضان کہ وہ خواہ خواہ انبوا لایہ
پر نہ شرط ہوگا بلکہ اوس وقت کا مستحق کر نہیو الا ہو کا جسکی طرف
طلاق کی نسبت کی پہل مہین طلاق او سیوقت کے اندر جسکی طرف
۱۸۷۰، اگر یہ فلان شخص کے مرتبے ایک مہینہ پہلے تجہیز
طلاق ہے اور وہ شخص ایک مہینہ پورا ہو نیکی بعد مر گیا
تو امام صاحب رحم کے نزدیک طلاق اوس مہینہ کی
شروع کی طرف مستند ہو جائیگی اور اسیوقت سے
طلاق کا حکم ثابت ہوگا اور صاحبین رحم کے نزدیک

موقوف طلاق کی نسبت کی یہاں تک کہ

مقتصرہای واقع حال الموت

۱۸۸۸، قید بقوله لقامه لان فلانا
لومات قبل تمام الشہر لا تطلق
اتفاقا لعدم شہر قبل
الموت۔

۱۸۹۰، لهما ان الشرط شہر قبل
الموت ومتصل به وقبليته لا يثبت
الا بالموت فصار كالقيد وماله
ان الجزاء لا يقتصر على المرف
ويقتصر على الشرط والموت هنا
ليس بشرط لان الشرط ما يكون
وجوده محتملا والموت كائن لا محالة
فيكون الموت مصرفا لوقت المضان
اليه الطلاق فيقع في اول الوقت
المضان اليه كما في قوله انت طالق
قبل رمضان بشہر۔

۱۹۰۰، وفاعلة الطلاق في الاقتصار
والاستناد تظهر في مسائل منها
ان العدة يفتبر عده من اول
الشہر وعندهما من الحال۔

۱۹۱۰، وفي الجامع الكبير لقاضي خان
الامح ان العدة من حال الموت
اتفاقا وعليه الفتوى۔

۱۹۲۰، ومنها انه لو طلق في الشہر
يصير مرجعا عند خلاف لهما۔

او کے مرتے ہی واقع ہوگی

۱۸۸۸، یہ قید کہ ایک مہینہ پورا ہو جائیگی بعد وہ شخص مہینے
اسی طرح لگائی ہے کہ اگر ایک مہینے سے قبل مر گیا تو بلا اتفاق
ایک مہینہ پہلے سے طلاق نزاع واقع ہوگی اسی طرح مہینے
پہلے ایک مہینہ پورا ہی نہیں گیا۔

۱۸۹۰، صاحبین رحم کی دلیل یہ ہے کہ وقوع طلاق کی شرط
موت سے پہلے کا ایک مہینہ ہی جو موت کے ساتھ متصل ہی
اور اسکی قبلیت موت سے ہی معلوم ہو سکتی ہے پس اسکا
حال غیر کا سا ہے۔ اور امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ جزاء
شرط پر تو مقصور ہو قسم ہی مگر عین پر مقصور نہیں ہوتی
اور موت یہاں پر شرط نہیں ہے اسی طرح کا وجود متصل ہوا
کرتا ہے اور موت ایسی نہیں کہ نواہ ہونے والی ہو پس
موت شرط ہوگی بلکہ معرفت ہوگی جسکے سبب سے وہ وقت جو
طلاق کا مضان الیہ ہو متعین ہو جائیگا اور اس وقت کے
شروع میں طلاق واقع ہو جائیگی جسے اس قول میں کہ
رمضان سے ایک مہینہ پہلے نہ پھر طلاق ہے۔

۱۹۰۰، استناد طلاق اور اقتصار طلاق کا قاعدہ کئی
مورتوں میں ظاہر ہو گا انہی میں سے کہ امام صاحب رحم
کے نزدیک اس میں عین کی شری سے حدت معتبر ہوگی
اور صاحبین رحم کے نزدیک نہ ہوتی۔

۱۹۱۰، قاضی خان نے ہمارے حکم میں بیان کیا ہے
اصح قول یہ ہے کہ مرنے کے وقت سے ہلا اتفاق حدت
معتبر ہوگی اور سہی پر قوی ہے۔

۱۹۲۰، از انکہ یہ ہے کہ اگر اس مہینے میں محبت کی گواہی
کے نزدیک رجوع سمجھا جائے گا بخلاف صاحبین رحم کے

۱۹۳۔ انما جملة یہ ہے کہ اگر تین طلاقیں دی ہیں اور اوس مہینہ میں اوس سے صحبت کر لی ہو تو امام صاحب رحمہ کے نزدیک حقیقی صحبت کی جرت دینی نہیں بلکہ طاعتی صحبت ہے۔

۱۹۴۔ اگر کسی سے مرتبہ ایک مہینہ پہلے طلاق ہو جائے تو اس سے مرتبہ ایک مہینہ پہلے تو امام صاحب رحمہ کے نزدیک شروع مہینہ کی طرف وہ طلاق مستند ہوگی اور اسکو ورثہ نہیں ملے گا۔

* *

۱۹۵۔ صاحبین رحمہ کے نزدیک اوسکا قول لغو ہوگا اور طلاق واقع ہوگی اور اسکو ورثہ ملے گا۔

۱۹۶۔ میں کتابوں میں مستند رحمہ کا یہ قول (وَلَا ارْثَ) قول (مُسْتَنْدَ) پر بطور نہیں جو اس لیے کہ اس آئندہ پر مستثنیٰ ہونے کے طلاق کے لیے ورثہ نہیں ہوگا تو بعض بات ہر جگہ پورے جملہ اسمیہ اوسکا علت ہے اور اصل اسکی یہ ہے (فَلَا ارْثَ لَهَا)۔

۱۹۷۔ یہاں پر دو مسئلہ ہیں ایک تو یہ کہ طلاق مستند ہوگی اوسکا بعد تو صاحبین رحمہ کا قول ذکر کروا اسواسطے کہ امام صاحب رحمہ کے قول سے وہ صحیح نہیں آسکتا تاہم وہ دو مسئلہ یہ تھا کہ اگر ورثہ ملے گا اوسکا بعد صاحبین رحمہ کا قول کہ اوسکو ورثہ ملے گا نہیں ذکر کیا اس لیے کہ سبب طلاق نفی میں واقع ہوتی ہے اور نہ یہ کہ ذکر کرے وہ صحیح نہیں آسکتا تاہم اگر دیکھو کہ بیان پر مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ امام صاحب رحمہ کے مذہب کے بیان کرنے کے لیے ذکر کیا ہے حالانکہ وہ یہاں بیان کر چکا ہے کہ حل نافیہ ایسے کا اتفاق بیان کرے گا۔

۱۹۸۔ یہ خبر کہ ایک مہینہ پورا کر کے بعد وہ مرتبہ نہیں

۱۹۳۔ ومنها ان الطلاق اذا كان فلتا وقد وطئها في الشهر عزم العقر عند خلافهما۔

۱۹۴۔ او قبل موتی ای لو قال انت طالق قبل موتی بشهر او موتك ای لو قال قبل موتك فانت الشاهر فهو مستند عند ابی حنیفة ولا ارث۔

۱۹۵۔ والغیا ای قال لا یقع الطلاق فلها الارث۔

۱۹۶۔ اقول قوله ولا ارث لا یصح معطوفا علی قوله مستند الا لامعنی لقوله فهو لا ارث لهابل هو معطوف علی الجملة الاسمية تقدیر فلا ارث لھا۔

۱۹۷۔ وهما مسئلتان احدهما قوله فهو مستند اردت قولهما لكونه غير معروف منه والاخرى لا ارث لهما ولم يرد قولهما لكونه في طرف الانبئات منه انظر كيف اورد الجملة الثانية دالة علی قول ابی حنیفة وقد جعلها فی الدیباحة من اوضاع الوفاق

۱۹۸۔ انما قد ناموته بتمام الشهر

* * * *

اے لڑکی سے کہ اگر اس سے قبل مر گیا تو طلاق نہ
واقع ہوگی اور بالاتفاق اسکو مردہ لگا۔ کذا فی المصنف!

❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖

۱۹۹۰۔ اصل اختلاف مذکور بالا کا نشانہ دیتی ہے کہ یہاں کر پکے
کلام صاحب رحمہ کے نزدیک موت زمانہ وقوع طلاق کی معرفت ہو اور
اس کے پہلے طلاق واقع ہو جائیگی اور یہی تعلق حیض کے اعتبار سے
واجب ہوگی اور اگر غلام اور سورتین صحیح تمام اور سکولہ نہ عورت کو
مذلیلہ اور صاحبین رحمہ کے نزدیک موت شرط کی مانند ہے اور طلاق
مطلق کرنا اس کے اوپر باطل ہوگا جیسے کوئی کہے اگر مین مردان
تو تہ طلاق ہے۔ پس اس پر عورت وقات واجب ہوگی
اور طلاق نہ واقع ہوگی۔

۲۰۰۰، اگر یہ کہ جس غلام کا مین اخیرین مالک ہوں وہ

آزاد ہو جائے عورت سے مین اخیرین نکاح کر دے اور سپر
طلاق ہو اور اول ایک غلام کا مالک ہو اور سپر اور ایک غلام
مالک ہو یا اول ایک عورت سے نکاح کیا اور سپر دوسری عورت سے
نکاح کیا بعد ازاں مین نکاح طلاق وعتاق دونوں سے اخیرین
اوپر واقع ہوگا امام صاحب رحمہ کے نزدیک تو اسوقت کی
طرف دونوں کا استناد ہوگا جس وقت وہ مالک ہو اور
بائع کیا گیا ہو یا مین رحمہ کے نزدیک طلاق وعتاق دونوں میں پہلی ہوگی۔

۲۰۱۰، رہا یہ مین مذکور اگر یہ کہ اس جس عورت سے اخیرین
مین نکاح کر دے اور سپر طلاق ہو اور ایک عورت سے نکاح کیا
اوپر دوسری عورت سے نکاح کیا اور پہلی کو طلاق دیدی اور سپر
اوس سے نکاح کر لیا اور دیکھا تو اس عورت کو طلاق نہ ہوگی
بلکہ اسکو طلاق ہوگی جس سے ایک مرتبہ نکاح کیا ہے اسلئے
کہ جس سے دوبارہ نکاح کیا ہے وہ اول ہو شیکہ ماہرہ مصنف

لانہ لومات قبل تمامہ لا یقع
الطلاق ولہا المیراث اتفاقا کذا
فی المصنفی۔

۱۹۹۰، وھذا الخلاف مبنی علی
ما سبق من ان الموت معرف
للزمان عندہ فیمک الطلاق قبلہ
فعلیہا العدة بالحيض فلا تراث منہ
ان کان صحیحاً فی ذلک الوقت
وعندہما کالشروط فیبطل تعلیق
الطلاق بہ کما لو قال ان مت فانت
طالق وعلیہا عدة الوفاة۔

۲۰۰۰، واخر ما امکله او اتزوجها
حرو طالق فیہ لفت ونشر یعنی اخر
عبد امکله حرو اخر امرأۃ اتزوجها
طالق فمک عبد امکله او تزوج
امرأۃ ثم امرأۃ ثم مات فالجواز
واقع علی اخر عما مستند الی وقت
المک والزوج عند الی حنیفة
وقلا یقع مقتصر علی الموت
۲۰۱۰، وفي النہایة لو قال اخر
امرأۃ اتزوجها فنی طالق فزوج
امداۃ ثم اخری ثم طلق الا ولے
وتزوجها ثم مات لم تطلق وطلقت
التي تزوجها مبرک لان التی اعداد
علیہا الزوج انقضت بکونہا اولاً

ولا تنصف بكونها اخرا۔

۴۰۲، وفائدة الخلاف تظهر في

مسائل منها ان العتق عندا يعتبر

من جميع المال ان كان صحيحا عند

الشراء ومن الثلث ان كان مريضا

وعند هما من الثلث مطلقا ومنها

ان العبد يريث من قريبه الذي

مات بعد الملك عندا ولا يرث

عند هما ومنها ان الاخيرة طلقت

من حين تزوجها فلا عدة عليها

وان دخل بها ولا ميراث لها وعندا

عليها العدة وان لم يدخل بها وترث

المرأة لكونه فائدا ان تحقق الشرط

في المرض بمنزلة الايقاع فيه۔

۴۰۳، لهما ان الموت كالشرط لان

اخوية العبد او المرأة انما يتحقق

بالموت اذ قبله كان يمكن ان يملك

عبد اخر او يتزوج امرأة اخرى

فيقع الطلاق مقتصر على الموت

كما لو قال ان لم اشتري عليك عبدا

فانت حر ثم مات فانه يعققت مقتصرا

وله انه علق العتق او الطلاق بفعل

موصوف وهو ممتلك اخر عبد

او تزوج اخر امرأة وقد يتحقق هذا

الفعل من وقت الملك والتزوج

اب اخر بولي ساند متعفن نوگی۔

۴۰۲، اس اختلاف کا اثر کئی مسئلوں میں غلام

ہو کہ امام صاحب رحمہ کے نزدیک اگر غلام کے خریدنے کے وقت

وہ صحیح سالم تھا تو کل مال سے اس کے آزاد ہونا لگا اعتبار کیا

جائے گا اور اگر مریض تھا تو ثلث مال سے اور صاحبین رحمہ کے

نزدیک بہر صورت ثلث مال سے آزاد ہو گا از انجلی یہ کہ امام

صاحب رحمہ کے نزدیک اس غلام کے مالک ہو جائیگی بعد اگر

کوئی اس کا قریب مر گیا ہو تو وہ غلام اور اس کا وارث ہو گا اور

صاحبین رحمہ کے نزدیک وارث ہو گا اور از انجلی یہ کہ امام

صاحب رحمہ کے نزدیک اخیر سے نکل کر تہی او پر طلاق

واقع ہو جائیگی اور عتق واجب نہ ہو گی اگرچہ اس سے دخول

کرے گا اور تہی او کو نہ ملے گا اور صاحبین رحمہ کے نزدیک بہر صورت وہ

بولی اگرچہ اس سے دخول کر لیا ہو۔ وہ وارث ہو جائیگی اس لیے کہ وہ فار

سہمہ جائے گا کیونکہ مرض کے اندر شرط طلاق اعتنائی کا پایا جاتا

۴۰۳، صاحبین رحمہ کی دلیل یہ کہ یہاں بہر صورت شرط کے

باندہ ہی اس واسطے کہ غلام بایہوی کا آخر بولنا موت سے ہی

متحقق ہو گا اس واسطے کہ قبل مر گئے ہر وقت ممکن ہو کہ وہ وار

غلام کو خرید لے یا اور عورت سے تلاح کر لے پس طلاق اور حاق

موت پر مقصور ہو جائیگی جس طرح اگر یہ کہ کہ میں ترے اوپر کوئی

غلام نہ خریدوں تو تو آزادی اور پردہ مر جائے تو اس کا ماضی

موت پر مقصور ہو جاتا ہے۔ اور امام صاحب رحمہ کی دلیل یہ کہ اس نے

طلاق اور عتق کو ایک فعل موصوف کے ساتھ ملحق کیا ہے

یعنی اخیر غلام کا الگ ہونا اور اخیر عورت سے تلاح کرنا

اور یہ فعل اخیر ملک ہونے اور اخیر تلاح کر گئے وقت سے پایا

جاتا ہے اور موت سے مراد اس کا تعین ہو جانا ہے

اسی طرح صاحبین رحمہ کے نزدیک اس سے دخول

کچھ موت شرط نہیں ہے جس میں اسی وقت سے طلاق اور عتاق ثابت ہوئی۔

۲۰۴، اگر اپنی دو بیویوں سے کما تم دونوں میں سے جس کی زیادہ عمر ہوگی اوپر اس وقت طلاق ہو جائے تو نزدیک ایک بیوی کے مرنے سے دوسری بیوی کو طلاق ہو جائیگی یعنی یہ توافق مسئلہ ہے کہ ایک کے مرنے سے دوسری کو طلاق ہوگی اسلئے کہ زمانہ آئندہ میں زیادہ زندہ رہنا مراد ہے زمانہ ماضی میں تھے کہ اگر ایک کی عمر پندرہ سال اور ایک کی بیستین سال کی ہے تو بڑے پر یہ کہنے سے طلاق نہ واقع ہو جائیگی مگر یہ اختلاف ہے کہ ہمارے نزدیک اسکی طلاق وقت موت پر ہی مقصور رہیگی اور امام زفر کے نزدیک جس وقت خاوند نے یہ بات کہی ہے اسی وقت کی طرف مستند ہوگی۔

۲۰۵، امام زفر کے یہ دلیل ہے کہ جو باقی رہی ہے دوسری کے مرنے پر کلام کے وقت اوپر اس عمر میں دراز ہونا معلوم ہو گیا ہے اسی وقت سے طلاق واقع ہوگی اور ہماری یہ دلیل ہے کہ موت شرط کے معنی میں ہوا ہے فی الحقیقت اس کے کلام کے یہ معنی ہیں کہ اگر تم میں سے ایک مر جائے تو دوسرے پر طلاق طاعت پر طلاق مقصور ہوگی۔

۲۰۶، اگر عورت نے خاوند پر دعویٰ کیا کہ اس نے مجھ کو طلاق دی ہے اور وہ گواہ اہل ہر قائم کیے مگر ایک گواہ کہتا ہے کہ طلاق دی ہے اور دوسرا دو طلاق دینے کی گواہی دیتا ہے تو امام صاحب رحمہ کے نزدیک اس صورت میں قاضی کو حکم دیکھنا

اخر و الموت معرفت له لا شرطه فيقيم من ذلك الوقت۔

۲۰۴، او طو کما ای لو قال لامرأته ا طو کما عمر ا طاق الان ای فی هذه الساعة او فعناہ علی الباقیة حال موت الاخری لا مستندا یعنی احد لهما انما تطلق اذا ماتت الاخری اتفاقا لان المراد منه طول الحیة فی المستقبل لا فی الماضی حتی اذا كانت احد لهما بنت خمس عشر سنین والاخری بنت خمس سنین لا یطلق العجز عن لکن طلاقها یقیم مقتصر علی موت صاحبتهما عندنا و مستند عند زفر۔

۲۰۵، له ان الباقیة عرفت انها ا طو ل عمر او وقت الکلام فیقیم الطلاق من ذلك الوقت ولنا ان الموت فی معنى الشرط فمعناه ان مات احد کما اذا اخرج طالق فیقتصر علیہ۔

۲۰۶، ولو شهد واحد واحد و اخری یعنی اذا ادعت علی زوجها ان طلقها فا قامت شاهدین شاهد واحد ما یطلقه والاخر باقین، فالقاضی لا یحکم

بشئ عند ابی حنیفہ۔

۴۰۷، وقالوا واحدة ای يقضى بطلقة

۲۰۸، قيد بلفظ التثنية لانه لو شهد احد هما ان طلقها واحدة و واحدة والاخر شهد انه طلقها واحدة يقبل في الواحدة اتفاقا من الحقائق

۲۰۹، بهما انهما اتفاقا على وقوع طلقة فيقبل شهادتهما فيه كما اذا شهد احدهما بطلقة والاخر

بطلقة ونصف وله ان موافقة الشاهدین فیما شهدا به لفظا ومعنی شرط حواضر القضاء حق اذا شهد احد هما بانه قال لها انت برية

وشهد الاخر انه قال انت خلية لا يقض بشئ والطلقتان غير طلقة لفظا ومعنی بخلاف ما استشهدا به لانهما اتفاقا على لفظ طلقة وذکر نصف طلقة کذا ذکر کله فیکون للتاکید فیتفقان لفظا ومعنی۔

۳۱۰، وکذا الخلاف فی طلق ای فيما اذا قال لامرأته طلق نفسك واحدة فطلقت ثلثا فصد ابی حنیفہ لا یقیم شئ وعندهما یقیم واحدة

۳۱۱، بهما انهما اتتا بما مملکتها وهی

۴۰۷، صاحبین رم فرما تین صورت مذکورہ میں قاضی ایک طلاق کا حکم دے دے گا۔

۲۰۸، دو طلاق کی قید اس لیے لگائی ہے کہ اگر بالفرض ایک گواہ کہے کہ ایک طلاق دی ہے اور دوسرا کہ ایک اور ایک دی ہے تو بالاتفاق ایک طلاق میں دو گواہی مقبول سمجھی جائیگی۔

۲۰۹، صاحبین رم کی دلیل یہ ہے کہ ایک طلاق کے ذرائع ہونے پر دونوں گواہ متفق ہیں پس ایک کے ذریعے ہونے میں دونوں کی گواہی مقبول ہو جائیگی جیسے ایک گواہ ایک طلاق کی اور دوسرا گواہ ایک طلاق اضعف طلاق کی گواہی دی اور امام صاحب رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ جس چیز کی گواہی ہو اس میں گواہوں کا اتفاق اور معنی متفق ہونا حکم دینے کے لیے ضرور ہے حتیٰ کہ اگر ایک کہے خاوند نے (انت بریۃ) کہا اور دوسرا کہے کہ (انت خلیۃ) کہا ہے تو کہہ مکرم نہ دیا جائے گا اور دو طلاقیں تو ایک طلاق کے اتفاق اور معنی دونوں طرح سے غیر میں مختلف اس صورت کے جس سے استفسار کیا ہے اس لیے کہ ایک طلاق کی اضعف پر تو دونوں متفق ہیں اور نصف طلاق کا ذکر کرنا ایسا ہی ہے جیسے کل کا ذکر کرنا پس وہ تائید کے لیے ہو گا اور دو دونوں لفظ اور معنی میں متفق ہیں۔

۳۱۰، اگر انہی جوی سے کہا جی آپ کو تو ایک طلاق دے اور اس نے تین طلاقیں دے لیں تو امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک کہہ دے تو گواہ اور صاحبین رحمہ اللہ کے نزدیک ایک طلاق واقع ہوگی۔

۳۱۱، صاحبین رم کی دلیل تو یہ ہے کہ عورت نے اس وقت میں

مطلقات و دوی نہ نکاح کے لئے جائز ہے۔ اگر نکاح کے بعد طلاق ہو جائے تو نکاح باطل ہے۔

واحدة و بزيادة فمقتضاها ملكته
و يلغو الزيادة كما لو طلقها الزوج الفأ
ليقع ماملكها وهو الثلث ويلغو الزيادة
وله انهما لم تأت بما ملكته لان الزوج
ملكها الواحدة وهي ات بالثلث
فكانت مخالفة مبتدئة والثالث اذالم
ثبت لا يثبت ما في ضمنه بخلاف
الزوج لانه تصرف بالملك لا بالامر
و التفويض -

۴۱۳۸ و ردنا شاهدتهما بطلان
احد لهن عينا مع نسيانها يعني
اذا شهد رجلان على امرأه ان طلق
احدى نساها بعينها لکننا نسيانها لا يقبل
عندنا و يقبل عند زفر نعال بينه
و بينهما حتى يمين المطلقة منهن -

۴۱۳۹ و الله ان جهالة المطلقة لا يمنع
قبول الشهادة كما لو شهد انه طلق
احد لهن بخير عينها ولنا انهما
اعترفا على نفسيهما بالغفلة فلا يقبل
شهادتهما بخلاف المسئلة المقيسة
عليها لانها لم يقررا على انفسهما
بالغفلة -

۴۱۴۰ وفي المحيط لو طلق احدى
من زوجتي فعليه البيان و يجب العداء
من وقت البيان لان له حكم الانتقام

ایک طلاق تو دوی ہے جس کا خورہ نے اس کو مالک بنایا تھا اور
باقی دو طلاقین اس سے زیادہ ہیں پس وہ ایک واقع ہو چکی
اور جو زیادہ ہیں وہ لغو ہو گئی جیسے اگر خورہ نے اس کو ستر طلاقین
دے دیں تو اس سے بعد واقع ہو گئی جس قدر کا خورہ مالک ہے
یعنی ستر طلاقین اور باقی لغو ہو چکی اور امام صاحب رحم کی دلیل
یہ ہے کہ جو اوس کو خورہ میں آیا ہے وہ اس کی مالک نہ تھی اس لیے کہ
خورہ نے اس کو ایک طلاق کا مالک کیا تھا اور اوس میں ستر طلاقین
واقع کر لیں پس یہ عورت کی جانب سے مخالفت پائی گئی لہذا ستر طلاقین
دینا باطل ہو گا اور جب ستر ثابت ہو گئیں تو جو اس میں ستر ہو چکی
۴۱۳۸ اگر دو شخصوں نے ایک شخص پر رسالت کی گواہی دی
کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے کر اس سے نکاح کر لیا ہے تو اس سے
پس یہ با دینوں کہ وہ کونسی ہے تو ہمارے نزدیک اس کی گواہی
مقبول نہ ہو گی اور امام زفر رحم کے نزدیک مقبول ہو جائیگی اور
اوس شخص کو سب جو یوں کہ پاس ہاں ہے روک دیا جائیگا
تا وہ بیکر وہ مطلقہ کی تعین نہ کر دے۔

۴۱۳۹ امام زفر رحم کی دلیل یہ ہے کہ خاص مطلقہ کا معلوم نہ ہونا
قبول شہادت کا مانع نہیں ہے جس طرح اگر وہ گواہی
دیں کہ اس نے اپنی بیوی کو یوں سے بلا تعین ایک طلاق
دے دی ہے تو گواہی قبول ہو گی اور ہماری یہ دلیل ہے
کہ وہ دونوں جب اپنی غفلت کے اقرار کرتے ہیں پس اس کی
گواہی کو نہ کر مقبول ہو سکتی ہے بخلاف ستر مطلقہ علیہا کہ
کہ وہ غفلت کے متضرعین ہیں۔

۴۱۴۰ مختار میں مذکور ہے اگر دو جو یوں میں سے ایک کو
طلاق دے تو خورہ پر اس کا بیان کرنا اس کو دوسری بیوی ہو گا
اگر ستر کے وقت سماعت نہ ہو کر ستر کے بعد بیان کرے تو اس کا بیان

ولونسی لا یقر بهما احتیاطاً لان العمل
بالتحوی فی الفروج غیر صحیح ولو قرب
تعینت الاخری حملاً الفعله علی الخیل
شرعاً ولومات احد لهما تعینت
الاخری للطلاق ولو قال عنیت
المیة صدق فی حق المیراث فلا یرث
عنها ولا یصرف الطلاق علی
الباتیة لانها تعینت له ظاهراً
۲۱۵۰. ولومات الزوج قبل البیان
وسر شامیراث امرأة ینهما

اور اگر بول گیا تو احتیاطاً کسی کے پاس نہ جائے اس لیے کہ فروج کی حالت
اور درست میں اس طرح نہیں ہے۔ اور اگر وہ نہ نہیں سمجھ کر ایک کراہت
صحیح کرے تو دوسری طلاق کے نتیجہ میں جائیگا اور اسے نفس و طاعت
شرعی پر محمول کرے گا اور اگر ایک نفی سے مراد کی تو جو زندہ ہو چکی ہو
کے لیے تعین ہوگی اور اگر خاندان مذکورہ الیٰ کو کما میں نکاح ہو گیا طلاق
دی تو حق سبب میراث کا قول مستعمل ہوگا اور اگر طلاق و خاندان مذکورہ
نہ طلاق ہو تو زندہ ہو چکا ہو طلاق واقع ہو جائیگا اس لیے کہ ظاہر الیٰ حال
کر کے طلاق کر لیا اور سبب تعین کیا تا وہ پیمان خاندان کا بیان نہ کیا ہو۔
۲۱۵۰۔ اگر بیان کرے کہ پہلے طلاق کا انتقال ہو گیا تو طلاق و دونوں کو ایک
بیوی کے برابر ورثہ طلاق اور برابر اور نفی تعین ہو جائیگا۔

فصل فی طلاق غیر المدخول بہا و فی ایمان الطلاق

فصل غیر مدخولہ کے طلاق او یمین بالبطلاق کے بیان میں

۲۱۶۰. واذا طلق قبل الدخول ثلثا
وقعن لان الطلاق المقرون بالعدۃ
لا یقع قبل ذکرہ فیقعن جملة۔
۲۱۶۱. وفي المشكلات من طلق امرأته
الغیر المدخول بها ثلثا فله ان یتزو
بلا تخیل واما قوله تعالیٰ فان طلقها
فلا تحل له من بعد حتی تنکح من وجا
غیرہ ففی حق المدخول بها۔
۲۱۸۰. فان فرق ای قال انت طالق
طالق طالق بانہ بالاولیٰ لان
وقوعها غیر متوقف علی ما بعدھا
ولغی الباقی لغوات الحبل لانها غیر

۲۱۶۰۔ اگر قبل از دخول عورت کو تین طلاقیں دیں
تو واقع ہو جائیں گے اس لیے کہ جب طلاق کے ساتھ عدو کو ذکر کرے
تین طلاق ہو گئی کہ طلاق واقع ہونے کی تین طلاقیں واقع ہو گئی
۲۱۶۱۔ مشکلات میں نہ کہو رہی اگر غیر مدخولہ کو تین طلاقیں دیں
تو مرد ان اسبات کے کہ وہ سرے خاندان سے وہ نکاح کرے اس
خاندان کو اس سے نکاح درست ہو اور اللہ پکارتی کہ طلاق خالی طلاق
فلا تحل آہ یعنی پہلے اگر خاندان کو طلاق دی تو وہ عورت حلال
کے بعد خاندان کو طلاق نہیں ہوتی جب تک کہ وہ اس کی سوا
۲۱۸۰۔ اگر عدولہ کو تین طلاقیں اس طرح پر دیں کہ جب طلاق ہو
طلاق ہو طلاق ہو تو پہلے طلاق سے ہی وہ خاندان سے جدا
ہو جائیگی اس لیے کہ پہلے کا وقوع بعد پر موقوف
نہیں ہے۔ اور باقی لغوات الحبل کی وجہ سے کہ محل طلاق ہو

درمیان طلاق و عدولہ کے ساتھ نکاح کرے۔

معتلہ۔

جائز یا اس باعث سوا غیر مذکور عدت واجبہ میں ہوتی۔

۲۱۹۸، اگر یکہ تجہر بطلاق ہے ایک در ایک

یا کہ تجہر ایک طلاق ہی ایک طلاق سے قبل یا تجہر کسی

ایک طلاق ہی جس کے بعد ایک اور ہے تو وہ غیر منقطع

ایک ہی طلاق سے جدا ہو جائیگی اور اصل قاعدہ اس

میں یہ ہو کہ یہ ظروف یعنی قبل اور بعد اگر ان کے ساتھ ضمیر ذکر

نکاحیہ تہ کی صورت میں کس صفت ہو کر تہ میں اور اگر ضمیر ذکر

کیا ہے تو مابعد کے صفت ہو کر تہ میں جب یہ بات ثابت

ہو گئی تو (قبل و بعد) کا لفظ مابعد کی صفت ہو پس پہلی

جو ایک ہو وہی پہلے واقع ہوگی جب وہ واقع ہو گئی تو وہ

عورت جدا ہو جائیگی اور عدت واجب ہوگی اور یہ لفظ کہ

(او سلی پہلے ایک ہی) دوسرے ایک طلاق کی صفت ہو

اس لیے بیان ہی کیا واقع ہوگی اور یہ دوسرے کے محل

باقی تہ ہوگی اگر یہ کہ انت طالق و احدہ قبلہ و احدہ یعنی

تجہر کسی ایک طلاق ہے جس سے پہلے ایک اور ہے

یا بعد و احدہ کہا یعنی ایسی ایک جمع ایک کے بعد یا تہ

واحدہ یعنی ایک کے ساتھ یا معہما و احدہ یعنی اس کے ساتھ

ایک ہی تو ان چاروں صورتوں میں دو دو طلاقین واقع

ہو گئی اس واسطے کہ قبیلہ قبلہ و احدہ کی اندر دوسری

طلاق کے صفت ہو اور یہ صفت اس بات کو چاہتی ہے کہ

دوسری طلاق پہلے واقع ہو مگر کسی طرح ہر پہلی سے

بیشتر ادسکا واقع ہونا ممکن نہیں ہے اس لیے دو طلاق

دفعۃً واقع ہو گئی اور بعد و احدہ میں بعدیت پہلے

طلاق کی صفت ہے اور وہ اس بات کو چاہتی ہے کہ پہلی

بعد کو واقع ہو ورنہ اگر یہ ہی اس کے واقع کر دینے کے

۲۱۹۸، او قال انت طالق و احدہ

و واحدہ او قال انت طالق و احدہ

قبل و احدہ او بعدہا و احدہ

بانت و احدہ و الاصل فیہ ان

الظروف و هو قبل و بعد ان لم

یذكر کربہ لضمیر یكون صفة لما قبلہ

وان ذکرہ یكون صفة لما بعده

اذ تحقق هذا فقولہ قبل و احدہ

صفة لما قبلہ فبقی الواحدہ الاولى

فی الوقوع فبانت لا الی عدۃ و فی

قولہ بعدہا و احدہ البعدیۃ

صفة للواحدہ الثانیۃ فیقع الاولى

فلم یبق ایضا محلا للآخری او قبلہا

ای لو قال انت طالق و احدہ قبلہا

و احدہ او قال و احدہ بعد و احدہ

او مع و احدہ او معہا ای معہا

واحدہ و قعنا لان القبلیۃ فی قولہ

قبلہا صفة للثانیۃ فاقضی ان یكون

الثانیۃ او لا ولا یمکن ایقاع الثانیۃ

مقدمۃ علی الاولى فوقعتا معا داما

قولہ بعد و احدہ فالبعدیۃ صفة

للاولی فیقتضی تأخیر الاولى و هو

غیر ممکن بعد ما اوجہا فیثبت

ما هو ممکن و ہوا ان یجمع الثانیۃ

بہذا ممکن ہے پس جو ممکن ہے وہی ثابت ہوگا اور یہ
وہ دونوں دفعہ واقع ہوگئی اور صرح کا لکھ کر وہ دونوں کے
معبیت کو چاہتا ہی ہو تو انہی میں سے پہلے سید و ابان ہی مٹائی واقع ہوگئی
(۲۲۰) اگر غیر غرض سے کسی کو گھر میں داخل ہو تو بیعت اور
طلاق ہی اور طلاق ہے اور طلاق ہی یا ایک اجنبیہ
عورت سے کسی اگر زمین تجھ سے نکاح کروں تو تیرے
اوپر طلاق ہے اور طلاق ہے اور طلاق ہے
اور وہ غیر مدخل گھر میں داخل ہوئی اور اجنبیہ
سے نکاح کر لیا تو امام صاحب کے نزدیک
پہلی طلاق واقع ہوگئی۔

❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖

(۲۲۱) صاحبین رحم فرماتے ہیں صورت مذکورہ میں
سب واقع ہو جائیگی اس لیے کہ اس نے غیون
طلاق کو عرف جمع سے عین کر کے ذکر کیا ہے اور شرط پائے جانے
وقت اور کو واقع کیا ہے اس لیے سب واقع ہو جائیگی جیسے شرط کو غیر
کرتی صورتیں اجمع کے لفظ سے بیان کرتی صورتیں سب واقع
(۲۲۲) امام صاحب رحم کی دلیل یہ ہے کہ شرط کے پائے جانے
بغیر طلاق کا حال ایسا ہی جیسے اوپر طلاق واقع کرنا اور شرط
طلاق واقع کرے اور یہ کہ جمع طلاق ہی اور طلاق ہی اور طلاق
ہو تو ایک واقع ہوئی ہی اس لیے ہی ایک ہی واقع
ہوگی بخلاف شرط کے موخر کر کے صورت کے اس لیے کہ شروع
کلام تو اخیر کلام پر جس وقت میں کہ وہ اس کی معنی میں بغیر پیدا
کرنا ہو تو وقت ہو کر تا ہی اور شرط کے مقدم کر کے جائزین یہ بات
نہیں ہوتی اور اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ عرف جمع ہی جمع کرنا
لفظ جمع کو اس اجماع کے نزدیک اسند ہو کر صورت علم کے معنی میں نہیں سادگی

بہا فیقہان و اما کلمۃ مہم فللقران
قرئت بالصغیر او لانا فتقضى وقوعها
معا۔

(۲۲) وان دخلت الدار ای لوقال
لامرأته ولم يدخل بها ان دخلت
الدار فطالق وطالق وطالق وان
تزوجتك ای لوقال لاجنبیہ ان
تزوجتك فطالق وطالق وطالق
فدخلت الدار فی المسئلة الاولی
وتزوجها فی الثانیة فالاولی ای

الطهارة الاولی واقعة عند ابی حنیفة
(۲۲۱) وقالاکلھا واقعة لانه جمع
بین الثلث بمرت الجمع ووقعها
حال وجود الشرط فنیقہ کلھا کما
اذ اخذ الشرط وکما لوجعھا بلفظ
الجمع۔

(۲۲۲) وله ان المعلق کالمذکور عند
الشرط ولو قال لھا منعزانت طالق
وطالق یقع واحدة فکذا لھذا الخلاف
ما اذا اخر الشرط لان صدر الکلام
توقف علی اخره لوجود المعنی ولا
کذا لک اذا تقدم الشرط وبہ تبین
ان الجمع بمرت الجمع کالجمع بلفظه
فی حق اصل التعلیق لانه حق
کیفیت۔

۲۲۳، اگر غیر مدخولہ سے اب کہا اور حرف ثم سے عطف کیا اور شرط کو مقدم کیا باین طور کہ ان دخلت الدار فانت طالق ثم طالق ثم طالق تو اول طلاق امام صاحب رحمہ کے نزدیک مدخولہ دار پر موقوف ہوگی اور دوسرے فی الفور واقع ہو جائیگی اور تیسرے لغو ہوگی۔ اور اگر شرط کو مؤخر کیا اور کہا انت طالق ثم طالق ثم طالق ان دخلت الدار تو پہلی فی الفور واقع ہو جائیگی اور باقی لغو ہو جائیگی۔

✱ ✱ ✱ ✱ ✱ ✱ ✱ ✱ ✱ ✱

۲۲۴، اگر مدخولہ بیوی سے یہ کہا اور شرط کو مقدم کیا تو امام صاحب رحمہ کے نزدیک طلاق اول بتحقیق شرط پر موقوف ہوگی اور باقی دونی لغو واقع ہو جائیگی اور شرط کو اگر مؤخر کیا ہو تو تیسری وجہ شرط پر موقوف ہوگی اور باقی فی الحال لغو ہو جائیگی۔

۲۲۵، صاحبین رحمہ کے نزدیک ہر صورت میں طلاقین تحقیق شرط پر موقوف ہوئی خواہ عورت مدخولہ یا غیر مدخولہ اور شرط کو مقدم کرے یا مؤخر کرے اس لیے کہ شرط کا لفظ عطف کے لیے آماہی اور تراخی پر دلالت کرتا ہے عطف کو اعتبار کو حسب طلاقین معلق یا شرط ہو جائیگی اور تراخی کے اعتبار سے ایک طلاق پر دوسرے طلاق مرتب ہوگی اب اگر وہ مدخولہ ہے تو میںون طلاقین بسبب بغا و حملیت طلاق کی بہ ترتیب واقع ہو جائیگی اور اگر غیر مدخولہ ہے تو پہلی ہی طلاق سے جدا ہو جائیگی اور سبب عدم بغا و حملیت طلاق کی باقی لغو ہو جائیگی۔

۲۲۶، امام صاحب رحمہ کی دلیل یہ ہے کہ موقوف بہم صحت میں اپنی ابتداء سے منقطع ہو کر تائب اور ایسا

۲۲۳، او ثم ای لو عطف بثم فانت قد اتم الشرط ای لو قال لتبیر المدخول بها ان دخلت الدار انت طالق ثم طالق ثم طالق فالاولی معلقة والثانیة منجزة والثالثة لغو عند ابی حنیفة او اخرای لو قال لها انت طالق ثم طالق ثم طالق ان دخلت الدار فالاولی منجزة والباقی لغو عند ابی حنیفة۔

۲۲۴، وان قدم الشرط فی المدخول بها فالاولی معلقة والباقی منجزة واخرا الشرط فالثالث معلقة والباقی منجزة۔

۲۲۵، وقال یعلق الكل ای التثلیث مطلقا سواء كانت مدخولا بها او لا و قدم الشرط واخرا لا ثم عطف علی سبیل التراخی فبا اعتبار العطف یتعلق الكل بالشرط باعتبار التراخی یکون الثاني مرتبا علی الاول فاذا كانت مدخولا بها یقیم الكل علی الترتیب لقیام اهل دان لم یکن مدخولا بها بانت بالاولی ولغا الباقی۔

۲۲۶، وله ان المعطوف بثم فی حکم المنقطع عما قبله فانه سکت عن

ہو چھوٹا کلام کہ سکوت کیا اوپر دیر کے بعد دوسرے کلام کے ساتھ نظر کیا اور دونوں کلاموں کے بیچ میں اگر سکوت پایا جائے مثلاً انت طالق کہ چہرے اوپر کے و طالق ان دخلت الدار تو وہ سکوت تعلیق بالشرط کا مانع ہوتا ہے اس لیے یہ تعلیق ہی مانع تعلیق ہوگا اس بنا پر اگر عورت غیر مدخل ہو اور شرط کو مقدم کیا ہو تو طلاق اول شرط پر معلق ہوگی اور طلاق دوم کا صرف طلاق سمجھیں گے اور وہ فی الحال واقع ہو جائیگی اور وہ جبراً ہو جائیگی اور دوسری طلاق لغو ہوگی اس لیے کہ محل طلاق باقی نہیں ہوا اگر شرط کو مؤخر کیا تو پہلی واقع ہوگی اور دوسری لغو ہوگی کیونکہ وہ تعلیق نے غیر ملکی ہے۔ اور اگر مذکور ہے اور شرط کو مقدم کیا تو پہلی معلق ہوگی اور دوسری فی الفور واقع ہوگی اس واسطے کہ پہلی کے ساتھ اس کو تعلیق نہیں ہے اس لیے یہ دوسری بھی سبب قیام عدت کے لئے الفور واقع ہو جائیگی اور اگر شرط کو مؤخر کیا تو پہلی اور دوسری تواق و سیوقت واقع ہو جائیگی اس لیے کہ اس کو شرط کے ساتھ تعلیق نہیں ہے اور عدت موجود ہی ہے اور دوسری معلق ہو جائیگی کیونکہ محل طلاق مؤخر باقی ہے۔

۲۲۷، اگر ایک شخص اجنبی عورت سے کہے کہ اگر میں تجھے نکاح کروں تو تیرے اوپر طلاق ہے تو ہمارے نزدیک یہ تعلیق صحیح ہے۔

۲۲۸، امام شافعی رحمہ اللہ نے یہ تعلیق صحیح نہیں ہے اس واسطے کہ طلاق اس معلق کرنا فی الحقیقت ایقاع طلاق میں تاخیر کرنا ہوتا ہے اور اجنبی شخص عورت پر فی الحال ایقاع طلاق کا ملک نہیں ہوگا اس لیے کہ طلاق اس کو اختیار نہ ہوگا۔

الاولی واستأنف الثاني قولاً بكلام التراضي ولو فصل بينهما بالسكوت بان قال انت طالق وسكت ثم قال وطالق ان دخلت الدار كان بمنع التعليق فكذلك العطف عنه فاذا قدم الشرط في غير المدخول بها تعلقت الاولى ثم يجعل مستأنفا للطلاق فيتجزئ الثانية فتبين ويلغو الثالثة لقوات المحل واذ اخر الشرط وقعت الاولى والباقيان لغوانه تعلیق فی غیر الملحق واذ اقدم الشرط فی المدخول بها يكون الاولى ملحقة والثانية منجزة لعدم تعلقها بالاولى والثانية ايضا لقيام العدة واذ اخر الشرط وقعت الاولى والثانية منجزة لعدم تعلقهما بالشرط والعدة قائمة وتعلقت الثالثة لقيام المحل۔

۲۲۹، وخبر الاجنبية تعليقه بالنكاح كقوله لاجنبية ان تزوجتك فانت طالق۔

۲۳۰، وقال الشافعي لا يجوز لان التعليق تاخير التجيز وهو لا يملك نطق اجنبية بتجيز اكن لك لا يملك تعليقا۔

(٢٢٩)، ولنا ان المعلق كما لم يفظ عند الشرط فيكون كانه قال بعد التزوج انت طالق فيقع.

(٣٣٠) فان قيل لو علق الطلاق
 ثم حين عند الشرط تطلق ولو كان
 كما للمفوض عنده لما وقع لا عند ام
 لا اهليه قلنا هو ايقاع حكمها والمجنون
 اهل ليدل على ان خلاه عتق عليه اذا
 اشتراكا وليه وقوله التعليق تاخير
 التجيز ممنوع بدليل انه لو قال
 لامه اذا ولدت ولد فهو حر مع
 مع انه لم يملك تجيز العتق في الولد
 المعدوم كذا ذكره صاحب الكافي
 والحاصل ان الايقاع المعلق سبب
 في الحال عند الشافعي والشرط
 يمنع ترتب اثره عليه ولهذا شرط
 ملك وقت التعليق وعندنا
 لتعليق عين في الحال فلا يشترط
 حكمته على ملك المحل كاليمين بالله
 انما يصير سببا للطلاق اذا وجد
 للشرط كالرعي فان عينه ليس يقبل
 اذا وصل الى المحل يصير
 فتلا

(٢٣) وفي المحيط هذا اذا صرح
النكاح ولو قال كل امرأة احق

۲۲۹۔ ہماری یہ دینی فکر مطلقاً ایک شرط کے ساتھ مشروط و ملزوم ایسا ہے جس پر وجود و شرع کی مطلق کا وہ بنیاب ایسا سمجھا جائے گا کہ گونا گویا ملاح کے بعد اوس نے امتحان ملحق کیا۔

(۲۳۰) اگر کوئی یا اعتراض کرے کہ اگر کوئی شخص طلاق کو ایک شرط کے ساتھ مشروط کرے اور وقت تحقق شرط کے وہ مجنون ہو جائے تو تمہارے اس قاعدہ کے موافق کس حلقہ بشرط ملفوظ عند وجودا بشرط کے حکم میں ہوا کرتی جو طلاق ذوالوقوع بنا چاہیے اس لیے کہ وقت تحقق شرط کے وہ طلاق دینے کا اہل نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ طلاق کا اصلی کرنا حقیقت میں تو ایقان طلاق نہیں جو مگر حکماً ایقان طلاق ہے اور مجنون حکماً ایقان طلاق کا اہل ہے اور اوپر دلیل یہ ہے کہ اگر مجنون کا ولی اس کی بھائی کو خریدے تو مجنون کی طرف سے آزاد ہو جاتا ہے حالانکہ وہ حقیقتاً عتاق الابی نہیں ہے باقی برہ الام شامعی فرج کا یہ قول علیہ تعلیق طلاق فی الصحیحۃ تاخیر انقاع ہر اسکوم نہیں تاخیر اور اوپر یہ دلیل ہے کہ اگرچہ کسی سے گھر تیرے پیو پیدا ہوئے نہ آزاد ہو تو یہ کہنا صحیح ہی باوجودیکہ دلہ - حسد و زور و فاحال آزاد نہیں کر سکتا لہذا ذکر ما صاحب کتابی فی محال ہے کہ ایقان طلاق نام شامعی سے کہ نزدیکی فی الحال سبب طلاق ہے شرط ذوالاثر وقت نہیں ہونے دیتی اس لیے امام شامعیؒ کے محال وہ ایک بین ہی پہل و سکی صحت ملکیت محل پر ہو تو غیر مستحق صلح خلع کے ساتھ قسم کیا گیا ہے یہ ضرور نہیں کہ ہر کو اس

(۲۳۱) محیط میں مذکور ہر چیز جب ہر کھلاخ کی تصریح کر دے اور اگر مثلاً یون کہا کہ جس عورت سے میں

ہم بستر کی کروں اور سپر طلاق ہے اور ایک عورت سے نکاح کیا تو سپر طلاق نہ واقع ہوگی مگر اگر کسی نے جو کر کے سے میں سمجھت کروں وہاں اس سے اور ایک چھو کر کے خریدی اور اس سے سمجھت کی تو آزاد ہوگی اسلئے کہ غیر ملک کی طرف آزاد ہو سکتی ہے۔

۲۳۲) اگر بلا تخصیص کسی عورت کے طلاق نکاح کے ساتھ طلاق کرے اور کچھ جس عورت سے میں نکاح کروں اور سپر طلاق ہے تو یہ طلاق صحیح ہے اور امام مالک کے ساتھ فرماتے ہیں جائز نہیں ہے۔

۲۳۳) بلا تخصیص کے قید اسلئے لگائی ہے کہ اگر کسی شہر یا قبیلہ یا اور کسی صفت کے ساتھ تخصیص کر دے مثلاً جس کو فہ والی یا ہند والی یا خاندان رسیدہ سے میں نکاح کروں اور سپر طلاق ہے تو باطل و فاسد جائز ہے۔

۲۳۴) امام مالک کے حکم کی دلیل یہ ہے کہ جب وہ اپنی جان پر جلع کی حاجت کے طریقہ کو حرام کرتا ہے تو گواہی مان کو زنا میں دلالت ہے پس جو جائز ہوگا۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ عین ہے اسلئے اگر ایک شخص نے حلف کیا کہ میں حلف نہ کروں گا اور اس نے اپنی بیوی کے طلاق کو کسی شرط کے ساتھ شرط کیا تو قسم ٹوٹ جائیگی اور میں گاہی قاعدہ پر اگر کسی شخص کو ساتھ ہو کر اس کی اہلیت نہ ہو تو وہ خواہ مخواہ مقبرہ میں لے جائے کہ شہر نہ پائی جائے سو فتنہ نہ ہو اور طلاق نہیں ہے۔

۲۳۵) خانیہ میں مذکور ہے اگر یہ کہ جس عورت سے میں نکاح کروں اور طلاق ہو اگر میں فلاں شخص سے نکاح کروں ورنہ اس شخص سے نکاح کر کے نکاح ہو تو طلاق منقطع ہوگی اور نکاح کیا اور پھر

معہانی فراش فہی طالق فزوجہ امرأۃ لا تطلق وکذا الوقال کل جاسریۃ فوطئہا فہی حرۃ واشتری جاسریۃ فوطئہا لم تعتق لان العتق غیر مضایف الی المملک۔

۲۳۶) واجازۃ ای تعلیق الطلاق بالنکاح مع التعمیم لکولہ کل امرأۃ تزوجہا فہی طالق وقال مالک لا یجوز۔

۲۳۷) قتید بالتعمیم لانہ ان خص بلد او قبیلۃ او صفۃ کما اذا قال کل امرأۃ تزوجہا من کوفۃ او من الہند او ثیب فہی طالق یجوز اتفاقا۔

۲۳۸) لہ انہ اذا عم علی نفسہ طریق استباحۃ البضع یکون فیہ تعریض نفسہ للزنا فلا یجوز ولنا ان ہذا یمین ولہذا الوحلف انہ لا یحلف فعلق الطلاق بشرط یحث والیمین معتبرا اذا صد من اہلہ وما لم یوجد الشرط فہو یمین لا طلاق۔

۲۳۹) وفی الخانیۃ لو قال کل امرأۃ تزوجہا فہی طالق ان کلمت فلاں فیکلم شر تزوج لا تطلق ولو

تزوج ثم تكلم بطلاق وكذا اكلمها - ۲۳۷، ولو قال ان تزوجتك فانت طالق قبله ثم تكلمها بوقعه اعلو بوضع الطلاق عقيب النكاح وقالا لا يقع به شيء -

کلام کیا تو طلاق واقع ہو جائیگی خواہ وہ یہ کہے کہ جب میں کسی عورت سے ۲۳۷، ایک عورت سے کہ اگر میں تجھے نکاح کروں تو نکاح نکاح نہیں طلاق ہی بعد از ان دوسری طلاق کیا تو امام ابو یوسف ج کے نزدیک طلاق واقع ہو جائیگی مگر امام صاحب رحمہ اور امام محمد رحمہ صاحب کے نزدیک کہہ نہ واقع ہوگا۔

۲۳۸، له انه علق الطلاق بالنكاح وذكر معه وقتا لا يقدر، ايقام الطلاق فيه فلفي ذكر الوقت وبقي التعليق وفيه ان المعلق بالشرط كاللفوظ عنده ولو قال عند النكاح انت طالق قبل ان الكحل لا تطلق فكذا هذا -

۲۳۸، امام ابو یوسف ج کی دلیل یہ کہ اس نے طلاق نکاح کے ساتھ شرط کیا ہے اور اس شرط کے ساتھ وقت لایا ہے تو یہ نہیں وہ طلاق میں واقع کر کے اس واسطے وقت کا ذکر لغو ہو گا اور صرف تعلیق باقی رہ جائیگی لہذا طلاق مطلق ہوگی اور ان دونوں کی دلیل یہ کہ شرط کا حوالہ شرط کی پابندی کے بعد طلاق ہی طلاق واقع نہیں ہوتی لہذا طلاق کے بعد یہ کہ نکاح کے بعد طلاق ہی طلاق واقع نہیں ہوتی لہذا

۲۳۸، واذا علق الطلاق بشرط باحد الفاظه اى الفاظ الشرط

۲۳۸، شرط کا الفاظ میں کسی ایک فقرہ کے ساتھ طلاق کی شرط معلق کیا جائے اور شرط متکو صواب اور کسی ملک ہو تو طلاق کی شرط

۲۳۹، كان واذا ما ومتى ومتما وكل وكلما كلمة كل ليس من الفاظ الشرط ولهذا ايد حل الاسم انما عد منها باعتبار ان الحكم يتعلق بالفعل الذي يلي مدخوله كتعليقه بالشرط كما اذا قلت كل عبد اشتريه فهو حر لا يفتن غير مشتراه في ملكه اى في امراءه مملوكة بالنكاح او مضان اليه اى الى الملك اراد به التعليق به كقولہ ان ملكتك فانت طالق وكذا التعليق بسببه وهو التزوج لانه سبب الملك ومضات اليه -

۲۳۹، شرط کے الفاظ عربی میں یہ ہیں ان اذا اذا ما متى متما كل وكلما اسمی کے ساتھ حروف حقیقت میں شرط کے لیے نہیں ہے اس لیے اختلاف اور ان کے پاسم پر آتا ہے لیکن چونکہ اس کی بدخول کے ساتھ جو فعل متصل ہو جائے اس کے ساتھ حکم اس طرح معلق ہو اگر نائب جس طرح شرط کے ساتھ اس واسطے کل کے الفاظ میں شرط شمار کرتے ہیں۔ مثلاً اگر کوئی کہے کہ کل عبد اشتريه فهو حر یعنی جس غلام کو میں خریدوں وہ آزاد ہے تو نیز اس کے خرو سے ہونے کے کوئی نہیں آزاد ہو سکتا۔

نکاح کروں تو اس طلاق کے اگر میں کسی عورت سے نکاح کروں۔

نکاح کروں تو اس طلاق کے اگر میں کسی عورت سے نکاح کروں۔

نکاح کروں تو اس طلاق کے اگر میں کسی عورت سے نکاح کروں۔

✦ ✦ ✦ ✦ ✦ ✦ ✦ ✦ ✦ ✦

۲۴۰۸، حم هذا اذا كان التعليق بصريح
الشرط وان كان بمعنى الشرط كقوله
المرأة التي تزوجها طالق فانها
يتعلق اذا كانت غير معينة وان كانت
معينة كقوله هذه المرأة التي تزوجها
لا يقع الطلاق لانه عرفها بالاشارة
ولا يراعى فيها الصفة فبقى قوله هذه
المرأة طالق۔

۲۴۱۰، وانما قيد بملك او مضاف اليه
لان التعليق يمين والغرض منه غالباً
حمل النفس على الفعل او منعها عنه
ولو لم يملكه في الحال حق يجترئ عن
الشرط ولم يصفه ايضاً الى الملك حتى
يتعرض عن تحصيل الملك لم ينعقد اليمين
لانعدام الغرض منه۔

۲۴۲۰ فان قيل لو قال لامرأته اذا حضرت
فانت طالق فهو عيّن وليس فيه ذلك
الغرض قلنا العبرة للغالب كاللشاذ۔
ولا يبطل اليمين بزوال الملك
حتى اذا قال ان دخلت الدار فانت
طالق ثم اناها بواحدة وانقضت
عدتها ثم تزوجها فدخلت الدار
طلقت لان الطلاق ما لم يبلغ ثلثاً
فبطل اليمين واليمين باق ببقاء
محلہ۔

۲۴۰۹، سمونہ کہو کہ ملازمین تعلیق حب صحیح ہوتی ہے جب
صریح شرط کے ساتھ ذکر کرے اور اگر شرط کے معنی وہاں سمجھ
میں آئے ہوں مثلاً یہ عورت جس سے میں نکاح کران لو سپر
طلاق ہے تو وہاں طلاق وسیع وقت ملحق ہوگی کہ جب عورت
معیّنہ نمودار کر معین ہو مثلاً یہ عورت جس سے میں نکاح کرنا سہر
طلاق ہے تو یہاں طلاق نہ واقع ہوگی اسلئے کہ جہاں اشارے
اور کسی تعین ہوگی تو اب غمت کا کچھ اعتبار نہ ہوگا اور ایسا
ہوگا کہ اجنبیہ کو کما اس عورت پر طلاق ہو۔

۲۴۱۰، طلاق کے لئے ملکیت بالملکیت کے طرف مضاف ہونے کی
اسلئے قید لگائی ہے کہ تعلیق طلاق حقیقت میں ایک طرح کی قسم ہے
اور قسم سے اکثر نفس کا کسی کام کرنے یا اوس سے روکنے پر ہے
انگیزہ کرنا منظور ہو کر کرنا ہے اور جس وقت میں اوپر ملکیت
نہیں ہے مثلاً اوس شرط سے پہلے یا ملک کے دن اضافت نہیں
کی ہے تاکہ ملک حاصل کر نہیں جاتا ہے تو قسم ہونے کی ہی نہیں اسلئے
کہ جو اوس سے غرض ہو وغرض ہی اس وقت میں تحقق نہوگی۔

۲۴۲۰ اگر کوئی اعزاز کرے کہ ایک شخص اگر اپنی بیوی سے کہے
تو تمکو جیل سے دے تو یہ بڑا بڑا طلاق ہے تو یہ بھی قسم ہو مگر غرض قسم سے
تم نے بیان کی ہے وہ ہمارے نہیں پانی جاتی تو اس کا چیل چیل کرنا اعتبار نہ ہوگا
ملکیت نکاح کے جملے رہتے ہے یہ قسم باطل نہیں ہوتی
بلکہ دستوراً ملک کا حکم قائم رہتا ہے مثلاً اگر ایک شخص نے اپنی بیوی کا
کہا اگر تو گھر میں جادے تو تجھے طلاق ہے اور یہ ایک طلاق
بائون اور کہہ دے ہی اور اس کو عدت گزر گئی اور اوس سے
دو بارہ نکاح کر لیا اور پھر وہ گھر میں گئی تو اوپر طلاق واقع
ہو جائیگی اسلئے کہ جب تک تین طلاقیں نمودار نہیں ہو سکتی
وہ محل قسم ہے اور جب تک عمل باقی رہی قسم ہی باقی رہیگی۔

اگر کسی طلاق کا دعویٰ ہو تو اس کا ثبوت اس کے ہاں ہے۔

۲۴۳، فان وجد فيه اى الشرط
فى ملك اخلت اليمين ووقع المعلن
عقبيه اى وقع الجزاء عقيب وجود
الشرط والاى ان لم يوجد فيه
بل وجد فى غير ملك اخلت
اليمين بوجود الشرط ولا يقع اى
الطلاق لان المحل غير قابل۔

۲۴۴، ولا يتكرر اى الجزاء بتكرار
الشرط الا فى كل ما لا تقتضاه العموم
المستلزم للتكرار حتى ينتهى الطلقات
الثالث وغيرها لم يقتض العموم فاش
يتم بوجوده مرة ولا بقاء لليمين بدين
الشرط

۲۴۵، وانفينا التكرار با انتهاء
الثالث يعنى فى صورة التعليق بكلمة
اذا تزوجت بعد الثالث بزوم دعاء
اليه فوجد الشرط فى الملك الثانى
لم يطلاق عندنا وقال من فرق طلق لان
كلمة كلما للتكرار۔

۲۴۶، ولنا انه امكن على ما يملك
من الطلقات وقد انتهى ذلك فنتهى
اليمين ضرورة۔

۲۴۷، اعلم ان هذا الخلاف فيما
اذا لم يدخل كلما على نفس التزوج
وان دخل عليه لا ينتهى التكرار اتفاقا

۲۴۳، جس شرط کے ساتھ طلاق کو مشروط کیا ہے اگر
وہ شرط اس شے کی ملک ہونے کی حالت میں ہائی کسی سب
نوع قسم پوری ہو جائیگی اور اس کے بعد طلاق بھی ثابت
ہو جائیگی اور اگر وہ شرط عورت کے ملک ہو چکی ہو تو
نہیں ہائی گئی بلکہ جس وقت وہ اس شخص کی ملک نہ ہو
اوس وقت میں ہائی گئی تو قسم پوری ہو جائیگی اور سبب عدم
محلیت طلاق کے طلاق نذائع ہوگی۔

۲۴۴، شرط کے بار بار پانی جیسے مشروط یعنی طلاق بار بار
نثابت ہوگی مگر جس طرح کلام کے لفظی شرط کو بیان کیا ہے
اس واسطے کہ وہ موقوفات کو چاہتا ہے جس کے لیے تکرار لازم نہیں
تین طلاقوں تک بار بار لکھا کی لفظی شرط کے مکرر ہو جیسے طلاق ہی
مکرر ہوگی۔ اور پانی جیسی مشروطات کو تعقیبی نہیں ہیں بلکہ
ایک ہی دفعہ شرط کو پانی جیسے اور سلا حکم تمام ہو جائیگا اور جب

۲۴۵، ہمارے نزدیک جس وقت میں کلام کے ساتھ شرط
لگاؤ جائے تو تین طلاق تک شرط کی پائے جائیے طلاق
پائی جاتی ہے بخلاف امام زفرج کے کہ ان کے نزدیک
تین طلاق کے بعد ہی اگر وہ دوسرے خواہد سے
نکاح کرے اور پہلے خواہد سے نکاح کرے اور وہی شرط پائی جائے
تو یہی طلاق ثابت ہوگی کیونکہ کلام کا تکرار کے لیے آتا ہے۔

۲۴۶، ہماری ہد دلیل ہے کہ خداوند نے اویسہ و طلاق کو
شرط کے ساتھ معلق کیا ہے جس قدر کہ وہ ملک ہی اور تین طلاق کے
واقع ہو غلط کی حکمت تمام ہو گئی لہذا قسم ہی الاممہ قسم ہو جائیگی۔

۲۴۷، جانتا ہے کہ یہ اختلاف اوس وقت میں
ہے کہ کلام کا کلمہ نفس نکاح پر داخل ہو جائے نکاح کو
شرط نہ کر دیا ہو ورنہ بالا اتفاق نکاح کے مکرر ہونے

شرط ہی جو در بارہ نکاح کی حکم میں آتی ہے۔

بل یحیث بکل مرة وان کان بعد زوج
آخر کان الیمین باعتبار ما یحدث
من الملائک وهو غیر متناه۔

اور اسکی کچھ انتہائیں ہیں۔

* * * * *
۲۴۸، فی روایۃ منتقی عن ابی یوسف ہذا کانت
المرأة معینۃ ولو ابہم وقال کلمۃ
تزوجت امرأة ففی طالق فتزوج
امرأة طلقت فان تزوجها فانیما
لم تطلق کما اذا قال کلمۃ اشتريت ہذا
الثوب فهو صدقة یلزمہ التصدیق
لکل مرة ولو قال کلمۃ اشتريت ثوبا
فہو صدقة لا یلزمہ ذلک الا
مرة۔

(۲۴۸) امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے روایت کی ہے
ہے جب ہو کہ عورت یمن ہو اور اگر بلا یمن یہ کیا ہے کہ جب
میں کسی عورت سے نکاح کروں تو اس پر طلاق ہو اور ایک
عورت سے نکاح کیا تو اس پر طلاق ہو جائیگی مگر دوسری
مرتبہ اگر اسی عورت سے نکاح کیا تو طلاق نہ واقع ہوگی جیسے
کوئی شخص ایک کپڑے کی طرف اشارہ کر کے کہی کہ جب
میں اس کپڑے کو خرید کروں یہ صدقہ فی حق ہر مرتبہ خریدے ہوگا
صدقہ کرنا لازم ہوگا اور اگر کہے کہ جب میں کوئی کپڑا خریدوں تو وہ صدقہ
تو نہ ہو بلکہ ایک کپڑے خریدنے سے اسکو صدقہ کرنا واجب ہوگا

۲۴۹، ولو قال کل امرأة تزوجها
ففی طالق ان کلمت فلان تزوج
امرأة تکلم فلان ثم تزوج المرأة
اخری طلقت التي تزوجها قبل
الکلام ولا تطلق التي تزوجها بعد
الکلام وکنذ الو قال ان فعلت فاکمل
طالق و لیس له امرأة فتزوج امرأة
ثم فعل ذلک لا یحیث فی یمینہ من
فتاوی قاضین

(۲۵۰) و ابطالناہ بتجیزھا ای اذا قال
ان دخلت الدار فانت طالق ثلثا
ثم خیرھا فقال انت طالق ثلثا فتزوجت

(۲۵۰) اگر ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا اگر تو
میرے گھر میں جائے تو میرے اوپر تین طلاقیں ہیں اور پھر اس
سے یہ کہا کہ تمہارے تین طلاقیں ہیں اور اس نے فرمایا

اور اگر کسی نے کہا کہ میں نے ایک عورت سے نکاح کیا تو اس پر طلاق ہو جائیگی مگر دوسری مرتبہ اگر اسی عورت سے نکاح کیا تو طلاق نہ واقع ہوگی جیسے کوئی شخص ایک کپڑے کی طرف اشارہ کر کے کہی کہ جب میں اس کپڑے کو خرید کروں یہ صدقہ فی حق ہر مرتبہ خریدے ہوگا صدقہ کرنا لازم ہوگا اور اگر کہے کہ جب میں کوئی کپڑا خریدوں تو وہ صدقہ تو نہ ہو بلکہ ایک کپڑے خریدنے سے اسکو صدقہ کرنا واجب ہوگا

بزوج اخر ثم عادت اليه فدخلت
الدار لم تطلق عندنا وقال
نفر تطلق-

(٢٥١)، فبعد تنفيذ الثلاث لأنه لو طلقها
ثنتين ثم عادت اليه فدخلت
الدار تطلق فلثا اتفاقا من الحقائق
(٢٥٢)، له ان زوال الملك لا يبطل
التعليق كما اذا قال لعمدة ان دخلت
هذه الدار فانت حر نعم باعد وعاد
الى ملكه فدخلها عتق ولنا ان تعليقه
كان باعتبار ملكه الموجود وبوقوع
الثالث عليها ارتفع الملك ومحلية
الطلاق بالحلية فيبطل التعليق بخلاف
البيع لان ملك العبد له غير محدد
بصفة الرق فكان محلا.

٢٥٣١ ولحاقه اى لحاق الزوج بدار
الحرب حال كونه مرتدا بعد
ما علق طلاق امرأته بشرط
كال دخول ونحوه ثم دخلت الدار
وهي في العدة مبطل لتعليقه
عند ابي حنيفة يعنى لا تطلق وقالا
تطلق قيد باللعاق لانه لو لم يلحق
لا يبطل تعليقه اتفاقا

۴۵۴ وفائدة. الخلاف تظهر
فيما اذا جاء تأبياً مسلماً اليه وتزوج

خاندان سے نکل کر کچھ پہلے خاندان سے نکل گیا اور گھر میں
 اہل تو ہمارے نزدیک اب ملان نہ واقع ہوگی یہ خلاف
 امام زفریج کے۔

(۳۵۱) فی الحال تین ملاہین دینے کی قید اسلئے لگائی ہے
 لاکر دو ملاہین دین اور عورت کو دوسرے خاوند کو صلح کر کے
 پہلو سے صلح کیا اور گھر میں داخل ہوئی تو بالاتفاق اوپر سے ملاہین
 (۳۵۲) امام زفر کی دلیل یہ ہو کہ ملک کے جانے والے سے
 تعلیق بالشرط نہیں جاتی جس طرح کسی شخص نے اپنے غلام سے
 کہا اگر تو اس گرجن جاوے تو نو آزاد ہو اور پہلو اس غلام کو
 فروخت کر دیا اور پہر کسی طرح سو وہ غلام اوکے ملک میں آگیا
 اور اس گرجن میں گیا تو آزاد ہو جائیگا۔ اور ہر ای سے دلیل یہ کہ ملاہ
 میں شرط لگانا نامکام موجود کے اعتبار سے ہوتا ہو اور تین
 ملاہ کے واقع ہونے کے سبب سے ملکیت جاتی رہی اور ملکیت
 ملاہ بالکل مرتفع ہو گئی لہذا وہ تعلیق بالشرط بالمل ہو جائیگی نہ جانت
 بیع کے اسلئے کہ غلام جب تک غلام یہ ہر وقت اوپر ملکیت حاصل

۲۵۳ اگر ایک مسلمان شخص نے ظالماً سہمیں اپنی
جوئی کی طلاق کو کسی شرط کے ساتھ مثل گھرمین داخل
ہوئے وغیرہ کے معلق کیا اور بہرہ مرید ہو کر دارالحرب
کو چلا گیا اور حالت عدت میں مثلاً وہ عورت گہمیں
داخل ہوئی تو امام صاحب رحمہ کے نزدیک تہنیتین
بашطرباطل ہے اور اسے طلاق نہ واقع ہوگی۔
اور دارالحرب میں جو نجی جائیداد اسلامی ہو اگر دارالحرب
کو نہیں گیا تو بالاعتاق طلقین باشطرباطل ہوگی اور اسے حاکم تمام ہوگا۔
۲۵۴ اس اختلاف مذکور کا نتیجہ وسفہ معلوم ہوگا کہ جب
وہ شخص تو ہے کہ اسے مسلمان ہو کر دارالاسلام میں آئے اور اس

هذه المرأة لا ينتقص عدد
الطلاقات عنده وينتقص عندهما
٢٥٥ لهما ان المعلق بالشرطين
عند وجوده من غير قصد و ارادة
فصار كما لو حبس وله انه بالاشارة
لحق بالجماد وفات اهلية الملك
عنه وقيام الملك شرط لوقوع الطلاق
المعلق عند وجود الشرط بخلاف
المجنون لان الملك لم يزل به -
٢٥٦ ووقعنا البائن المعلق بشرط
وجد في عدة بائن منجز يعني اذا
قال لامرأته ان دخلت الدار
فانت بائن ثم طلقها بائناً منجزاً
فدخلت الدار في عدة نهايتم المعلق
عندنا -

٢٥٦ وقال من لا يقع لان البائن
لا يلحق البائن لانه وضع لانه
القيد وقد نزل القيد ولنا ان
عدم طوق البائن بلام مستأنف
كان لانه امكن جعله خبرا عن
الاول وهو صادق فيه فلم يحتج الى
جعله انشاء لانه اقتضاء ضروريا
٢٥٧ فان قيل هذا الاحتمال ثابت
في قوله انت طالق انت طالق
فينبغي ان لا يلحق الصريح بالصريح

عہد سے سوا علاج کہ محتو ہمارے نزدیک نین طلاق کا مالک ہو گا اور
طلاق کہ وہ دین کی مداخلت ہو گی اور صاحبین سے کہہ دیجئے کہ طلاق میں
(۲۵۵) صاحبین ہی کی دلیل ہے یہ کہ جو طلاق مشروط بشرط ہر
شرط کے کہ جو ہوتے ہی بلا قصد اور بلا ارادہ واقع ہو جاتی ہو
پس وہ شخص ایسا سمجھا جائیگا جیسے مجنون ہو جانا اور اہم صاحب
ہی کی دلیل ہے یہ کہ مرد ہر ہر شے کا باعث سے وہ طعن پہلا دات
ہو گیا اور مالک ہونے کی اہلیت اس سے جانی رہے اور طلاق سطلق
میں شرط کی موجود ہونے کی حالت میں یہی دفعہ کہ کہیڑ ملک پاپا جانا
مرد ہو ورنہ مالک نہ سطلق کی طرف تعلق نہ جنون کہ کہ جنون ہو کہ کہیڑ ملک پاپا جانا
(۲۵۶) اگر اپنی بیوی سے کہا تو اس گھر میں جاوے تو
مجھے غصے کہہ واسطہ نہیں اور پھر اس کے ملوہ ایک طلاق
بائن فی الحال اس کو دیدی اور اس طلاق بائن کی
عدت میں وہ اس گھر میں لگتی ہو جاوے تو نزدیک
وہ طلاق مشروط ہی واقع ہو جائیگی۔

۳۵۷) امام زفری فرماتے ہیں موت مذکور میں طلاق مشروط
نواقص ہوگی اس لیے کہ ایک طلاق بائن کے ساتھ دوسرے طلاق بائن نہیں
کسی علیحدہ طلاق بائن تکلیف کی اور نہ کسی علیحدہ ایسے ذائل علیحدہ
اور جاری یا ذلیل علیحدہ بائن کو جو دوسرے طلاق بائن کو ساتھ
لمحن کر کے جاری ہو بلکہ اس دوسرے طلاق بائن کو بائن گناہ
کسی میں نہ دودہ اور نہ بائن میں حقوق ہمارے اور اس کو کٹنا اور نہ بائن
کی ضرورت نہیں اس لیے کہ اصل میں تو یہ طلاق مضموعہ کرتا ہے جو اگر اس
۳۵۸) اگر کو یہ امتثال تو انت طالق انت طالق میں ہی
پا یا جاتا ہے تو چاہے کہ طلاق صریح ہی صریح کے ساتھ
ہے کہ تو اسے طلاق چاہے کہ یہاں بہ احتمال نہیں ہو سکتا

کی جو خدائی۔

خارجی ریشہ -

سرویتہ کی کہ وہ ان کا کھانچا جو وہ نہیں ہو، متواضع ہو اور اس سے ملائی کو کاہستہ کرنا پڑے گی۔

کیونکہ انت طالق کا لفظ شرعاً طلاق دینے کے لیے موزوع ہے اگر اس میں یکدم کے کمرن نے تو دوسری انت طالق سے طلاق کی خبر دی ہو تو عند القاضی اس کا قول مقبول نہ ہوگا اور صورت مذکورہ میں انت بائن دوبارہ غر کو نہیں کیا گیا ہو تاکہ اس کو پلو کر خبر کر سکین بلکہ تعلق سابق کا اثر یعنی شرط یا نجات سے خارج کا جائز ہونا ایسے وقت میں با یا ایک دفعہ حالت عدت میں ہے و جعل طلاق پر اس لیے واقع ہو جائیگی۔ سقائی میں مذکور ہے میں کتابوں میں مصنف کی مراد یہ ہو کر اس وقت ایک طلاق بائن کے عدت میں ایک طلاق بائن ہو یہ ضرور نہیں ہے کہ یہ طلاق بائن اصل میں فی الفور ہی ہو بلکہ چاہے ہی کسی شرط کے ساتھ معلق کر کے دی ہو اور اس شرط کے پائے جائے وہ بائع ثابت ہوگی جو ضمانت کے اگر میں اس کام کو کروں تو خدا کا حال میرے اوپر ہے م ہے اور پر دوسرے کسی کام کو ہی اس طرح کو اردن و دونوں کا نہیں ہے ایک کام اس سے صادر ہو جائے تو ایک طلاق بائن واقع ہو جائیگی اور پر دوسرا کام ہی وہ کرتے تو ایسے الدین مرغنیانی کہتے ہیں دوسرے طلاق ہی واقع ہونا چاہیے جس طرح بٹانی لغویہ ہو اور دوسری طلاق ہو تو واقع ہو جائی ہو یہ مسئلہ فقہات میں ہے اور اگر کہنے کے قابل ہو۔

۲۵۹۔ اگر کہنا جب میں اس عورت سے نکاح کروں او سپر طلاق ہے اور ایک دن میں اس عورت سے تین مرتبہ نکاح کیا اور ہر مرتبہ اس سے محبت کی تو امام محمد رحمہ کے نزدیک ساطر ہے چار مہر او سپر لازم ہوئے اور میں طلاق میں او سپر چاہیگی اور علاحدہ ہو جائیگی۔

✽ ✽ ✽ ✽ ✽

۲۶۰۔ امام صاحب رحمہ اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک او سپر دو طلاقین واقع ہوگی اور اگر بائی مہر دینے پر بیٹے۔

قلت لا احتمال فیہ لان قوله انت طالق متعین لانا نشاء شرعاً فلو قال اردت به الاخبار لا تصدق قضاء فی مسئلتنا لم یدکر انت بائن فانما حتی یجعل خیلا بل وجد اثر التعلیق السابق وهو من الیقید عند وجود الشرط وہی محل للطلاق فیقہ و فی الحقائق قلت المراد من المنجز المجز فی الحال ولا یشترط ان یکون منجزاً فی الاصل فانه لو قال ان فعلت کذا اغلال الله علی حرام ثم هکذا قال لا مراخر ففعل احد هما حتی وقع طلاق بائن ثم فعل الفعل الاخر قال ظہیر الدین المرغینانی یتبعی ان یقع کما لو کان الثانی معلقاً دون الاول وهذا مما یفتخر ویحفظ۔

۲۵۹۔ ولو قال کما اتزوجها فطالق فتزوجها فی يوم ثلثا ای ثلث مرات ودخل بها فی کل مرة الزمه ای محمد الزوج باربعة مہر نصف مہر وایا نہا ای قال محمد بانت منه بثلاث طلاقات۔

۲۶۰۔ وحکمها بطلقتین ومہرین ونصف مہر۔

۲۶۱، و هذا الخلاف مبنى على ما تقدم في النكاح من ان المبانة اذا نكحها الزوج في عدتها و طلقها قبل الدخول بها فعليها اتمام العدة الاولى لان الدخول في النكاح الاول ليس بدخول في الثاني عند فعلها عدة مستقلة عند هما لان الدخول في الاول دخول في الثاني فمحمد يقول بالتزوج الاول طلقت ولها نصف المهر وبالادخول بعدة مهر اخر وبالزوج الثاني طلقت ايضا ولها نصف مهر وبالادخول الثاني مهر ايضا وبالزوج الثالث والدخول الثالث لها مهر ونصف مهر فصار اربعة مهوس ونصف مهر و هما يقولان بالتزوج الاول والدخول بعدة لها مهر ونصف مهر بالتزوج الثاني مهر تام لان هذا اطلاق بعد الدخول لكون الدخول الاول دخولا في الثاني وبالادخول الثاني صار مراحما ولا يجب شئ ولا اعتبار بالتزوج الثالث لان نكاح المتكوحة غير صحيح۔

۲۶۱، اصل اس اختلاف کا نشا و ہی ہے جو باب نکاح میں بیان ہو چکا کہ جس عورت کو طلاق بائن دیا جائے اوپر غلامہ او سکی عدت میں بوس سے نکل کرے او قبل از دخول او کو پہر طلاق دے تو او کو پہلی عدت کا پورا کرنا پڑتا ہی اس کے نکلے اول میں دخول کرنا تمام مہر جس کے نزدیک نکلے ثانی میں دخول نہ سمجھا جائیگا اور ان دو دن کے نزدیک یک ہر عدت او سپر لازم ہوگی کیونکہ نکلے اول میں دخول کرنا نکلے ثانی میں دخول نہ سمجھا جائیگا۔ اس بنا کے موافق امام محمد صریح صورت مذکورہ میں فرماتے ہیں کہ پہلی مرتبہ نکلے کرنے ہی او سپر طلاق ہوگئی اور نصف مہر اس کے لیے لازم ہو گیا اور اوپر اس کے بعد دخول کرنے سے ایک مہر اور لازم ہو اور دوسری مرتبہ بھی نکلے کرنے ہی او سپر طلاق ہوگئی اور نصف مہر واجب ہو گیا اور اس کے بعد بھی دخول کرنے سے ایک مہر اور واجب ہوا اسلئے کہ تیسری مرتبہ نکاح کرنے اور دخول کرنے سے ڈیڑھ مہر واجب ہو اگر غرض یہ دفعہ نکلے اور دخول سے ڈیڑھ مہر واجب ہو گا اور سب ساڑھے چار مہر واجب ہونگے۔ اور امام صاحب رحمہ اور امام ابو یوسف رحمہ صاحب فرماتے ہیں اول مرتبہ نکلے کرنے اور دخول کرنے سے ڈیڑھ مہر واجب ہو اور دوسری مرتبہ نکلے کرنے سے ایک مہر اور واجب ہو گا اسلئے کہ یہ طلاق بعد از دخول ہے کیونکہ اول نکلے میں دخول کرنا دوسرے نکلے میں دخول نہ سمجھا جاتا ہی اور اب جو دوسرے نکلے میں دخول کیا ہے اس سے رجعت ثابت ہو جائیگی اور کہہ نہ واجب ہو گا اور تیسرے نکلے کا کچھ اعتبار نہیں اسلئے کہ پہلے ہی سے وہ نکلے میں اب اس کا نکلے صحیح نہیں ہے۔

۲۶۲ اگر کما جب میں اس سے نکلے کروں جب ہی وہ

۲۶۲، و هذا الخلاف مبنى على ما تقدم في النكاح من ان المبانة اذا نكحها الزوج في عدتها و طلقها قبل الدخول بها فعليها اتمام العدة الاولى لان الدخول في النكاح الاول ليس بدخول في الثاني عند فعلها عدة مستقلة عند هما لان الدخول في الاول دخول في الثاني فمحمد يقول بالتزوج الاول طلقت ولها نصف المهر وبالادخول بعدة مهر اخر وبالزوج الثاني طلقت ايضا ولها نصف مهر وبالادخول الثاني مهر ايضا وبالزوج الثالث والدخول الثالث لها مهر ونصف مهر فصار اربعة مهوس ونصف مهر و هما يقولان بالتزوج الاول والدخول بعدة لها مهر ونصف مهر بالتزوج الثاني مهر تام لان هذا اطلاق بعد الدخول لكون الدخول الاول دخولا في الثاني وبالادخول الثاني صار مراحما ولا يجب شئ ولا اعتبار بالتزوج الثالث لان نكاح المتكوحة غير صحيح۔

۲۶۲، او با ینا یعنی لو قال کما

تزوجتها مائة فزوجها في يوم ثلث
مرات فدخل بها في كل مرة
الزوجه بتلك المهور اى قال
محمد لها اربعة مهور ونصف
اعتبارا بالمسئلة السابقة وهما
لخمسة ونصف وبانت ثلاثا اتفاقا
هما قالا وجب لها بالنكاح الاول
وبالدخول بعدة مهر ونصف مهر
وبالنكاح الثاني طلقت ثانيا ولها مهر
كامل لانه طلاق بعد الدخول
على اصلهما ومهر اخر بالدخول
بعدة للشبهة ولم يصريه ما اجبا
لان الطلاق بائن وبالنكاح
ثالثا طلقت ثالثا ولها مهر وبالدخول
بعدة مهر اخر فصا خمسة
مهور ونصف مهر ثلثة مهور
وجب ثلثة دخول ونصف مهر
بالنكاح الاول ومهر ان بالنكاحين
الآخرين -

مجھے طعمہ دیا اور ایک دن میں اُس عتین مرتبہ نکاح کیا اور ہر مرتبہ
دخول کیا تو امام محمد رحمہ کے نزدیک پہلے مسئلہ کے اور قیاس
کے ساتھ چار ملازم ہو گئے اور امام صاحب صرح اولام
ابو یوسف رحمہ کے نزدیک ساتھ پانچ واجب ہو گئے
اور اس پر نسب کا اتفاق ہو کر تین طلاقیں واقع ہو کر طعمہ
ہو جائیگی امام صاحب رحمہ اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک
پہلی مرتبہ نکاح کرنے اور اس کی بعد دخول کرینے ڈیڑھ مہر
واجب ہو گا اور دوسری مرتبہ نکاح کرینے دوسری مرتبہ کو
طلاق ہوئی اور ایک پورا مہر واجب ہوا اسلئے کہ طلاق بعد
الدخول ہے اونکے قاعدہ کے موافق اور اس کے بعد دخول
کرینے سبب بشرطیت کے ایک مہر واجب ہوا اور یہ دخول
یہاں وجبت نہ سمجھا جائیگا کیونکہ طلاق بائن ہو اور دوسری مرتبہ
نکاح کرینے دوسری طلاق واقع ہو گئی اور ایک مہر واجب
ہو گا اور پھر دخول کرینے ایک اور واجب ہو گا اس
حساب سے ساتھ پانچ مہر واجب ہو گئے
تین مہر تین مرتبہ دخول کرینے اور آدھا مہر خارج
اول سے اور دوسرے دو کا حق سے

❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖

❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖
۲۶۳۳ غازی بیوی میں اگر شرط کے اندر اختلاف ہوا
خواہ شرط کے مقرر ہی ہو نہیں خواہ اس کے پلٹے جانے
میں تو غاۃ لاقول ہی معتبر ہو گا اسلئے کہ وہ منکر ہے
اور عورت سے منہ لیا جائیگی کیونکہ وہ مریض ہے۔

۲۶۳۴ اگر اس قسم کی شرط ہے جو عورت کو بیان
سے معلوم ہو سکتی ہے تو اس کے حق میں اس کا

۲۶۳۵ ولو اختلفا في الشرط اى في
اصله او في تحققه كان القول له
لانه منكر والبينة لها لانها
مدعيّة

۲۶۳۶ فان استفيد منها اى ان
كانت الشرط معروفا من جهتها

قول معترضہ لگا کر نکاح و سبب میں وہ شرع کی طرف سے امانت و اسبابہ اسلحہ عدالت کے اندر اس کا قول معبر ہو گا ہے جب وہ عدالت کے گزرنے کی خبر دے اور اس کو صحیح بتے حرام ہو جاتی ہو اگر وہ اپنے آپ کو حیض میں بیان کرے اور صحیح ملال ہو جاتی ہو جب وہ حیض کے منقطع ہونے کی خبر دے ۲۶۵ اگر غاوند کے محکمہ حیض آوے تو تیرے اوپر اور ظنان عورت کے اوپر طلاق ہو اور اس نے اپنا حائل ہونا بیان کیا تو خاص اس کو طلاق ہو گی کیونکہ اس کا اپنے حیض کی خبر دینا فی الحقیقت اپنی سوکن کی طلاق کی گواہی دینا ہے پس اس کا قول معبر نہ ہو گا کیونکہ سوکن کے کہ حیض او کے ساتھ گمان بد ہو تا ہو۔

✽ ✽ ✽ ✽ ✽ ✽

۲۶۶ تبیین میں مذکور ہے اس کا قول اس وقت مقبول ہو گا کہ حالت حیض میں خبر دے اور اگر حیض منقطع ہو جائے بعد خبر دے تو اس کا قول مقبول نہ ہو گا اسلحہ کہ وہ ضرورت کے سبب متناہی ہوئی ہو بشرط کہ موجود ہو تا اس کے لیے ضرور ہے کہ سوکن کے اوپر اس وقت طلاق واقع ہو گی کہ غاوند اس عورت کی تکذیب کرے اور اگر غاوند اس کی تصدیق کی تو سوکن کو بھی طلاق ہو جائے گی اسلحہ کہ غاوند کے تصدیق کو نہیں سوکن کے حق میں بھی حیض ثابت ہو جائے گا۔

۲۶۷ حیض کے اندر یہ شرط ہے کہ عین دن تک برابریوں دیکھ نقطہ خون کے دیکھنے سے طلاق واقع نہ ہو گی اسلحہ کہ یہ ہو سکتا ہے عین روز سے کم میں منقطع ہو جائے مگر جب تین دن تمام ہو جائے تو وہ حیض کا خون شمار کیا جائے گا اور جب سے دیکھا ہے اس وقت سے طلاق ثابت ہو گی حتیٰ کہ اگر غرض کہ نہیں ہے اور خون دیکھنے کے بعد

اعتبر قولہا فی حقہا لانہا امینۃ فی الشرع و لہذا قبل قولہا فی العدة اذا اخبرت بانقضاءہا و بحرم و طہیہا اذا اخبرت برویۃ الدم و لجل اذا اخبرت بانقطاعہ ۲۶۸ کان حضرت فانت طالق و فلانة ای اذا قال لامرأۃ ان حضرت فانت طالق و فلانة فاخبرت بانہا حضرت طلقت خاصة لان اخبارہا فی المعنی شہادۃ بطلاق ضررہا فلا یسمع لانہا متہمة فی حقہا۔

۲۶۹ و فی التبیین انما قبل قولہا اذا اخبرت و الحيض قائم فان انقطع لا قبل قولہا لانہا ضروری یشتراط فیہ قیام الشرط هذا اذا کذبہا الزوج فان صدقہا تطلق ضررہا ایضا لثبوت الحيض فی حقہا بتعدد یقہ۔

۲۷۰ و یشتراط استمرار الدم ثلثا ای ثلث ایام یعنی لا تطلق بمجرد رویۃ الدم لاحتمال ان ینقطع فیما دون الثلث فاذا تمت ثلثۃ ایام کان دم حیض فیقع الطلاق من زمان الرویۃ حتی لو لم یکن

اور سب کسی دوسرے سے نکاح کر لیا اور پھر تین روز تک خون آنا رہا تو نکاح صحیح ہوا۔

❖ ❖ ❖ ❖ ❖

۲۶۸، اگر یہ کہا ہے کہ تم کو ایک حیض آوے تو تجھ پر طلاق ہو تو اس وقت میں طلاق کے لیے حیض سے اس کا پاک ہو جانا ضرور ہے اور پاک ہو نیسے پہلے طلاق نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ ایک حیض جب ہی ہو سکتا ہے کہ جب وہ تام ہو جائے اور اس کا تام ہو جائی ہو کہ اس سے پاک ہو جائی اس لیے اگر یہ کہا ہو تم کو نصف حیض آوے تو تجھ پر طلاق ہو تو پاک ہونا ضروری ہے اس لیے کہ حیض کی تنقیف نہیں ہو سکتی۔

۲۶۹، خاوند نے کہا اگر تم کو میرے ساتھ محبت ہے یا کہا عداوت تو تجھ پر طلاق ہو اور ظان عورت پر طلاق ہو اور اوس جگہ عورت نے یہ کلمہ یا مجھے میرے ساتھ محبت ہے یا عداوت ہے تو ظان ہو جائیگی اس لیے کہ یہ باطنی امر میں اس کے کہنے سے ہی معلوم ہو سکتا ہے اور دوسرے عورت کو طلاق نہوگی اور اس کی وجہ گدہ بچی۔

۲۷۰، یہ قید کہ اوس جگہ وہ محبت یا عداوت کو بیان کر دے اس لیے لگائی ہو کہ اگر بعد کو کبھی کہا تو طلاق نہ واقع ہوگی اس لیے کہ اس کی محبت کو شرط کرنا آپ ہے جیسا کہ اس کو طلاق کا اختیار دینا کیونکہ اس میں ہی طلاق اس کی اختیار میں ہوتی ہے۔

۲۷۱، خاوند نے کہا اگر نودوں سے مجھ کو چاہتی ہو تو تجھ پر طلاق ہے اور اس نے کہا میں تجھے دل سے چاہتی ہوں اور خاوند نے کہا تو مجھ کو کتنی ہے تو

مدخلہا فتزوجت بعد الرویة بزوجه اخرتم تمام الدم ثلثه صح نکاحا۔

۲۶۸، فان قال حیضه یعنی لو كان قال ان حصت حیضه فانت طالق فطهارتها ای یشرط طهارتها ولا تطلق قبلها لان الحيضة اسم للكملة وكمالها بانتهائها وذلك بالطهر منها وكذا لو قال نصف حیضه لانها لا يتنصف۔

۲۶۹، وكالتعلق بمحبته او بغضه ای اذا قال ان كنت تحبيني وبغضيني فانت طالق وفلانة فقالت في المجلس احبك او ابغضك طلقت لان المحبة امر باطن انما يعرف من جوفها ولا تطلق فلانة لما سبق۔

۲۷۰، قيدنا بقولنا في المجلس لانها لو قالت بعد لا تطلق لان التعلق بمحبته يشبه بتخييره من حيث ان فيه جعل الامر له اختيارا۔

۲۷۱، فان قال بقلبك ای ان قال ان كنت تحبيني بقلبك فانت طالق فقالت احبك وكذا بها الزوج عكس

امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک طلاق نواقح ہوگی مگر امام صاحب رحمہ اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک موت مذکورہ میں طلاق نواقح ہو چکی۔
 (۲۶۲)، خاندنہ کے جملہ انکی قید اسواسطے لگائی ہے کہ اگر خاندنہ نے اسکی تصدیق کی تو باجماع ائمہ اوسپر طلاق واقع ہو جائیگی۔ کذا فی المصنف۔

(۲۶۳)، میں کہتا ہوں مصنف کا قول (واو تعادہ طرف نفی میں واقع ہوا ہے اس قول سے (و عکس) اسلئے اس کے بعد اس کے ذکر کرنیکی ضرورت نہیں تھی مگر چونکہ قول اول میں شرط ذکر قول سمجھ میں نہیں آتا لہذا اس کے ذکر کرنیکی ضرورت ہوئی اور اگر (عکس) کی جگہ (ما اوقع) کا لفظ کہتا تو ادون دونوں کا قول امام محمد رحمہ کے اس قول کے بیان کر نیسے سمجھ میں آجاتا اور مختصر ہی بہت ہوتا۔

(۲۶۴)، امام محمد رحمہ کی دلیل عدم وقوع طلاق میں یہ ہے کہ حبیب اوس کی صورت مذکورہ میں محبت کو قلب کے ساتھ مقید کیا ہے تو اس نے دل کی بات پر زبانی بات کی قائم مقام ہو نیکو باطل کو اس اور دل کے اندر حقیقت محبت کا پایا جاتا معلوم نہیں ہو سکتا لہذا طلاق نواقح ہوگی اور اون دونوں کی دلیل یہ ہے کہ محبت تو ہمیشہ دل سے ہوتی ہے تو اس میں دل کی قید لگانا اور دل کا نواقح ہونا

(۲۶۵)، شاید میں مذکور جاس صورت اور پہلی صورت میں نفی جنس کی صورت میں طرح سے فرق ہوا دل تو یہ کہ یہ مجلس پر مقصور ہے اسواسطے کہ اس میں تخییر کے معنی پایا جائے میں اسلئے کہ طلاق کو خاندنہ نے اسلئے اختیار میں کر دیا ہے۔ اور جنس کے ساتھ مشروط کرنیکی صورت میں مجلس پر مقصور نہیں ہے جیسے اور مشروط کا حال ہے دوسرا فرق یہ ہے کہ جنس کی صورت میں مگر عورت کی جمود ہو لیا تو عند الطلاق زنا کی صورت ہوگی اور مجربہ کے ساتھ مشروط کرنیکی صورت میں

ای قال محمد لا تطلق وادعاه ای قال لا تطلق۔
 (۲۶۲)، قید ثابت کن برب الزوج کانه لو صدقها يقع الطلاق عليها اجماعا کن انی المصنف۔

(۲۶۳)، اقول قوله وادعاه فی طرف النفی من قوله عکس وکان علیہ ان لا یردت قولهما وانما اردناه لکونه غیر صریح فی النفی ولو تال مکان قوله عکس ما اوقع لکان قولهما معلوما منه صریحا وکان اخضر۔

(۲۶۴)، لہ انہ لما قید المحبة بالقلب ابطل کون اللسان خلفا عما فی القلب وحقیقة الحب فنیہ عنہ معلومة ولهما ان المحبة انما لیکون بالقلب فتقید ما به واطلاقها سواء

(۲۶۵)، وفي النهاية هذه المسئلة تفارق المسئلة الاولى بوجهين احدهما ان هذه يقتصر على المجلس لما فيه من معنى التخيير بحبله امر الطلاق الى اختيارها وفي مسئلة الحيض لا يقتصر كسائر التعليقات والثاني لو كانت كاذبة في مسئلة

عند التبری واقع ہو جائیگی اسلئے کہ حقیقت میں محبت اور عداوت ایسی چیزیں کہ آدمی اوپر پورے طور سے واقف نہیں ہو سکتا اسواسلئے کہ آدمی کا دل لوٹ پوٹ ہوتا رہتا ہے اور ایک ٹکڑے سے نہیں رہتا پس محبت کا شرط مگر نافی الحقیقت بیان محبت کا شرط کہ ناجایز بیان موجود ہی ہے۔

الحیض لا یقع فیما بینہ و بین اللہ
وفی مسئلۃ المحبة یقع لان حقیقة
المحبة والبغض مما لا یوقف علیہ
لان القلب ینقلب لا یتقر علی
شیء فصار الشرط هو الاخبار عن
المحبة وقد وجد۔

فصل اختیار دینا اور خواستگاری طلاق کی انہیں

۲۶۶۔ اگر خاندان نہ ہو جس سے کہا (احتارسی) یعنی تو خود مختار ہو یا اور اس سے اسنے طلاق مراد لی ہے تو یہی مجلس پر مختص ہو گا اس واسطے کہ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ سے مروی ہے کہ ان دونوں نے مختیر کے حق میں فرمایا ہے کہ جب تک وہ اپنی مجلس میں ہو اس وقت تک اسکو اختیار ہو۔
۲۶۷۔ قید کہ خاندان طلاق کی نیت کرے اس واسطے زیادہ کی ہو کہ احتارسی کا اضافہ کیا تاکہ قبیلہ سے ہو اور اس میں یہی احتمال ہو کہ سوائے طلاق کے اور کسی چیز میں اس کو اختیار دینا مراد لیا ہو۔

۲۶۸۔ اگر دائناری کے کہنے کے بعد مجلس حقیقت یا حکم بدلتی تو عورت کا اختیار باطل ہو جائیگا حقیقت بدل جائیگی صورت یہ ہے کہ وہ اس جگہ سے دوسری جگہ چلی جائے خواہ خود یا کسی اور طرح سے اور حکم اگر یہ صورت ہو کہ ایک کام سے دوسرے کام میں مشغول ہو جائے اس لیے کہ کہا ہے کہ مجلس اور ہو اور کھینچ دوسری ہو
۲۶۹۔ اگر عورت اس جگہ سے کٹری ہو جائے یا چلی جائے یا نماز نفل میں اور فور کعت سے علاوہ

فصل فی الاختیار والمشیة

۲۶۶۔ و اذا قال اختارسی ینوی الطلاق تقید بالجلس لما روی عن عمر وعثمان یقولان فیما بینہما
فلا فی حق الزوجة المختیرة لہا الخیار
مادامہ فی مجلسہا۔

۲۶۷۔ قید بقولہ ینوی لان لفظ اختارسی من الکلیات یحمل انہ لا یدتخیر ہا فی غیر امر الطلاق۔

۲۶۸۔ فان تبدل المجلس حقیقة بان ینتقل عنہ الی مجلس آخر سوائے انتقلت بنفسہا او بنیرہا او حکمًا بان تشتغل بعمل آخر لان مجلس الاکل غیر مجلس الکتابۃ بطل خیالہا لوجود دلیل الاعراض عما فوض
۲۶۹۔ و کذا لو قامت من مجلسہا وان تذهب او سزادت فی النفل

اختیار دینا اور خواستگاری طلاق کی انہیں

علیٰ ہر کعتین۔

(۲۸۰)، واما لو كانت قائمة فجلست

او متکئة ففعدت او طلبت اباهاً

للمشورة او شهود الشهادۃ او اكلت

شیئاً یسیراً ولبست ثوباً من غیر ان تقوم

لا یبطل۔

(۲۸۱)، وان اختارت نفسها ای

قالت اخترت نفسي۔

(۲۸۲)، كانت بائنة ولو قالت طلق

نفسی فی جواب قول الزوج اختار

فالمذکور فی الهدایۃ النہارجیۃ

وفی شرح الوافی الصواب النہا

بائنة لان العامل فی وصف

الطلاق تخیر الزوج دون ایقاعها

ولهذا الامر با یقاع البائن

واقعت راجعاً او بالعکس

وقع ما امر به دون ما

وقعته۔

(۲۸۳)، فان قیل المفوض لہا الاختیار

وكان ینبغی ان لا یقع التطلاق

جواباً کما لو قالت اخترت نفسي

فی جواب قوله طلقی نفسك قلنا

التطلاق دخل فی ضمن التخییر فقد

انت ببعض ما فوض الیہا فصرح

جواباً بخلاف الاختیار فانه لیس

من میں اوسکو اختیار دیا گیا ہو اور نماز شروع کر دی تو

(۲۸۰)، اگر عورت کھڑی تھی اسیے کہنے کے بعد بیٹھ گئے یا

کسی چیز سے ٹھیک لگائے بیٹھی تھی اور یہ سکر

سیدھے بیٹھ گئے یا مشورہ کے بیٹھنے یا کھانا کھایا یا کھانا کھانے کو

گواہی کے لیے بلایا یا اسیے بعد دوسری چیز کمالی یا کپڑا پہن کر یا

اور کچھ کھڑے نہ ہوئی تو ان صورتوں میں اختیار باطل ہوگا

(۲۸۱)، اگر عورت نے خاندان کے ہر ذیل کو جواب دینے کی مجلس کے

اندر کہہ دیا کہ میں خود اختیار ہو گئی تو یہ طلاق بائن ہوگی

(۲۸۲)، اگر خاندان کے قول کے جواب میں یہ کہا کہ میں نے

آپ کو طلاق دے لی تو ہر ایک میں مذکور ہو کہ یہ طلاق حبی

ہو اور شرح وافی میں مذکور ہر ٹھیک بات یہ ہو کہ طلاق

بائن ہو اس واسطے کہ طلاق کے بائن ہونے نہ ہونے میں

خاندان کے اختیار دینے کو دخل ہو عورت کے طلاق

واقع کرنے کو اس میں کہہ دخل نہیں ولہذا اگر

خاندان نے طلاق بائن واقع کرنے کا عہد کر کے حکم دیا

اور اس نے طلاق حبی پنے اوپر واقع کر لی یا اس کے

عکس کیا تو یہ طلاق کا خاندان نے حکم دیا ہو دوسری طلاق

واقع ہوگی ہر طرح کی عورت نے واقع کر لی ہو وہ نہ واقع ہوگی

(۲۸۳)، اگر کوئی یہ بات کہ خاندان تو اوسکو اختیار

طلاق دیتا ہو لہذا عورت اگر اوسکی جواب میں کچھ مینے

اپنے آپ کو طلاق دے لی تو طلاق نہ واقع ہونی چاہیے

حبس طرح اگر خاندان یہ کہے کہ تو اپنے آپ کو طلاق دے لے

اور وہ جواب میں یہ کہے کہ میں نے اپنی جان کا اختیار لیا

تو ہماری طرف سے یہ جواب ہو کہ اختیار طلاق میں

طلاق دینا ہی شامل ہو جبکہ اس نے یہ کہا کہ میں نے

اوسکو ہی مجلس کے

نفسہا لا اختیارا الزوج۔

(۲۸۸) و فی الفوائد التاجیۃ هذا اذا لم یصد قہا الزوج انہا اختارت نفسہا اما اذا صد قہا لیمقر الطلاق بتصا دقہما وان خلا کلہما عن ذکر النفس ولو قال اختارسی نفسک الیوم وبعد غد فردت الیوم ثبتناک ای اختیار بعد الغد۔

مہر کیا ہی نہ خاوند کے اختیار میں کیونکہ وہ فہم و وقت مختار ہو۔
(۲۸۸) نوادر تاجیہ میں مذکور ہے کہ یہ وجہ ہو کہ خاوند اس بات میں بیوی کی تصدیق نہ کرے کہ اس نے اپنی نفی کا اختیار لے لیا ہے اور اگر خاوند نے تصدیق کر دی تو عہدہ عہدہ عہدہ کی باہم تصدیق کرنے سے طلاق واقع ہو جائیگا اگرچہ دونوں کا کلام نفس کے ذکر سے خالی اگر خاوند نے کہا آج اور ذکر کے بعد تو اپنی بیوی کا اختیار لینے اور عہدہ عہدہ اس میں اختیار لینے کو ذکر دیا تو کچھ کچھ عورت کو اختیار طلاق ہوگا۔

۲۸۹ امام ذہبی فرماتے ہیں کہ بعد سے یہ اختیار ثابت ہوگا اس لیے کہ وہ ایک ہی اختیار ہے جو دو وقتوں میں دیا جاتا ہے اور ایک وقت میں نہ کر کے دوسرے وقت میں یہی اختیار باطل ہو جائیگا جیسے کہ کوئی بیوی کہے کہ آج یا بعد میں۔

(۲۹۰) ہمارے دلیل یہ ہے کہ اس نے اختیار یکہ دو وقت بیان کیے اور ایک وقت اس کے چھ میں داخل کر دیا کہ جس میں اس کو اختیار ثابت نہیں ہے لہذا ان دو ظرفوں کے لیے منظر وقف ہے دوسری چابٹیں سہل و سکو اس طرح سے دو اختیار ثابت ہوئے۔
نہایت اس صورت کے کہ کہ آج اور کل تو اختیار لینے کے بیان دو ظرف وقت متصل ہیں اور کل کا ذکر پہلے ہی دن کا اختیار کو جو ان کی غرض سے ہے دونوں کا استعمال کیا گیا ہے اختیار ہے۔

(۲۹۱) اگر مہر مہر کا کہ اختیار لینے کے بعد اختیار لینے کو یا بعد میں نے کہا میں نے پہلے کو اختیار کر لیا یا اخیر کی کو یا بعد میں کی کو تو امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک نہیں طلاق نہیں ہو جائیگی اور صاحبین جمہا اللہ کے نزدیک ایک ہی طلاق ہوگا۔

(۲۸۹) وقال من فر لا یثبت لانه خیار واحد فی وقتین وبالرج فی احدہما یبطل کما لو قال اختار نفسک الیوم وغدا۔
(۲۹۰) ولنا انه ذکر الخیار وقتین وخلل بینہما وقت لا یثبت فیہ اختیار فلا بد للظرفین من المظرفین فالثابت لہا یکون خیارین بخلاف قوله الیوم وعند الاتصال الوقتین کان ذکر الغد لامتداد الامر الاول فکان الخیار فیہ واحدا۔

(۲۹۱) او کہر اختیار میں ثلاث ای لو قال لامرأتہ اختاری اختاری اختارسی فقالت اخترت الاول او الوسطی او الاخیرۃ فہی ثلاث ای الطلقات ثلاث عند ائیینفہ

وقالوا واحدة۔

۲۹۲۰ ۲۹۲۱ ۲۹۲۲ ۲۹۲۳ ۲۹۲۴ ۲۹۲۵ ۲۹۲۶ ۲۹۲۷ ۲۹۲۸ ۲۹۲۹

۲۹۲۰۔ بیان پر بالاتفاق خاوند کی نیت کو نفس کے ذکر تکمیلی ضرورت نہیں ہے اسلئے کہ اگر کر نیے طلاق اور نفس سمجھ میں آسکتا ہے اسواسلئے کہ عورت ہی کو طلاق کا اختیار کر رہو سکتا ہے اور خاوند کا اختیار کر رہنہیں ہوتا بلکہ یہیں اس طرح مذکور ہے لیکن باطلع اور محیط اور زیادات میں مذکور ہے کہ اس میں بھی نیت طلاق شرط ہے۔

۲۹۲۱۔ ولا حاجة هنا الى نية الزوج ولا الى ذكر النفس اتفاقا بدلالة التكرار لان اختيار الطلاق هو الذي يتكرر واختيار الزوج لا يتكرر هذا هو المذکور في الهداية لكن المذکور في البدائع والمحيط والزيادات النية شرط فيها۔

۲۹۲۲۔ تیس میں مذکور ہے بہتر ہے کہ کہا جائے نیت چونکہ ایک لابی اور مشہور چیز ہے اسلئے اسکو ذکر نہیں کیا ہے یہ بات نیت کی نیت شرط نہیں۔ ۲۹۲۳۔ یہ قید کہ عورت کچھ پہلے کہیں نے اختیار کر لیا اسلئے لگایا ہے کہ اگر اوس نے کہا میں نے پہلی طلاق کو اختیار کر لیا تو بالاتفاق ایک طلاق واقع ہوگی اور اگر وہ پہلے کہا کہ میں نے اختیار کر لیا یا میں نے ایک مرتبہ اپنے نفس کے لیے اختیار کر لیا تو بالاتفاق تین طلاق واقع ہوگی۔ کذا فی الکافی

۲۹۲۳۔ وفي التبيين ينبغي ان يكون حذف النية فيها لشهرتها لانها ليست بشرط ۲۹۲۴۔ قيد بقوله اخترت الاولى لانها لو قالت اخترت التولية الاولى يقع واحدة اتفاقا ولو قالت اخترت او اخترت نفسى مرة يقع ثلثا اتفاقا كذا في الكافي۔

۲۹۲۵۔ صاحبین رج کی دلیل ہے کہ خاوند نے تین اختیارات کی ضمن میں تین طلاقوں کو اس کے سپرد کیا ہے پس جب اوس نے کہا میں نے پہلی کو اختیار کر لیا تو اسکی یہ معنی ہوگی کہ پہلے کی موجب کو تہا کہ لیا اور اسکا موجب ایک طلاق ہے اور امام صاحب سج کی دلیل یہ ہے کہ جب ایک کلام میں مفہوم کی اعتبار سے لغو ہو گیا تو جو اس سے باقی ہے لغو ہوتا ہے

۲۹۲۵۔ لهما ان الزوج فوض اليها ثلث طلقات في ضمن ثلث اختيارات فاذا قالت اخترت الاولى يكون معناها اخترت موجبا وهي طلاق واحدة وله ان الكلام اذا غنى في حق الاصل لغى في التبع وكلامها هذا ايضا الترتيب اصالة

اوسکے اعتبار سے بھی لغو ہو جائیگا اور عورت کا یہ کلام اصل منہ سے نہ نکلا کی اعتبار سے ترتیب کا مفید ہو اور بالترتیب لغو اطلاق کو واجباً ہوتا ہے اور جب ترتیب کو اعتبار سے وہ باطل ہے اس واسطے کہ طلاق کو اگر اندر سے ترتیب نہیں دیں طلاق کا ایک ہونا بھی باطل ہوگا اب صرف (خبر مستحکم) کو منہ سے کہیں گے لہذا تین طلاقیں واقع ہو گئی جس طرح پہلے

۲۹۶ اگر کسی سے کہ تین طلاقیں میں سے جتنی توبہ اختیار کرے تو وہ اپنی آپ کو ایک یا دو طلاقیں دے سکتی ہے اور امام صاحب رحمہ کے نزدیک تین طلاقیں نہیں دے سکتی صاحبین رحمہ فرماتے ہیں اگر ماہر ہے تو وہ تین طلاقیں بھی دے سکتی اس واسطے کہ یہ کلام استیعاب اور عموم کے لئے بوجہا ہے جیسے کوئی کہ میرے سال میں سے توبہ کرے گا میں نے لیا اور امام صاحب رحمہ کی دلیل یہ ہے کہ بیان و احتمال ہو سکتی ہیں یا تین طلاقیں بیان واقع ہوئی ہیں تب تو تینوں میں حکم عام ہوگا اور تینوں واقع ہوئی چاہیں اولیک احتمال یہ کہ مراد یہ ہو کہ تین طلاقیں کے اندر سے یعنی ان کا ایک خبر تو اختیار کر لے تو اس کے موافق میری طلاق نہیں واقع ہو سکتی پس ان دو احتمالوں کی وجہ سے میری کہ توبہ میں شک ہو گیا اور شک سے طلاق نہیں واقع ہوتی بخلاف کہ نہ کے کہ توبہ مایہ جو کا مقتضی ہے اور تین طلاقیں کا واقع کرنا ایسی چیز ہے کہ اوس سے اقرار چاہیے۔

❖ ❖ ❖ ❖ ❖

۲۹۷ اگر غلط نہ کہہ کر اپنی جان کو طلاق دے لے تو وہ اوس جلسہ کے ساتھ خاص ہوگا کیلئے کہ یہ بھی ایسا ہی ہے جیسے طلاق کے امر میں عورت کو اختیار دینا اور مخیر کو

والا افراد تبعاً و اذا بطل فی حق الترتیب
اذا ترتیب بین الطلقات بطل فی
حق الافراد فبقی مجرد قولها اختلعت
فیقع الثالث كما لو اقتصرت عليه
ابتداءً ۶۰

۲۹۶ او من ثلث ای اذا قال
اختاری من ثلث طلقات ما
شئت فلها اختیار واحدة ای
لها ان تطلق نفسها واحدة او
ثنتين لا غیر ای لیس لها ان تطلق
الثلث عند اے حنیف فقہ
وقال لها ان تطلق ثلثا
ان شاءت لان هذا الکلام يستعمل
للاستیعاب والعموم كما يقال
خذ من طعائے ما شئت
ولها ان من ان جعلت لليتين
تكون عامة فی کل الثلث وان جعلت
للتبعيض تكون عامة فی بعضها
فلا یقع الثالثة بالشك بخلاف
الطعام لان دلالة الحال یقتضی
المجود و وقوع الثلثة مما یعزز
عنه۔

۲۹۷ ولو قال طلق نفسك تقید
بالمجلس لانه فی معنى تخیر
زوجته فی امر الطلاق وخیار الخیوة

نفسہا مقید بالجلس بانثاسر
الصحابۃ فکذا هذا بخلاف قوله
طلقی ضرورتاً حدیث لا یتقید بالجلس
لانہا لیس فی معنی المخیرۃ۔

۲۹۸، و لیس له الرجوع ای لیس
للزوج ان یرجع عن کلامه
لان فیہ معنی الیمین اذ هو تعلیق
الطلاق بتطریقہا والیمین تصرف
لازم لا یصح الرجوع عنه لان الغرض
منہ الحمل علی شیء او المنع منه
فاذا احم الرجوع عنه لا یفید فائدۃ
فکذا اضافی معناه۔

۲۹۹، فان طلقت ولم یکن لہ
نیۃ او نوى واحدة كانت رجعية
وان نوى ثلثا فاقعتها ای طلقت
نفسہا ثلثا وقعت و لو نوى ثنتین
لم یصح الا ان یکون امه سبق توجیہہ
فی اول فصل الکناۃ۔

۳۰۰، اومتی شیت ای اذا قال
لہا طلقتی نفسہا متی شیت عم
ولم یقید بالجلس لان کلمۃ متی
عامۃ فی الاوقات و کذا
اذا ما رمتہا

۳۰۱، او کل یہ ای الزوج رجلاً
بطلاق امرأۃ عم و صم الرجوع بوقت کے لئے عام ہوگا کیونکہ انہیں ایک طرح کی استعانت ہوا و روہ

اختیار مجلس ہی پر مقتصور ہونا آثار صحت ثبات ہر
ایسے ہی یہی ہے بخلاف اس بات کے کہ اوس سے کہا
یہی سو کن کو طلاق دیدے کہ یہ اختیار اوس جلسہ کے ساتھ
مقصود نہ ہوگا کیونکہ وہ مجروح کے معنی میں نہیں ہے

۲۹۸، بخاندنہ کہ یعنی کہ بعد کہ اپنی آپ کو طلاق دی لے
اپنی کلام سے رجوع نہیں کر سکتا ایستلئے کہ حقیقت میں یہ قسم ہی کیونکہ
اوتین طلاق کو او کی طلاق دینے پر ملحق کیا ہوا و قسم ایک
تصرف لازم ہوا و اوس سے رجوع نہیں ہو سکتا سو شرط کہ قسم ہی
ایک کام کرنے یا اوس سے نہ رہنے پر نفس کا یہ انگیزہ کہ ناقص
ہوتا ہے اور جب اوس سے رجوع صحیح ہو جایا کرے تو اسکا
پہر کیا فائدہ جب قسم میں رجوع صحیح نہیں ہوتا تو جو او کے معنی
میں ہے اوتین بھی صحیح ہونا کا۔

۲۹۹، اگر خاندنہ نے کہا کہ تو اپنی جان کو طلاق دے لے اور کہ
طلاق کی نیت کی یا کچھ نیت نہیں کی اور عورت نے اپنی ذات
کو طلاق دی تو ایک جہی طلاق واقع ہو جائیگی اور اگر تین کی نیت
کی تھی اور عورت نے تین ملا تین دی ہیں تو تین ہی واقع ہو جائیگی اور
اگر وہ طلاق کی نیت کی تو نیت صحیح ہوگی مگر جس صورت میں
بیوی ہو کر ہو اسکی وہ فعل کنایہ کی شروع میں بیان ہو چکی
۳۰۰، اگر کما جب تو چاہے آپ کو طلاق دے لے تو
یہ اختیار ہر شے کے لیے ہوگا اور اوس جلسہ پر مقتصور نہ ہوگا ایستلئے
کہ یہ کلمہ تمام اوقات کے لئے عام ہے اس طرح اگر کہا
جس وقت تو چاہے یا جس زمانہ میں تو چاہے ۔

۳۰۱، اگر ایک شخص کو اپنی بیوی کی طلاق کر کے دیکل یا تو یہی

بطلاق امرأۃ عم و صم الرجوع بوقت کے لئے عام ہوگا کیونکہ انہیں ایک طرح کی استعانت ہوا و روہ

لانہ توکیل والتوکیل استمانہ فلا یلزم المجلس
۳۰۴، اوان شئت ای لو قال طلق
اصراً فی ان شئت فیدناه بالمجلس
ومنعا عزله۔

۳۰۴، وقال من فلا یقید به ویمک
عزله لانہ توکیل وتنفیدہ بالمشیة
لغیر لانہ انما یعمل بمشیة کما لو قال
بعم عبدی هذا ان شئت۔
۳۰۴، ولنا انه تملیک لان تعلیقہ
بالمشیة یدل علی اثبات المالیکیۃ
له اذ المالك هو الذی یتصور عن
مشیة نفسه بخلاف البیع لانہ
غیر قابل للتعلیق فبطل ذکر المشیة
ومعنی التملیک فیہ۔

۳۰۵، وفي المحيط لو قال طلق امرأتی
ان شاءت لا یصیر وکیلاً ما لم تشاء
ولها المشیة فی المجلس علیها فاذا
شاءت فصارت وکیلاً فطلقاتہ انما
یقرب فی المجلس مشیتها ینبغی ان یحفظ
هذا فان البلوی فیہ عامۃ والوکلاء
یخرجون الا یقاع غافلین عن
هذا۔

۳۰۶، اوانت طالق کیف شئت
فهو ای الطلاق واقع مرجعیا عند
ابی حنیفة مطلقاً ای شاءت فی

اور وہ مجلس کے ساتھ مخصوص نہیں ہر مکرر رجوع کر سکیگا۔
۳۰۴، اگر ایک شخص سے کہتا تو یا تو تومیری بیوی کو طلاق
میرے تو ہمارے نزدیک اسی جلسہ کے ساتھ مخصوص ہوں
اور وکیل کو عدول نہیں کر سکتا۔

۳۰۴، امام زفر فرماتے ہیں مجلس کے ساتھ مخصوص نہ ہوگا
اور وکیل کو عدول کر سکیگا اسلیئے کہ وہ توکیل ہے اور وکیل شیت
کے ساتھ نہیں شیت کہ تھو دل ہو کیونکہ وہ تو جو یا یا کی ہے کر یا شیت
کسی سے کھڑا کر تو یا تہ تہ میرے غلام کو فروخت کر دے۔
۳۰۴، ہماری دلیل یہ ہے کہ وہ مالک کرنا ہے کیونکہ شیت
کی قید لگانا اس کے لیے مالکیت ثابت کرنا کی دلیل ہوا واسطے
کہ مالک وہی ہوتا ہو کہ جو چاہتا ہے وہ کہتا ہے بخلاف
بیع کے کہ اس میں معلق ہوئی کی صلاحیت نہیں ہے پس یہاں
شیت کا ذکر اور توکیل کے معنی باطل ہیں۔

❖ ❖ ❖ ❖ ❖

۳۰۵، محیط میں مذکور ہے اگر ایک شخص سے کہہ کر اگر میری بیوی
چاہے تھو تو اس کو طلاق دیدے تو جیتک وہ نہ چاہے گی کہ شخص
وکیل نہ ہو سکیگا اور جس جلسہ میں عورت کو اس بات کا علم ہوا وہی
جلسہ میں چاہ سکتی ہے جب اس نے طلاق کو چاہا شخص وکیل
طلاق ہو جائیگا اور جس جلسہ میں عورت نے چاہا وہی جلسہ
میں اس کو طلاق دے سکیگا۔ یہ مسئلہ یاد رکھنے کے قابل ہے اسلئے کہ
اس کا دستور ہو گیا ہے اور وکیلوں کو کچھ خبر نہیں ہوتی
اور بجا اس جلسہ کے جب چاہتے ہیں طلاق دیدتے ہیں۔

۳۰۶، اگر کہا جیسے تو چاہے ایسی ہی تیرے اور طلاق ہو
تو امام صاحب کے نزدیک خواہ اس جلسہ میں وہ چاہے
یا نہ چاہے ایک طلاق رجعی واقع ہو جائیگی مگر اس کا اثر نہیں ہوگا

یا ایک یا تین ہونا اور جس جلسہ میں اس کے چاہنے پر موقوف ہوگا بشرطیکہ نوازندہ نے بھی اس کی نیت کی ہر پس اگر عورت نے طلاق یا تین یا تین طلاقین چاہیں تو واقع ہو جائیگی بشرطیکہ خاوند کی نیت کے مطابق ہوگا اور اس کی مطابق نہ تو جویت کا تصرف ہو جائیگا اور صرف خاوند کے طرف سے ایجاب طلاق باقی رہ جائیگا اس کی بناء پر صاحب رجح کی ہر سب سے کہ طلاق رجعی یا تین طلاقین ہو سکتی ہے اور اس بات پر کہ عورت نہ نواز سوا سوا سوا سوا سوا سوا سوا سوا سوا سوا سوا کے نزدیک اس کے چاہنے کو کچھ دخل نہیں ہے اور صاحبین رجح کے نزدیک اصل طلاق کے اندر بھی اس کے چاہنے کو دخل ہے جس طرح وصف طلاق کے ثابت ہونے میں دخل ہے۔

المجلس اولم تشاء والكيفية اى
كيفية الطلاق الواقع من كونه بائنا
او واحدا او ثلثا متعلقة عن ايجبة
مبشيتها فى المجلس ان نوى فان شاء
بائنا او ثلثا يقع ان وافق نية الزوج
حتى لو لم يوافقها لاعتبر فيها بقاء ايقام
الزوج وهذا بناء على مذهبه من
ان الرجعى يجوز ان يجعل بائنا
او ثلثا وعلى ان المرأة مدخول
بها اذ لو لم يكن كذلك لامشية
لها اصلا عندا وعند ههنا
المشية فى اصل الطلاق كما فى
الوصف -

۳۶۰ وان لم يحضره النية يعتبر
مشيتها جريا على موجب التخيير
لانه اقامها مقام نفسه وهو يقيد
ان يجعله بائنا او ثلثا بعد ما وقع
رجعيا فكذلك ان قام مقامه
واقعا عليها اى الطلاق على
مشيتها اصلا اى وقوعه ووصفا
لان وصف الطلاق مفوض اليها
فلو وقع فى الحال رجعيا يلزم وقوع
الوصف بلا مشيتها وهو لا يجوز
فيتعلق اصله كوصفه كما لو قال
لها انت طالق كم شيئت -

۳۶۰ وان لم يحضره النية يعتبر
مشيتها جريا على موجب التخيير
لانه اقامها مقام نفسه وهو يقيد
ان يجعله بائنا او ثلثا بعد ما وقع
رجعيا فكذلك ان قام مقامه
واقعا عليها اى الطلاق على
مشيتها اصلا اى وقوعه ووصفا
لان وصف الطلاق مفوض اليها
فلو وقع فى الحال رجعيا يلزم وقوع
الوصف بلا مشيتها وهو لا يجوز
فيتعلق اصله كوصفه كما لو قال
لها انت طالق كم شيئت -

۳۰۸، وله ان التفويض في الوصف يستدعي وجود الاصل لان المعدوم لا يستوصف كما قال القائل يقول خليل كيف صبراء بعدنا فقلت وهل صبرفتال عن كيف بخلاف كم شئت لان كلمة كم للعدد والطلاق المقارن بالعدد لا يقع بدونه -

۳۰۹، او ان شيئاً اى لو قال لامرأتيه ان شيئاً فاقطاطا فان شرطنا المشية به اى بالطلاق عليهما منهما اى على المرأتين من المرأتين يعنى اننا اطلقنا عندنا اذا اشاءت كل واحدة منهما طلاقاً حتى لو شاءت احدتهما دون الاخرى او ماتت او شلت طلاق احد لهما لا يقع عندنا -

۳۱۰، وقال من فريقع على التي شلوت لانه اضاف المشية اليهما في فرد كل منهما فيها كما لو قال ان ركبما دابيتكما -

۳۱۱، ولنا ان الشرط لا يتوزع على اجزاء المشروط والشرط مشتمل طلاقهما فلا يزل الجزاء الا عند كمال الشرط كما لو قال ان كلمتا

۳۰۸، امام صاحب حج کی صورت مذکورہ میں دون چاہے عورت کے طلاق جمعی واقع ہو جائے یہ دلیل ہے کہ صفت طلاق کی سپر لکنا اصل طلاق کی وجود کو نقصانی ہے کیونکہ معدوم کی صفت نہیں ہو سکتی جیسے کسی شخص نے کہا ہے کہ میرا دوست بہت اچھا ہے بعد میں جبکہ کسی صبر ہوگا تو میں نے کہا صبر کی ہوگا جو تو او کی کیفیت دریافت کرتا ہی بخلاف اس صورت کی کہ تو نہ کہہ جتھر تو چاہے اسقدر تیرے اوپر طلاق ہوا اس واسطے کہ یہاں عد طلاق مراد

۳۰۹، اگر کاوند نے اپنی دو بیویوں سے کہا اگر تم دونوں چاہو تو تم دونوں پر طلاق ہے تو ہمارے نزدیک طلاق واقع ہونے میں دونوں کا دونوں کی طلاق چاہنا شرط ہے یعنی ہر ایک اس بات کو چاہے کہ دونوں پر طلاق واقع ہو جائے تب تو واقع ہوگی ورنہ نہیں جسے کہ اگر ایک نے چاہا یا ایک مرگئی یا دونوں نے یہ چاہا کہ ہم میں سے ایک کو طلاق ہو جائے تو ہمارے نزدیک کسی پر طلاق نہ واقع ہوگی -

❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖

۳۱۰، امام زعفران فرماتے ہیں صورت مذکورہ میں جس نے طلاق چاہی ہے اوپر واقع ہو جائیگی اس واسطے کہ اس نے دونوں کی طرف چاہنے کی نسبت کی ہے پس ہر ایک چاہے چاہے نہیں منفرد ہوگی کیونکہ اگر تم دونوں نبی سواری پر سوار ہو

۳۱۱، ہماری دلیل یہ ہے کہ شرط مشروط کی اجزاء پر قسم نہیں ہو سکتی اور یہاں دونوں کے دونوں کو طلاق چاہنا شرط کیا ہے پس جہاں مشروط و سیوقت ثابت ہوگا جب یہ شرط پوری پوری پائی جائیگی جسے کہ اگر تم دونوں زید سے بات کرو

او حسب عد کے ساتھ طلاق برائے کچھ نہیں واقع ہوگی

بہت کم طلاق ہوگی

تو ہم دونوں پر طلاق ہے بخلاف اس صورت کے جس پر
امام فرج نے قیاس کیا ہے اس واسطے کہ عرف کی وجہ سے
اس میں قیاس نہیں چلا سکتے۔

۳۱۲، اگر کہا کہ تیرے اوپر طلاق ہو اگر تو چاہے توکل کے
دن ہمارے نزدیک اوکو اختیار ثابت ہو گا نہ اس جلسہ میں
میں کہ امام فرج فرماتے ہیں۔

۳۱۳، ہم نے شرط کو مؤخر کر کے ایلئے بیان کیا ہو کہ اگر
شرط کو مقدم کر کے کہا کہ تو چاہے توکل تیرے اوپر طلاق ہے
تو ظاہر یہ ہے کہ اعتبار سے بالاتفاق اوکو مجلس میں ہے
اختیار طلاق ہو گا اور امام صاحب سے ایک روایت یہ بھی
کہ کل کے دن میں بھی اوکو اختیار ہو گا اگر شرط کو مقدم کیا ہے
اس واسطے تھا پھر فظان کو چاہئے کہ اوکو مالک کیا ہے اور طلاق
کل کے ساتھ موقت ہے نہ کہ چاہئے کل میں کیا جائیگا۔

❖ ❖ ❖ ❖ ❖

۳۱۴، امام فرج کی دلیل فقط اسی جلسہ میں اختیار
ثابت کرنے پر ہے کہ طلاق کے نسبت توکل کے طرف سے
اور نسبت کے نسبت کسی چیز کی طرف نہیں ہے لہذا عرف
مجلس کے ساتھ ہی مخصوص ہو گی ہمارے نزدیک دونوں
صورتوں میں فرق کر کے یہ وجہ ہے کہ جب شرط مقدم کی جائے تو
مشیت توفی بحال ثابت ہو گی اور کیا کا دن طلاق کیلئے قیہ ہو گا
اور لو کہ چاہئے کی صورت یہ ہو گی کہ میں اس بات کو چاہتی ہوں
کہ کل کو مجھ پر طلاق ہو گا اور شرط مؤخر کی جائے تو گو ایک طلاق
مجلس اس کے اختیار میں رہے ہی پس یہ اختیار اس جلسہ کے
ساتھ مخصوص ہو گا جیسے طلاق مجلس کا اختیار اسی مجلس تک
ہوتا ہے مثلاً اگر عوی سے کھائی جان کو تو طلاق دے لے تو وہ

مزید اطفال ان بخلاف ما ذکرہ
لان القیاس متروک فیہ
للعرف۔

۳۱۲، ادانت طالق عند ان شئت
اشئنا الخیار فی الغد لا فی المجلس
ای قال من خیر لها الخیار فی المجلس

۳۱۳، مید بتاحیر الشرط اذ لو قد
فقال ان شئت فانت طالق غدا
ففی ظاہر المذہب ان لها الخیار
فی المجلس اتفاقا وعن ابی حنیفہ
ان لها الخیار فی الغد ایضا اذ اقدم
الشرط لانه ملکها مشیة الطلاق
وهو موقت بالغد فکذا
مشیتہ۔

۳۱۴، لرفران الطلاق مضاف
الی الغد والمشیة مطلقة فیقتصر
علی المجلس ولنا فی الفرق ان
الشرط اذا اقدم یکون المشیة
فی الحال ویقع عند اکید الطلاق
صورا مشیة ان تقول شئت
ان اکون طالق غدا واذا اخر یرکون
المفوض الیها طلاقا مؤجلا فیقتصر
علی المجلس کما لو ملکها طلاقا
مجبلا بقوله بلقی نفسک یقید
بالمجلس فکذا المؤجل۔

۳۱۵، اولثلاثی لو قال انت طالق ثلاثا
الا ان تشاء واحدة فثلاثتها ای
قالت شیئت طلبة تحکم بها ای
ابو یوسف بوقوع طلبة لان المفهوم
من هذا الکلام انها اذا شاءت
واحدة یقع علیها ولا یقع الثلاث
۳۱۶، والغاها ای قال محمد لا تطلق
لان معنی هذا الکلام ان لم تشاء
واحدة فانت طالق ثلاثا لان الا
ان اصله للغاية قال الله تعالى
الا ان تقطع قلوبهم فان دخل فیما
یتوقت جعل غایة فان دخل فیما
لا یتوقت حمل علی الشرط مجازا
والطلاق مما لا یتوقت فاذا تشاءت
الواحدة لا یقع شیء كما لو قال انت
طالق ثلاثا الا ان یقدم فلان فقدم
فلان لا یقع شیء۔

۳۱۶، او ان شاء الله ای لو قال انت
طالق ان شاء الله مصلا لم یوقعه
وقال مالک یقع لان شرطه تحقق
اذ لو لم يشاء الله لما اجرى علی لسانه
التطليق ولنا ان مشیئة الله وقوعه
غیر معارضة فلا یقع مشیئته كما لو
علق بمشیئة انسان غائب لا توقف
علیه والجاری، عل، لسانه تعلیق

۳۱۵، اگر کہاتجہ تین طاقین میں مگر چوتراک چاہے اور اس نے
ایک طلاق چاہی تو امام ابو یوسف سن کے نزدیک
ایک طلاق واقع ہو جائیگی، سوا سطلے کہ ادوس
کے کلام سے یہ بات مفہوم ہوتی ہے
کہ اگر ایک چاہے گی تو اس میں صورتیں تیسرے اور چہ
ایک ہوگی اور تین نہ ہونگی

۳۱۶، امام صاحب رحم اور امام محمد صاحب رحم کے
مذہب اور مسکا کلام لغو ہو جائیگا کیونکہ اس کے یہ معنی
ہیں کہ اگر تو ایک نہ چاہے تو تیسرے اور تین ہیں اس واسطے
کہ عربی میں (لا انی) کا لفظ اصل معنی کے اعتبار سے
غایہ کے لئے آتا ہے کہ تو کہے ۱۱) لان تقلم قلوبهم
بعد اگر ایسی چیز پر داخل ہو جو موقوف ہو کر تہی ہو
تب تو اس کی غایت ہو جائے اور اگر ایک فی موقوف چیز پر
داخل ہو تو مجازاً شرط کی اور پر محمول ہوتا ہے اور طلاق
غیر موقوف چیز پر پس اگر اس نے ایک طلاق چاہی
تو کچھ نہ واقع ہوگا جیسے کسی تیسرے اور تین طاقین
مگر چوتراک شخص الکیا اور وہ شخص الکیا تو کچھ واقع نہ ہوگا۔

۳۱۶، اگر کہاتیسرے اور پر طلاق ہے اگر خدا چاہے تو کسی کے
نہ دیک طلاق نہیں واقع ہوتی مگر امام مالک رحم فرماتے ہیں چوتراک
امام مالک رحم کی دلیل یہ ہو کہ اس کی شرط یعنی مشیئتہ آتی ہے تو کچھ
اس واسطے کہ اگر خدا نہ چاہے تو اس کی زبان سے طلاق نہ
نکلے تاہم ہمارے دلیل یہ ہے کہ یہ تو معلوم نہیں ہوا کہ خدا نے اس کا
وقوع چاہا ہے پس مشیئتہ آتی ہے تو کچھ نہ سمجھی جائیگی جیسے
کسی طالب آدمی کی مشیئتہ کو شرط کیا ہو جیسے آج ہی منین ہو سکتی۔
اور آج ہی رات ہی اس کی زبان سے طلاق کا نکلنا تو اس کا یہ جواب چوتراک ہی

استثنا، باطل ہے۔

محیط میں مذکور سہ اکثرین طلاق سے زیادہ دین اور تین کا
اوسلین سے استثنا کیا تو وہ سب میں سے خارج کی جائیگی یہ
نہیں اکثرین ہی میں سے خارج کی جائیں۔

فصل طلاق فار کی بیان میں

۳۲۷، اگر اگر کسی شخص نے مرض الموت کی حالت میں بلا تو کی
سوال اور بلا تو کی رہا مہدی کے طلاق بائن ویدی
اور اوس کی حالت عدت میں مر گیا تو حواء سے نزدیک
اوسکو ورثہ ملے گا۔ مرض الموت وہ مرض ہے جس سے مرض
الشرعاً بنو سکے جسے کہ اگر کشتی میں بیٹھا ہوا انبی ہوئی کو
طلاق دی تو وہ فار نہ شمار کیا جائیگا اور اگر کشتی
شکست ہو جائے تب بعد طلاق دی تو
فار ہوگا۔

۳۲۸، امام شافعی رحمہ اللہ نے نزدیک اوس مطلق کو ورثہ نہیں پہنچتا۔
۳۲۹، طلاق بائن کی اسلئے قید لگائی کہ رجبی بالاتفاق بائن شر
نہیں ہوتی خواہ مرض کھائیں ہو یا موت کے حالت میں
اور بائن سے بھی تین طلاقیں بیان مراد ہیں
اسو اسلئے کہ اختلاف مذکور اوس وقت ثابت ہوگا
کہ جب تین طلاقیں دے سو اسلئے کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے نزدیک
سب کنایات طلاق رجبی ہوتے ہیں۔

۳۳۰، مرض الموت کی تہید ہے اسلئے لگائی ہے کہ اگر
ایک مرتبہ مرض لیجالت میں طلاق بائن دی اور پھر صحیح و سالم
ہو گیا اور پھر مر گیا تو بالاتفاق عورت وارث نہوگی اور
خاوند کے مرتبہ کی صورت اسلئے ذکر کر کے ہیں کہ اگر عورت مر گئی تو خاوند
بالاتفاق وارث نہوگا۔ من الحقائق۔

وفی المحيط اذا وقع اكثر من ثلث
ثم استثنى منه الثلث كان الاستثناء
من جملة الكلام لا من الثلث۔

فصل فی طلاق الفاس

۳۲۷، ومن ابان امرأته فی مرضه
ای فی مرض موتہ بلا سوا الہا
ولا برضاء منها وهو ما یکون
الہلاک فیہ غالباً حتی اذا طلق
سراکب السفینۃ امرأته لا یکون
فاراً اولو انکسرت السفینۃ ثم طلق
یکون فاراً ثم مات فی العدة نورثها
ای نعطی لہا میراثاً منہ۔

۳۲۸، وقال الشافعی لا یرث۔
۳۲۹، قید بالابانۃ واسرا دہا
الثلث لان الرجعی لا یقیم الا یرث
سواء وقع فی المرض او فی الصحۃ
اتفاقات و الابانۃ فی تحقیق الخلاف
متصورۃ فی الثلث لان الکذبات
کلہا راجع عندہ

۳۳۰، وقید بمرض الموت لانه اذا اطلقها اباناً
فی مرض ثم صح ثم مات لا یرث اتفاقاً وقید بانکون
الطلاق بلا سوا لہا لانه و طلقها بسوا الہا اکثر
اتفاقاً وقید بموت الزوج لانہا لو ماتت
لا یرث الزوج منها اتفاقاً من الحقائق۔

۳۳۱، له ان الزوجية من التجميع احكامها فلا يستحق الاسرث ولنا ان الزوج قصد ابطال اسرثها فیرد علیه قصده الى انقضاء العدة دفعا للضرر عنها فيجعل النكاح باقيا حکما ما بقیت العدة۔

۳۳۲، اعلم ان الفرائد کما ثبتت من جانب الزوج یثبت من جانب الزوجة کما اذا ارتدت وهی مریضة فماتت یرثها زوجها لانها فاسرة عن میراثه کذا فی النهایة۔

۳۳۳، وشرطوا کونها فی العدة وقال مالک یرث بعد العدة مالم یتزوج لقول ابی بن کعب رضی اللہ عنه امرأة الفارث یرث مالم یتزوج ولنا ما روی عن عمر امرأة الفارث یرث ما دامت فی العدة وما رواه یحتمل ان یواد به مالم یتکون من الزوج ای ما دامت فی العدة وما رویناه بحکم فالأخذ به اولی۔

۳۳۴، ویجعلها ای ابو یوسف عدة مطلقة الفارث طلاقا بائنا بالاقراء

۳۳۱، امام شافعی رحمہ کی دلیل یہ ہے کہ طلاق دینے سے علاقہ زوجیت کا مجموعہ حکما ساجا تاہم لہذا ورثہ کے متعلق ہنوی کی اور ہماری یہ دلیل ہے کہ ایسی وقت میں طلاق دینے سے لہذا ورثہ سے ورثہ کی اندر اس کا حق باطل کرنا چاہا ہے لہذا لہذا سے ضرر و فتنہ کے لئے انقضاء عدت تک اس کا یہ قصہ رو کر دیا جائیگا اور تاہم عدت حکما نکاح کو باقی سمجھیں گے۔

۳۳۲، جانتا چاہئے کہ جس طرح خاوند کی طرف سے گریز ہوا کرتے ہیں بیوی کی طرف سے بھی ہوتی ہے تو وہ ان خاوند دارث ہو جاتا ہے جس طرح اپنی مرض الموت کی حالت میں عورت تہہ ہو کر۔ مرجائے تو خاوند اس کا وارث ہو گا اس لئے کہ وہ خاوند کو ورثہ دینے سے گریز کرتی ہے۔ کذا فی النہایہ۔

۳۳۳، سب ایہ کے نزدیک عورت کو ورثہ پانچ لکے عدت میں ہونا شرط ہے مگر امام مالک رحمہ فرماتے ہیں بعد انقضاء عدت کی بھی ورثہ پانچ لکے جب تک دوسرے سے نکاح نہ کرے اس واسطے کہ ابی بن کعب فرماتے ہیں فارث کی بیوی جب تک وارث ہے کہ جب تک نکاح نہ کرے ہماری دلیل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ناز کی بیوی جب تک عدت میں ہوتی ہے ورثہ پا سکتی ہے اور وہ جو امام مالک نے روایت بیان کی ہے اس کے معنی ہیں کہ جب تک نکاح نہ کرے اس وقت تک ورثہ پا سکتی ہے اور وہ عدت کی ہجرت ہو اور جو روایت ہم نے بیان کی ہے۔ وہ حکم ہے اور اسی پر عمل دلی ہے۔

۳۳۴، مرض الموت میں جس عورت کو طلاق بائن دی گئی ہے امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک اس کی عدت تین دنوں میں اور

امام صاحب رد اور امام محمد رحمہ صاحب کے نزدیک ادسکی مدت البدن الاطبلین سے پہنچنے اگر چار مہینے دس روز کی مدت تین حیضوں سے زیادہ ہو تو چار مہینہ دس روز مدت ہے اور اگر اسکی مکمل چار تو تین حیض مدت ہوگی۔

۳۳۵، طلاق کے اندر بائن کے قید اسلئے لگائی ہے کہ اگر مرض الموت میں اسکو طلاق رجعی دی ہے تو بالاتفاق اسکی مدت عدت و قات ہے۔

۳۳۶، امام ابو یوسف رحمہ کی دلیل یہ ہے کہ اسکا نکاح طلاق سے زائل ہوا ہے نہ موت سے پس مدت و قات نہ لازم ہوگی جس طرح عورت کی کھنڈ سے طلاق دی اور باقی رہا ورثہ کا پانا تو وہ خاوند کے گز کر نیکی وجہ سے جو اسکا زوجہ مشغور ہے اسواسلئے یہ امام صاحب رحمہ اور امام محمد رحمہ صاحب کے دلیل یہ ہے کہ جب حق ارث میں اسکا نکاح باقی سمجھا جاتا ہے تو حق عدت میں بطریق اولیٰ باقی ہوگا اسواسلئے کہ نسبت ارث کی عدت کا ثابت ہونا آسان ہے ولہذا الخ فاسد سے تحقیق ارث نہیں ہوتا و عدت لازم ہوگی ۳۳۷، اگر صحت کی حالت میں اپنی بیوی کی طلاق کو کسی دوسرے کو کسی کے ایک فعل کے ساتھ معلق کیا اور حالت مرض الموت میں وہ شرط باقی لگئی تو چار مہینہ و یک سب عورت وارث نہ ہوگی امام زفر رحمہ فرماتے ہیں وارث ہوگی

۳۳۸، حالت صحت میں معلق کر نیکی قید سلسلی لگائی ہے کہ اگر تعلیق بالشرط اور تحقق شرط حالت مرض میں ہی ہوا تو بالاتفاق عورت وارث ہوگی خواہ اس شرط سے بچنا ممکن ہو یا نہ ہو اسواسلئے کہ شرط لگانے یا شرط کی عمل میں نیسے وہ عورت کا حق باطل کرنا چاہتا ہے۔

ای بالحيض و هما با بعد الاجلین
ای قال اعدتها باجمع بین ثلث
حيض و اربعة اشهر و عشرة
* * * *

۳۳۵، غایقہ نا طلاقھا بالبینونة
لانہ اذا کان رجعیاً فعلیہا عدة
الوفات اتفاقاً

۳۳۶، ان نکاحھا من ال بالطلاق
لا بال موت فلا یلزمھا عدة الوفاة
کما لو طلقھا بسوا لھا و توسر نھا
کان لزجر الزوج لفزاره و لھا
ان نکاحھا اذا بقی فی حق الارث
فبقاءھا فی حق العدة اولی لانھا
اسرء ثبوتاً من الارث و لهذا
لا یتحقق الارث بیکاح فاسد
والعدة تستحق به۔

۳۳۷، ولو علقه ای طلاق امرأته
فی صحتها بفعل اجنبی فوجد الشرط
فی مرضه منعا لارث وقال
زفر لھا الارث۔

۳۳۸، قید نابان یکون التعليق
فی الصحة اذ لو کان التعليق والشرط
فی المرض تریث اتفاقاً سواء کان
مما له بد او لا لانہ بالتعلیق او
بمباشرة الشرط قصد ابطال حقها

٣٣٩. وتفيد بمرضه لان الشرط اذا وجد في معته لا يكون فائرا اتفاقا.

۳۴۰) فان قلت ينبغي ان يكون
 قاضيا لانه ممكن من ابطاله بالفق
 قلت لا يمكن منه لانه يلزمه
 ضرره وهو وجوب الكفارة فلم يكن
 ممكنا مطلقا.

٣٧١) انه ان المعلق بالشروط كالمنجز
عند وجوده فصار ايقاعا في المرض
ولنا انه حين علق الطلاق لم يكن
حقها متعلقا به والمرض لم يوجد
من الزوج فلم يكن فالأ

۳۳۲) و بفعلها الضر و سري ای
اذا علق الصبي طلاق امرأته
بفعلها الذي لا بد لها منه طبعاً
كالأكل والشرب ونحوهما أو شرعاً
كالصوم والصلاة وكلام الأب ففعلته
في المرض ای مرض الزوج باطل
محمد توشیها وقتلا تری منه لانه
فاسد.

٣٣٣ قيد بفعلها لانه لو علق
بفعل نفسه سوا كان مما لا بد
له منه اوله بد يصير فاك اتفاقا
وتيد بالضررة لان فعلها

۳۳۹۔ حالت مرض میں شہزادی پانے بغیر تکیہ قید اس سے
لگائی جو کہ اگر حالت صحت میں شہزادی کی لائی تو بالاتفاق و حکو
فار کا حکم ہو گا۔

۳۰۔ اگر کو اس شخص کو فرار کا حکم دیا جائے اس واسطے کہ رجوع کرے اسے اور کوئی شخص باطل کر سکتا ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ نہیں ہو سکتا تھا اسلئے کہ اس وقت میں اس کا نقصان ہوتا ہے لہذا وہ یہ فرار واجبہ پر ہٹا کر پس مطلقاً ممکن نہیں ہو۔

۱۰۳۴۔ المیزفررح کی دلیل یہ ہے کہ معلق بالشرط کا حال وجود بشرط کی بعبر غیر معلق کا سال سال ہو نتیجہ میں یہ حالت مرض کے اندر انقطاع طلاق سمجھا جائیگا۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ جب اوس نے خلاق کو معلق بالشرط کیا اور اسوقت تک عورت کا حق طلاق میں ملتا ہوا تھا اور مفضل نے بھی یہ کہ خالق کا طرف سے

۳۳۲) اگر خاوند نے حالتِ محضت میں طلاق کو عورت کے ایک ایسے فعل کے ساتھ مشروط کیا جس کے کئے بغیر طلاق نہیں ہو جاتا خواہ طبعاً جیسے کہا جاتا ہے جورو یا شرعاً تو اس کے بغیر طلاق نہیں ہو جیسے نماز روزہ یا حج باجانب سے کلام کرنا اور خاوند کے حالتِ مرض میں عورت نے اس کلام کو کیا تو امام محمد رحمہ اللہ کی نزدیک وہ عورت درشت نہی لگی اور امام صاحب رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی نزدیک عورت کو درشت بلکہ کفر و کجی کا جواز ہے عورت کی فعل کے قید اسلئے لگانے کو اگر کسی فعل کے ساتھ متعلق کیا

۳۳۳ اور ضروری فعل ہوئے اس واسطے قبول کیا
ہے کہ اگر غرض ضروری فعل کے ساتھ
مشروط کیا ہے تو بالاتفاق وارث +
نہوگی

مخبر و دهنده خبری فعلی است یعنی خبر دهنده و خبری را که خبر می دهد را خبر می گویند.

لو كان لهما منه بد لا ترت اتفاقاً

۳۴۴، له ان فعل التطلق لم يوجد

في حال تعلق حقها به فليكون

فان اكما لوعلقه بفعل اجنبى ولهما

انها باضطرارها صارت مكرهه

فينتقل فعلها الى الزوج فضاك التعلق

بفعل نفسه -

۳۴۵، ولو اقر المريض مرض الموت

بالنقصاء عدتها من طلاقها في

الصحة بان قال كنت طلقتك في

صحتي وانقضت عدتك فصدقة

في ذلك القول فاقترلها بدین او عين

او اوصى لها بوصية فمات من

مرضه فلها الاقل منهما ای من

ما اقر لها او اوصى ومن ميراثها

عند ابی حنیفة وحكما بمجتبما

ای صحة الاقرار او الوصية

لها -

۳۴۶، قید نامرض الموت لانه

لوم لیکن كذلك یصح اقراره بوصية

لها اتفاقاً وقید تبصد یقها لانها

لو کذبته لا یصح اقراره لها

اتفاقاً -

۳۴۷، لهما انهما بتصاد قهما في طلاق

ومضى العدة ان تقع النكاح بينهما

۳۴۴، امام محمد رک دلیل ہے کہ طلاق دینے کا فعل اس سے

ایسے وقت میں نہیں پایا گیا کہ عورت کا حق اس کے مال میں ثابت

ہو گیا ہو اس لیے وہ فائزہ بجا جائیگا جس طرح اجنبی کے فعل کے ساتھ

معلق کر کے اور اون دونوں کی دلیل ہے کہ چونکہ فعل ضروری کے

ساتھ معلق کیا ہے اور اس کے لیے بغیر عورت کو چارہ نہیں ہے

اس واسطے وہ مکرر نہ سبھی جائیگی اور اس کا یہ فعل زوج کی طرف منسوب

۳۴۵، اگر مریض طبع کے حالت میں فائزہ نے اس طلاق کی ہے

گذر جائیگا اقرار کیا جو حالت میں نہ ہوگا تھا یہ اس سے کہ میں نے

جو تجھ کو اپنی صحت کے حالت میں طلاق دی تھی اس کی عدت نذر گئی

اور عورت نے یہی اس بات کی تصدیق کی اور بہر فائزہ نے کی نہیں

یہیں کا اس کے لئے اقرار کیا یا اس کے لئے کوئی بیعت کی اور

اوی مرض میں مر گیا تو ہم صاحب روح کی نزدیک ورثہ اور ان

دو میں سے دین اور وصیت میں جو کم ہو گا وہی اس کو دیا

جائیگا اور صاحبین روح کی نزدیک اقرار اور

وصیت صحیح ہونگے -

۳۴۶، مرض الموت کی قید اس واسطے لگائی ہے کہ اگر

ای نہیں ہے تو بالا نفق عورت کے لئے

طلاق کے بعد اقرار اور وصیت صحیح ہوتا

ہے

۳۴۷، اوست کی تصدیق کر کے قید اس واسطے لگائی ہے کہ اگر عورت نے

نکاح کی تو اتفاق اس کے لئے اقرار اور وصیت صحیح نہیں ہے -

جائزہ دینا اور ایسا صحیح جائیگا کہ اگر فائزہ نے اس طلاق کو صحیح نہیں کیا ہے۔

صاحبین مع کی دلیل یہ ہے کہ جب وہ توفیق طلاق اور انفساً عورت کی باہم تصدیق کمر لی تو بیچ ملائقہ نکاح جاتا رہا اور وہ بالکل اجنبیہ ہو گئی۔ اور امام صاحب مع کی دلیل یہ ہے کہ اس وقت تک عاقلانہ کے ساتھ ہو گئی ہو سکتی ہو ممکن ہو کر اس نے محبت کی وجہ سے عورت کو نفع پہونچا نہ کی غرض سے یہ اقرار کیا ہوتا کہ حصہ سے زیادہ اس کو مل جائے لہذا انہم کا قول مقبول نہ ہو گا اور وقت اقرار سے اس پر عدت واجب ہوگی مگر یہی شرط ہو۔

۳۴۸ھ، تہا یہ میں مذکور ہے اس عورت کو جو رہا جائیگا وہ بطور ورثہ کی دیا جائیگا نہ بطور دین کے لہذا اگر کچھ مال ہلاک ہو گیا تو جیسے اور ورثوں کا ہلاک ہو گا ایسے ہی اس کا بھی اور اگر بطور دین کے ہوتا تو عورت کے حق میں ہلاک نہ سمجھا جاتا۔ اور اگر وارث اس کو کچھ نہیں تو وہ عین ترکہ سے اپنا حق نہیں لے سکتی ہو سب سے کہ وہ تو اپنی زعم میں بطور دین کے لیتی ہے۔ امام ترمذی نے ایسا ہی ذکر کیا ہے

بجميع علائقة فزارت اجنبية وله انه متهم فيه لاحتمال ان يجعل اقتراسه وسيلة الى ايصال النفع لها اكثر من ميراثها لشدّة ميله اليها فلا يعتد بقول المتهم فيعيب عليها العدة من وقت اقتراسه وعليه الفتوى۔

۳۴۸ھ، وفي النهاية ما تأخذ تلك المرأة بطريق الميراث لا الدين حتى لو توى بعض التركة يتوى عليها كسائر الورثة ولو كان بطريق الدين لما كان عليها لكن ليس لها ان تأخذ من عين التركة اذا لم يعطها الورثة لان في من عيها ما يأخذ بطريق الدين كذا ذكره الامام الترمذی۔

فصل رجعت کے بیان میں

۳۴۹ھ، جس نے اپنی بیوی کو رجعی طلاق دی ہو اور ہنوز وہ عدت میں ہو تو وہ اس سے رجعی کر سکتا ہو اگر کچھ بیوی اس سے ہو اس لئے کہ شدہ ہلاک کا زمانہ عام ہو اور اس میں کچھ قید نہیں ہو لیونہن اپنی بیوی سے اس کے خاندان کے ساتھ رجوع کرنے کے مستحق ہیں اگر عین رجعت کے بعد شرط ہو چکی ہو بھی اشارہ ہی ہوا ہے کہ انقضائے عدت کے بعد بیعت بچہ خاندان باقی نہیں رہتی اور نکاح منقطع ہو جاتا ہے۔

فصل فی الرجعة

۳۴۹ھ، ويراجع اى الزوج المعتدة من رجعى اى من المطلق الرجعى وان لم ترض المرأة لاطلاق قوله تعالى وجعلتهن احق بردهن اى ازواجهن اولى برجعتهن وفى الآية اشارة الى شرطية العدة للرجعة اذ بعد انقضائها لا يبقى البلية

الانقطاع النکاح۔

۳۵۰، وفي المحيط ووقال للمبانة
ان راجعتك فانك طالق ثم تزوجها
بعد انقضاء عدتها تطلق لانها لما
لم يكن محلا للرجعة انصرفت اليماين
الى النكاح بجانزا۔

۳۵۱، ولا تحرم به اى بالطلاق
الرجعي الوطئ وقال الشافعي يحرم
لنزال النكاح وفي قوله تعالى برون
اشارة اليه لان الرد اعادة
الزناطل۔

۳۵۲، ولنا قوله تعالى فامساك بمعرف
سمى الرجعة امساكا وهو استدامة
القائم على ان ملك المتعة لو كان
زائلا لتوقت الرجعة على رضاها
وعلى انشاء الملك بعقد جديد
ولما وقع الطلقة الثانية في العدة
ولفظ البعل في الآية يدل على قيا
لان البعل هو الزوج حقيقة۔

۳۵۳، ويثبت بالقول كراجمتك
واردتلك وامسكتك لانه صريح
في معناه۔

۳۵۴، وفي المحيط قال لها انت
عندي كما كنت اوانت امراؤ في
صدر صراحا اذ انوى لانه يحتمل

+ + + + +

۳۵۰، محيط میں مذکور ہے جس عورت کو بابت طلاق دی ہو
اوس سے فائدہ نہ لے گا اگر مین تجھے رجوع کر دے تو تیسرے
اوپر طلاق ہو اور انقضائے عدت کے بعد اوس سے نکاح
کر لیا تو اس پر طلاق واقع ہو جائیگی اس واسطے کہ محل رجعت تو وہ
تھی ہی نہیں ہیں اس میں رجعت سے بیزار نکاح مراد ہو گا۔
۳۵۱، طلاق جس سے صحبت حرام نہیں ہوتی مگر اناشافی
سے کے نزدیک صحبت حرام ہو جاتی ہے اس واسطے
کہ نکاح زائل ہو گیا اور آیت کے اندر بدھن میں
اسکی طرف اشارہ ہے کیونکہ وہ زائل چیز کے اعادہ
کا نام ہے۔

۳۵۲، ہماری دلیل یہ آیت ہے فامساك بمعرف
روکنا ہو دستور کے موافق کہ جب تک کا عام امساك روکنا اور
وہ ایک موجود چیز کو ثابت رکھنے کا نام ہے علاوہ مبرین اگر
ملک متہ زائل ہو جاتی تو رجعت عورت کی زندہ بندی پر موقوف
ہوتی اور عقد جدید سے ملک حاصل کر نیکی ضرورت ہوتی اور
حالت عدت میں دوسری طلاق نہ واقع ہو سکتی اور آیت
کے اندر بعل کا لفظ بھی جو حقیقت میں فائدہ کے معنی میں ہے
قیام ملکوت پر دلالت کرتا ہے۔

۳۵۳، فائدہ کے زبان سے کہنے سے رجعت ثابت
ہوتی ہے جیسے میں نے تجھے رجوع کر لیا یا تجھ کو روک لیا یا کہ
یہ اس واسطے کہ یہ الفاظ ہم کو رجعت پر دلالت کرتے ہیں۔

۳۵۴، محيط میں مذکور ہے اگر عورت سے کہا تو اب
میں میرے نزدیک ایسی ہی ہے جیسے پہلی تھی یا تویری
بیوی ہے تو رجعت ہو جائیگی جبکہ صحبت کی نیت کو اس واسطے

ان یکون صاد قافی حق المیراث۔
 ۳۵۵، وثبتہا ای الرجعة بالفعل
 کالمس بشهوة والنظر الی الفرج
 بشهوة وفي الکفاية اراد به الفرج
 الداخل۔

۳۵۶، وقال الشافعی لا یصح الرجعة
 الا بالقول عند القدرة علیه وهذا
 بناء علی ان الرجعة عندة استباحة
 الوطع فلا یکون بالفعل کاصل
 النکاح۔

۳۵۷، ولنا انها استلامه المثلک فیثبت
 بالفعل المختص به۔

۳۵۸، وفي القنیة تزوج مطلقة
 الرجعية فی عدتها وطمعها لا یصد
 سراجعا لان التزوج لغو والوطع
 بناء علیه فیکون کالاجنبیة طلقتها
 رجعیاً ثم جن وراجعها بالفعل
 دون القول

۳۵۹، وفي المحیط الرجعة بالقول لکی لا تفتاق
 ۳۶۰، قید بالشهوة لان النظر
 والمس بدونها لا یکون رجعة
 لانه قد یحل بلانکاح کافی الطیب
 فلا یختص بالمثلک۔

۳۶۱، قال قاضی خان هذا اذا کان
 الفعل من الرجل وان کان من المرأة

کحق ورغین ہی اوسکا یہ قول صحیح ہو سکتا ہے۔
 ۳۵۵، ہمارے نزدیک فعل سے ہی رجعت ہو جاتی ہے جیسے
 شہوت سے چہونا یا شہوت سے فرج کی طرف دیکھنا کفایہ
 میں مذکور ہے فرج سے داخل فرج
 مراد ہے۔

۳۵۶، امام شافعی، م کے نزدیک اگر زبان سے کہنے پر قادر
 ہو تو بغیر کو رجعت نہیں ہو سکتی اور اسکے بنا ایسی بات پر
 ہے کہ نام شافعی م کے نزدیک رجعت محبت کے
 حلال کرنا کما نام ہے پس وہ فعل سے نہوگی جس طرح اصل نکاح
 فعل سے نہیں ہو سکتا

۳۵۷، اور ہمارے نزدیک رجعت ملک قائم کے ترک کرنے کا
 نام ہے لہذا اس فعل سے جو ملک کے ساتھ مختص ہو جیسا کہ پہلی

۳۵۸، قاضیین مذکور ہے اگر مطلقہ رجعی سے حالت عدت
 میں خادماً نکاح کر لیا اور اس سے صحبت کی تو اوسکو
 رجعت کا حکم نہ ہوگا اس واسطے کہ نکاح کرنا لغو ہے اور محبت
 اور سکے اوپر بنی ہے پس ایسا ہوا جیسے ایک
 شخص نے اجنبی عورت کو طلاق بھی دی اور پھر وہ چھوٹی ہو
 ہو گیا اور فعل سے اسکی ساتھ رجعی کیا نہ قول سے۔

۳۵۹، محیطین مذکور ہے رجعت بالقول بہتر ہے کیونکہ اگر
 ۳۶۰، شہوت کی قید اسلئے لگائی ہے کہ بدون
 شہوت کے چہونا یا دیکھنا رجعت نہ ہوگا اس واسطے کہ یہ تو بلا
 نکاح کے بھی کسی حلال ہوتا ہے جیسے طیب کے لئے
 پس ملک کے ساتھ مختص نہیں ہے۔

۳۶۱، قاضی خان نے بیان کیا ہے جب ہو کہ مرد کی
 جانب سے فعل ہو یا عورت کی جانب سے ہو کہ مرد کا

شہوت سے بوسہ لیجے یا او سکی شرمگاہ کو شہوت سے دیکھے
تو اسکی رحبت ہو جیچیں ہمارے سہلے کہ کا اختلاف چاہا امام ابو یوسف
کے نزدیک رحبت نہیں ہے اسواسطے کہ رحبتہ خاوند کی طرف
سے ہوتی ہو اور امام صاحب رحمہ اور امام محمد رحمہ صاحب کے
نزدیک رحبت ہے اسلئے کہ خاوند کا فعل رحبت اسلئے ہوتا
ہو کہ او سکی فعل کو مبالغہ سے ہونے پر محمول کر لے تہن اور
اس بات میں مرد اور عورت برابر ہیں دلہنہ اگر مرد کو چومتے
ہیں عورت اسکا ذکر اپنی فرج میں داخل کر کے تو
رحبتہ ہو جائیگی۔

(۳۶۲) جانتا چاہئے کہ عورت کا شہوت
سے بوسہ لینا رحبت جب ہوگا کہ خاوند اسکی
شہوت سے ہونے لگی تصدیق کرے اور
الگ حرف دہنے تکذیب کی تو رحبت نہ ہوگی۔
اور شہوت میں یہ نہیں ہیں پس بینہ قائم ہو سکے اسواسطے کہ وہ چھوٹے ہیں۔

(۳۶۳) عین مذکور ہو اگر حالت عدت میں اوس سے
نکاح کیا تو امام صاحب رحمہ کی نزدیک رحبت نہ ہوگی اسواسطے
کہ نکاح کے موجب ہونے نکاح کرنا باطل ہے پس چھوڑ دے
فرض میں ہے وہ بھی باطل ہوگی امام محمد کے نزدیک یہ
رحبت ہے اسواسطے کہ نکاح کی حقیقی مضنی یہاں عمل کرنا
محال ہے لہذا مجازاً اوس سے رحبت کے معنی لئے۔
جانیئے اور اسی قول پر فتویٰ ہے۔

(۳۶۴) قدری نے بیان کیا ہے کہ برہنہ جامع
کر نیسے رحبت نہیں ہوتی اور فتویٰ ہے یہی رحبت
ہو جاتی ہے۔

(۳۶۵) رحبت کے اوپر دو شخصوں کو گواہ کہو چاہئے

کما اذا نظرت الى فرجه وقبلته
بشهوة فعلی الخلاف بین ائمتنا
عند ابی یوسف لا ینکون رجعة لانها
انما ینکون من جانب الزوج وعندهما
ینکون رجعة لان فعل الرجل انما
ینکون رجعة صلا لفعله علی الحل
فیستوی فیہ الرجل والمرأة ولہذا
لو دخلت فرجه فی فرجها وھو ناغم
ینکون رجعة۔

(۳۶۶) اعلم ان قبلتها بشهوة انما
ینکون رجعة اذا صدقھا فی کونها
بشهوة وان کذبھا لا ینکون رجعة
ولا ینکون اثبات الشهوة ببیت قلا انھا
غیب۔

(۳۶۷) وفي التین ان تزوجھا فی
العدة لا ینکون الرجعة عند ابی حنیفة
لان انشاء النکاح فی المنکوحة باطل
فلا ینتھ ما فی ضمنہ وعند محمد
ینکون رجعة لان العمل بحقیقة
النکاح متعذر فیجعل مجازاً عن
الرجعة وبہ یفتی۔

(۳۶۸) قال القدوسی الوطی فی
الدبر لیس برجعة والفتویٰ علی
انہ رجعة

(۳۶۹) طےجب الاشہاء شہادہ شاہدین

تاکر انکار کا موقع نہ ہو سکے چار سے نزدیک گواہ کرنا واجب نہیں ہے اور امام شافعی حوالہ پہلا قول پر ہے کہ گواہ کرنا رجعت کی شرط ہے اور یہی امام مالک رحمہ اللہ کا قول ہے مگر امام مالک کی یہ عیادت ہے کہ نکاح میں تو وہ گواہ شرط نہیں کرتے اور رجعت میں شہرہ ماکر کرتے ہیں۔

✱ ✱ ✱ ✱ ✱

(۳۶۶) امام شافعی رحمہ اللہ کی دلیل شہادت کی شرط کرنے پر یہ ہے کہ لفظ جلی جلالہ رجعت کے ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے وانشہا واذی عدل مستکم یعنی اور گواہ کو دو مرد مستکم عدل کو اپنے لوگوں میں سے۔ اور امر واجب کیلئے آج اور ہمارے دلیل جو بعض رجعت پر دلالت کرتے ہیں انکا مطلق ہونا ہے اور اسواسطے کہ اوس سے رجعت سے اپنی خالص حق میں نفرت کیا اور وورسہ کے علم کی اوس میں کچھ حاجت نہیں ہے اور امر کا سفید آیت کے اندر استنباط کے لئے ہے اسواسطے کہ اسکے پہلے چوڑنے کے اور یہی گواہ کرنے کا ذکر فرمایا ہے حالانکہ جوڑے میں بالاتفاق گواہ کرنا شرط نہیں ہے بلکہ جہت میں ہی

جواز ہے

(۳۶۶) چار سے نزدیک عطاۃ ربیعہ کے ساتھ سفر کرتا دوست نہیں چڑھتا کہ رجعت پر گواہ نہ کرے سے العلم زفر کی نزدیک سفر کے لئے ہی گواہ کر سکتے ہیں ضرورت نہیں ہے اسواسطے کہ نکاح بوجہین قائم ہے ولہذا اصحبت حلال ہے۔

(۳۶۸) چار ہی دلیل آئی کہ تخریج جن کایہ ہے یعنی اوکھو او کھو گھروں سے مست نکالو اور یہ آیت طلاق رجعی کے باب میں نازل ہوئی ہے بدلات سباق یعنی یا ایہا السنہ

على الرجعة تحرم عن التراجع ولا نوجبه وقال الشافعي في القديم الا شهاد شرط وهو قول مالك وهذا عجب من مالك حيث لم يشترط في النكاح الا شهاد وجعله شرطاً على الرجعة۔

(۳۶۶) له ان الله تعالى قال عقيب ذكر الرجعة وانشهد واذي عدل مستكم والامر للوجوب ولنا اطلاق النصوص الدالة على الرجعة دلالة تصرف بالرجعة في خالص حقه فلا يتوقف على علم الغير والامر في الآية للاستعجاب لانه مذکور بعد ذكر المقارفة ايضا وهو قوله تعالى او فارقوهن بمعروف ولا شهاد ليس بشرط في المفارقة فكذلك في الرجعة۔

(۳۶۶) ومنعنا من السفر بها اي بمطلقة الرجعية حتى يشهد على رجعتهما قال له ذلك لقيام النكاح بينهما ولهذا حل وطؤها۔

(۳۶۸) ولنا قوله تعالى لا تخرجوهن من بيوتهن والاية تزلت في الطلاق الرجعي بدلالة السياق وهو قوله تعالى يا ايها النبي

إِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ-

اَوْ طَلَقْتُمُ

۳۶۹، تید بالرجعة لان السفر بالمبابة ممنوع اتفاقاً-

۳۶۹، رجعت کی تید اس واسطے لگائی ہے کہ جس کو طلاق ہاں دی ہے اس کے ساتھ بالاتفاق سفر ممنوع ہے۔

۳۷۰، ولو ادعى الرجعة في العدة ای قال كنت راجعتك بعد انقضائها

۳۷۰، اگر خاوند نے بعد انقضائے عدت کی دعویٰ کیا میں نے عدت میں تجھ سے رجوع کر لیا تھا پس اگر عورت نے

ای انقضاء العدة فان صدقته في دعواه فهي امرأة ولا ای ان کذب

اوسکے اس دعویٰ کی تصدیق کی تبت تو وہ اوسکی بیوی ہے ورنہ عورت کا انکار معتبر ہوگا اور امام صاحب رحمہ کی نزدیک

فالقول قولها بغير يمين عندا يمينه

اوس سے قسم ہی نہ لیا جائے مگر صاحبین رحمہ کی نزدیک قسم کے ساتھ عورت کا قول مقبول ہوگا۔ اور اس کلام کا رد

وقال مع اليمين والخلاف في هذه الجملة الاسمية راجع الى القيد

اختلاف صرف تباہیہ یعنی قسم لینے کے اندر ہے اور عورت منجراون چہ صورتوں کے ہے جہاں امام صاحب رحمہ کی

الاخير وهذا احد الاشياء الستة التي لا استخلاف فيها عند

نزدیک حلف نہیں لیا جاتا اور صاحبین رحمہ کی نزدیک لیا جاتا ہے بتکا بیان کتاب الدعویٰ میں آئیگا۔

خلافها مما سياتي بيانها في الدعوى ۳۷۱، ولو قال راجعتك فاجاب

۳۷۱، اگر خاوند نے اوس سے کہا میں نے تجھ سے رجوع کر لیا اور اوس نے اوسکے جواب میں کہا میری تو عدت ہی

ای قالت مجيبة له انقضت عدتي

گذر چکی۔ یا چوکرے سے اسکی خاوند نے کہا میں نے عدت میں تجھ سے رجوع کر لیا تھا اور اس کے مالک نے عیسیٰ اس کی تصدیق

او قال زوج الامة كنت راجعتك فيها ای فی عدتک فصدقه

کی گھر چوکرے نے انکار کیا تو دونوں صورتوں میں امام صاحب رحمہ کی نزدیک عورت کا قول معتبر ہوگا اور رجعت

مولاها وكذبته فالقول قولها عند ابی حنيفة ای لم يصح الرجعة

میں صحیح نہوگی۔ اور یہاں عورت سے بالاتفاق حلف طلب کیا جائیگا اس واسطے کہ قسم سے حلف طلب کی جاتی ہے کہ اگر اوس سے

فيهما ای فی المستعنتين يستحلف المرأة هنا اتفاقا لان فائدة اليمين

انکار کر کے تو محمول کا حکم ثابت کر کے مدعی کا دعویٰ ثابت ہو جائے اور قسم سے انکار کرنا امام صاحب رحمہ کی نزدیک

النكول وهو بئذ عند وبذل الامتناع من الزوج والاحتباس في منزل الزوج جائز بخلاف الرجعة

اور انیس شمار کیا جاتا بلکہ بدل ہے بیعتہ نبوی مال کا چوڑا بناوی اور نکاح سے چند روز بازرہنا اور خاوند کے زیر مہتابان یا بیعتہ نبوی

وغیرها من الاشياء الستة فان

بذل لھا لایجوز ثم اذا انکحت منکبت
الرجعة بناء علی ثبوت العدة
لتکولھا کذا فی التبيين۔

۳۶۲، وقال اصحت رجعتہ و فی
الحقائق محل النزاع مالو اجابته
متصلا بکلامه لانھا لو سکت ساعۃ
ثم اجابته یعم الرجعة اتفاقا
۳۶۳، قید بالرجعة لانه لو قال
طلقتک و قالت انقضت عدتی
یقع اتفاقا وهو الاصح قید بتصدیق
المولی و تکذب بها لانه لو کذب به المولی
وصدقته فالقول للمولی اتفاقا
لانه یتکذبه صارت منقضیه
العدة فی الحال و ظهر ملک المتعة
له فلم یقبل قولھا فی ابطاله بخلاف
مسئلة المتن لان المولی بالتصديق
فی الرجعة قد اقر بقیام العدة عند
الرجعة فلم یظهر ملک مع
العدة۔

۳۶۴، لهما فی المسئلة الاولى ان
عدتها باقية الى ان تخبر بانقضائها
و رجعتہ سبقت اخبارها فیصم
ولا یقبل اخبارها لانها متهمه و لھذا
لو قال طلقک فقالت مجيبة له
انقضت عدتی یقع الطلاق وله

مین وہ بذل کر سکتی ہے اور ترک مناسبت کے عوض سے اسکو
اقتیار کر سکتی ہے بخلاف جبت اور باقی پانچ چیز و کئے جنھیں بذل نہیں
ہو سکتا ہے مگر صورت مذکور میں یہ بات ضروری ہے کہ اگر عورت نے طلاق سے
۳۶۲، صاحبین رحمہ کی نزدیک دونوں صورتوں کو رد فرمایا جب
نماست ہو جائیگی اور عورت کے انکار کا کچھ اعتبار نہ ہوگا حقائق میں
مذکور ہے محل نزاع دو صورت ہیں جو عورت طلاق نہ کہ کلام کے ساتھ ہی
دیکھو جو بائی کی ذکر کر کے کہتے کیا اور اسکی موجودی یا تو بالافاضل صحیح ہو جائیگی
۳۶۳، جبت کی تیسرا واسطہ لگائی ہے کہ اگر خاوند نے یہ کہا
کہ میں نے تجھے طلاق دیدی اور اس نے جواب میں کہا میری تو
عدت ہو گذر گئی تو طلاق بالانفاق واقع ہو جائیگی اص قول
یہی ہے مولیٰ کے تصدیق اور جوہر کر کے کہ مذکب کے تیسرا واسطہ
لگای ہے کہ اگر مولیٰ نے مذکب کے اوپر جو کہ تصدیق کے
تو بالانفاق مولیٰ کا قول معتبر ہوگا اس واسطے کہ مولیٰ نے مذکب
کر نیسے جوہر کر کے عدت اس وقت تک جتنی صحیح ہو جائیگی اور
مولیٰ کو ملک متعہ ثابت ہو جائیگی لہذا جوہر کر کے کا قول مولیٰ کے
مگر متعہ باطل کر کے میں مقبول ہوگا بخلاف اصل مسئلہ
کی کہ مولیٰ نے جب رجعت کی تصدیق کی تو گویا جبت کے
وقت عدت کی قائم ہونیکا اقرار کر لیا اور باوجود عدت
کی مولیٰ کے ملکیت متعہ نہ ظاہر ہوگی۔

۳۶۴، صاحبین رحمہ کی پہلی مسئلہ میں یہ دلیل ہے کہ جب تک وہ
انقضاعت کی خبر دی اور وقت تک اسکی عدت باقی ہے
اور جبت اسکی خبر دینے سے پہلی یا دلیلی گئی پس جبت صحیح ہوگی
اور اسکا انقضاعت عدت کا خبر دینا معتبر ہوگا اس واسطے کہ اس خبر
دینے میں وہ تمہم بکذب ہے و لہذا اگر خاوند نے کہا میں نے تجھے
طلاق دیدی اور اسکی جواب میں عورت نے کہا میری عدت

انکار کی وجہ سے عدت باقی رہے گی اور اگر خاوند نے کہا کہ میں نے تجھے طلاق دیدی اور اسکی جواب میں عورت نے کہا میری عدت

ان قوله را اجبتك انشاء وقولها انقضت
عدلی اخبار فیقتضی سبق المخبر
عنه فیقبل قولها لانها امينة
فی اخبار راجحها ومسئلة الطلاق
على الخلاف ولکن سلم انها وفاقية
فالطلاق یقع باقراره بعد انقضاء
العدة والمراجعة لا یتثبت به کذا
فی الکافی ولهما فی الثانیة ان المولی
مالک منفعة یضع امته فیقبل
اقراره فیها کما لو اقر بنکاحها وله
ما مر من الدلیل فی المسئلة
الاولی۔

۳۴۵) واذا انقطع الدم فی الثالثة
ای دم المعدة فی الحيضة الثالثة
لعشرة ایام قطعنا الرجعة بدین
غسل و قال زفر لا یقطع ما لم
یغسل هذا الخلاف فی المسلمة
لانها لو كانت کتابیة ینقطع الرجعة
بلا غسل اتفاقا لانها غیر مخاطبة
بالشرایع۔

۳۴۶) له اطلاق قوله عم الزوج
احق برجعته ما لم تغسل ولنا ان
الحيض لا یكون اکثر من عشرة
فاذا تمت خرجت عن الحيض فینا
وانقضت عدتها ضرورة۔

گزشتگی تو طلاق واقع ہو جائیگی۔ اور امام صاحب ہم کی دلیل بنی
کذا وندکایہ قول کہ میں نے تجھے رجوع کرایا انشاء ہوا و عورت کا یہ
قول کہ میری عدت گذر گئی خبر ہے اور مجھ کو کیا ہوتا ہو چکا ہو سکا
قول معتبر ہوگا کیونکہ انہی رحمہم کی خبریں میں عدت شروع ہو چکا ہے
گئی ہوا و بر طلاق پر جو صاحبین ہم نے قیاس کیا ہے وہ غور و خجانی
مسئلہ ہوا و اگر اتفاق ہی سمجھا جائے تو طلاق خداوند کے قرار کیسے قطعاً
عدت کی بعد واقع ہو جائیگی اور اجبت ایسی چیز نہیں جو گذرانی نکاح
اور دوسرے مسلمان صاحبین ہم کی دلیل یہ ہو کہ سوا کی کوئی چوکر ہی
پر منعت فیض کی مالکیت حاصل ہوئی ہو چکا اس بار میں اسکا
قول معتبر ہو جائیگا جس طرح مولیٰ اسکی نکاح کا اقرار کرے و امام
صاحب ہم کی دلیل اس میں ہی ہے جو جو بیلاست میں ہے جو عورت طلاق
تیسرے حیض میں کہ منقطع ہو جائی تو ہماری روایت میں ہے کہ اسکی رجوع
۱۰۸

۳۴۵) امام زفر رضوانی میں تاؤ فیکہ غسل نہ کرے
رجعت ہو سکتی ہے یہ اختلاف مسلمان عورت میں ہے
اس واسطے کہ اگر کتابیہ ہے تو بالاتفاق بلا غسل کرنے
کے رجعت کا زمانہ منقطع ہو جائیگا اس واسطے
کہ وہ شرائع کے ساتھ مخاطب نہیں ہے۔
اور بخلاؤ کے غسل بھی ہے۔

✱ ✱ ✱ ✱ ✱ ✱
✱ ✱ ✱ ✱ ✱ ✱

۳۴۶) امام زفر کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہے قاعدہ عورت سے رجوع کر نیکا
مستحق ہے جب تک وہ نہ غسل کرے۔ اور ہماری دلیل یہ ہے
کہ دس روز سے زیادہ حیض نہیں ہو تا جب دس روز تمام ہو گئے
تو یقیناً حیض سے خارج ہو گئی اور لا محالہ اسکی عدت گذر گئی۔

شرح جہم الجرمین

۳۷۷۔ اگر تیسرے دن روزے کے میں منقطع ہو جائے تو وقتیکہ غسل نہ کرے وجبت ہو سکتی ہے اگر غسل کر لے گی وجبت ہو سکے گی اس واسطے کہ وہ دن نہ مکہ حیض کے ہی دن ہیں اور ہو سکتا ہے کہ پھر حیض آئے گئے لہذا یہ بات ضروری ہے کہ غسل کرے اور اسکو قوت ہو جائے کہ غسل کرے۔ اگر تیسرے دن کا منقطع حیض کا

۳۷۸۔ انقطاع وجبت کیلئے یا تو غسل نہ کرے یا نہ ہو جائے یا اگر ایک نماز کا وقت انقطاع پیش کے بعد گزر جائے اگر غسل نہ کرے

اور حقائق میں مذکور ہیں اگر وہ روزے میں انقطاع حیض ہو جائے تو غسل کرے غسل کرے وجبت کی مانند کا انقطاع ہو جائے اگر اس طرح ایک نماز کا وقت گزرے یہ بھی جو اسکی ساتھ ملا رہا ہے وجبت کا یا نہ منقطع ہو جائے اس طرح

کہ اوکی ذمہ پر وہ نماز واجب ہو جائے یا نہیں طور کا انقطاع تیس دن کا وقت

۳۷۹۔ میں کہتا ہوں اسقدر پر وضاحت کہ کہنا مناسب تھا کہ اگر وہ روزے کے میں حیض منقطع ہو جائے تو نماز کو دیکھ رات

وجبت تمام نہیں ہوتی تاکہ اگر نماز شروع کا اختلاف معلوم ہو جائے اور تم دیکھتے ہو کہ یہاں منصف نے یہ کہا ہے کہ اوکی وجبت منقطع ہوگی اس واسطے یہاں وجبت منقطع ہوجاتی ہے کہ اگر وقت

میں اسے نماز کے ساتھ وہ مطالب ہو جاتی ہے اور طہارت کا حکم اسکو ثابت ہو جاتا ہے۔

۳۸۰۔ اگر غسل کر نیکی لیا پانی نہ ملا اور تیمم کے نماز فرض یا نفل پڑھ لی تو وجبت منقطع ہو جائے گی۔ مگر بعض کے نزدیک نماز کے شروع کرتی ہی وجبت کا انقطاع ہو جائے گا اس واسطے

کہ وہ طہارت کے حکم میں ہے اور صحیح بیات ہے کہ نماز سے خارج ہو جانے کے بعد وجبت منقطع ہوگی تاکہ اگر نماز کا حکم ثابت ہو سکے دیکھا اگر وہ نماز میں پانی کو دیکھ لے تو نماز باطل ہو جائے گی اور اگر نماز کے بعد دیکھا

۳۷۷۔ وان انقطع لاقول ای فیما دون عشرة لم ينقطع الرجعة الا بالغسل لان کلام ایام الحيض والدم محکم العود فلا بد من ان يتقوى باغتسالها۔

۳۷۸۔ یعنی وقت صلوة وقت الحائض اذا انقطع کل صنفها لم ينقطع الا بغتسال ينقطع

بعضی اقرب اوقات الصلوة اليها بحيث يجب الصلوة في ذمتها بان تجد بعد الانقطاع من الوقت

مايسع الاغتسال التحريم بعد ان لا ينقطع الا بالافتقار

۳۷۹۔ اقول على هذا ان ينبغي ان يقول المصنف وان ينقطع لا قول

منها ما قطعنا هاليدل على خلا زفروانت تدعى انه قال لم ينقطع

وهي صيغة الوفاق لانها مخاطب بادائها فيكون في حكم

الطاهرات۔

۳۸۰۔ او بالتيمم مع الصلوة يعني اذالم يجبد الماء فتيممت وصلات

مكتوبة او داخل انقطاع الرجعة وتدل ينقطع بالشروع فيها لانها

في حكم الطاهرات والصحيح انها انما ينقطع بعد الفراغ ليقدر الحكم بجواز الصلوة الا يري انها لو رأت

میں کہتا ہوں اسقدر پر وضاحت کہ کہنا مناسب تھا کہ اگر وہ روزے کے میں حیض منقطع ہو جائے تو نماز کو دیکھ رات وجبت تمام نہیں ہوتی تاکہ اگر نماز شروع کا اختلاف معلوم ہو جائے اور تم دیکھتے ہو کہ یہاں منصف نے یہ کہا ہے کہ اوکی وجبت منقطع ہوگی اس واسطے یہاں وجبت منقطع ہوجاتی ہے کہ اگر وقت میں اسے نماز کے ساتھ وہ مطالب ہو جاتی ہے اور طہارت کا حکم اسکو ثابت ہو جاتا ہے۔

تو باطل نہ ہوگی۔

الماء في الصلوة بطل يميمها وان
رأت بعد الفراغ لا يبطل۔

۳۸۱) امام محمدؒ کے نزدیک یمیم حق رکعت کا
انقطاع ہوا کیلئے امام صاحبؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نہ ہوتی
۳۸۲) امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ یمیم پاک میں قناعت حاصل ہے

۳۸۱) وقطعها أي محمد الرجعة
بالتيمم وحده وقال لا تنقطع به
۳۸۲) له ان التيمم نزل منزلة
الاغتسال في التطهير وهذا محل المصنوع
به ولها انه تلويث حقيقة وانما
جعل طهارة مطلقة في حق الصلوة
لضرورة ان لا يتضاعف الواجبات
على المكلف اذا امتد فقد الماء
وجعل ايضا طهارة فيما يتعلق بها
من مس المصحف وقرآنه والرجعة
ليست من توابعها فلا يجعل طهارة
في حقها۔

اسی واسطے نماز اس سے بھانپو ہے۔ اور اراون دونوں کی دلیل
یہ ہے کہ نئی تحقیق تو یمیم پاک میں نہیں ہے بلکہ برن کو ناک سے
آلو کرنا ہے مگر نماز کے قہمیں اسکو طہارت مطلقہ گردان لیا ہے
خواہ وضو کی حاجت ہو یا غسل کی اس ضرورت سے کہ اگر بالفرض
ایک زیادہ مدت تک پانی نہ میرے تو توبہ سے واجب
مکلف کے ذمہ پر جمع نہ ہو جائیں بعد نماز میں طہارت گردانے
کی وجہ جو اسکی تعلقات میں جیسے تو رکن کو چھو نہ یا تو ان پر
اون میں بھی اسکو طہارت کا حکم ہے اور رجعت کوئی نماز کو توبہ
میں سے نہیں ہے لہذا رجعت کے باب میں اسکو طہارت نہ سمجھنا

۳۸۳) حقائق میں مذکور ہے مسئلہ کے اندر رجعت کی صورت
اسواسطے ہے کہ کلمہ او سکواُس حالت میں بالاتفاق
درست نہیں ہے محل نزاع بھی ہے کہ عرف تیمم کرے غرض
کہ اگر اسکے ساتھ نماز بھی پڑھے تو بالاتفاق حق رجعت
منقطع ہو جائیگا اسواسطے کہ جب نماز حق میں اسکو طہارت
کا حکم دیا گیا تو حق رجعت میں ہی طہارت حکم دیا جائیگا

۳۸۳) وفي الحقائق وضع المسئلة
في الرجعة اذ ليس لها التزوج بالغير
اتفاقا موضع الخلاف مجرد التيمم
حتى لو صلت معه يقطع حق الرجعة
اتفاقا لانه لما حكم بطهارتها في حق
صحة الصلوة حكم بطهارتها في حق
الرجعة۔

۳۸۴) اگر کو امام محمدؒ نے سابق میں بیان کیا ہے اگر
مشوئی یمیم کا مقتدی ہو تو نماز جائز نہیں ہے اور اسکی
دلیل یہ بیان کی ہے کہ تیمم طہارت ضروری ہے یہ حق رجعت
میں اسکو طہارت ملے کس لیے گردانا ہو تو اسکا جواب

۳۸۴) فان قيل قال محمد فيما سبق
اقتداء المتوضي بالتيمم غير جائز
متسكبا بان التيمم طهارة ضرورية
فلم جعله في حق الرجعة طهارة

یہ ہے کہ احتیاط کا طریقہ اسی بات کو مقتضی ہے کہ تم کو غسل کے مانند سمجھ کر انقطاع رجعت کا حکم دیا جائے تاکہ زنا میں نہ واقع ہو سکے اور اقتدار کے اندر احتیاط اسی بات کی مقتضی ہے کہ اسکو وضو کے مثل نہ سمجھا جائے تاکہ کامل طور پر عبادت ادا کی جائے۔

❖ ❖ ❖ ❖ ❖

(۳۸۵)، اگر تیسرے حیض دس روز سے کم میں منقطع ہو جائیکے بعد اس میں غسل کیا اور کوئی ایک عضو اس میں نہ دیا ہو تو دس روز کا احتیاط واجب نہ منقطع ہوگا کیونکہ اس سے غسل کے اندر کوئی ایک عضو کا دھونا نہیں ہوا اور نہ اس سے اس کے جلد و خشک ہو سکتا ہے جو یہ سمجھا جائے کہ دھونے کی خشک ہو گیا ہے پس یقیناً یہ سمجھا جائے کہ اس میں خشک پانی کا گذر نہیں ہوا اور اگر ایک عضو سے کم ہوں سے رگیا تو رجعت منقطع ہو جائیگی اور قیاس تو یہی چاہتا ہے کہ یہاں بھی رجعت نہ منقطع ہو اس واسطے کہ ایک جزو کا باقی رہنا ایسا ہے جیسا کہ پورا ایک عضو باقی رہ گیا مگر جیسے یہ سمجھا کہ تھوڑے سے مگر میں یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ جلد خشک ہو گئی ہو اسلئے احتیاطاً ہم نے احتیاط کا لفظ ان کے انقطاع رجعت کا حکم دیا اور نہ ہم نے اس کے ساتھ یہی حکم دیا ہے کہ حیض اس جگہ کو بھی نہ دھوئے نفلح نہیں کر سکتی۔

(۳۸۶)، اگر غسل کے اندر منقطع یا ناک میں پانی ٹوٹا نہ رہ گیا اور صورت وہی ہے کہ تیسرے حیض دس روز سے کم میں منقطع ہو جائے تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک رجعت منقطع نہ ہوگی اس واسطے کہ اسکا چھوڑنا ایسا ہی ہے جطرح پورے کسی عضو کا چھوڑنا۔

مطلقة قلنا جریا علی سنن الاحتیاط لان الاحوط فی الرجعة ان یحکم بانقطاعها یجعل التیمم کالاعتسال تحرمنا عن وقوع الزنا و فی الاقتداء ان لا یجعل کالوضوء لیس فی العبادۃ علی الوجه الاکمل۔

(۳۸۵)، ولو نسیت المعتدة فی اغتسالها عن الحيضة الثالثة فيمادون العشرة عضو انصاعد الم ينقطع الرجعة لان العضو الكامل لا يغفل عنه فی اغتسال عادة ولا يتسارع اليه الجفاف فكان عدم وصول الماء اليه متيقنا واما اذا نسيت مادون العضو فينقطع الرجعة فكان القياس ان لا ينقطع فيه ايضا لان بقاء البعض كبقاء الكل لكن قلنا مادون العضو يحتمل ان يسارع اليه الجفاف لقلته فحکمنا بانقطاع الرجعة استحسانا احذ ابا الاحتیاط ولهذا قلنا لا یجعل لها التزوج حتی تنسل ذلك الموضع (۳۸۶)، ولا یقطعها ای ابو یوسف الرجعة بترك المضمضة والاستنشاق ای بترك معتدة انقطع دمها من الحيضة الثالثة لأول من عشرة ایام لان تركهما كترك عضو کامل

۳۸۷۱، امام محمد رحمہ صورت مذکورہ میں اختلاف کرتے ہیں اور ان کے نزدیک احتیاطاً کا لفظ ذکر کے بجائے منقطع ہو گیا اس واسطے کہ بعض کے نزدیک منقطع اور ناکارین بالیہ ہو گیا ہے۔ مگر احتیاطاً کے ترک کر نیسے نکلح نہ کر سکیگی۔

۳۸۸۱، اگر اس کے ساتھ جماع کو طلاق کی شرط گردانا اور کہا میں تجھ سے اگر صحبت کروں تو تیرے اوپر طلاق ہے اور اس سے جماع کیا اور جماع کرنے میں کچھ دیر لگائی اور جماع پورا کر لیا تو امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک وہ شخص مراجع ہو جائیگا جسے صحبت ثابت ہو جائیگی اس واسطے کہ دخول کرتے ہی وہ سپر طلاق واقع ہو گئی کیونکہ جماع کے معنی حاصل ہو گئے اسلئے عرف دخول غے غسل واجب ہو جاتا ہے اور جسکو تین طلاقیں لگیں ہیں دوم سے خاوند کے عرف دخول کر نیسے پہلے طلاق ہو جاتا ہے اور جماع کے اندر پھر کر نیسے وہ مراجع ہو گیا کیونکہ اس پر قاضی رہنا ایسا ہی ہے جیسا علیحدہ جماع کرنا۔

۳۸۹۱، امام محمد رحمہ کے نزدیک صحبت جب ہو گئی کہ جب اخراج کے بعد پھر داخل کرے اس واسطے کہ ایک ہی مرتبہ تھا یا لگیا ہے اور وہ جماع ایک ہی فعل سمجھا جائیگا ولہذا اگر شہدہ حلت سے جماع ہووے تو او میں دیر کر نیسے نہ دومر اعقر یعنی مہر کما ہے اور نہ دوسری حد لازم آتی ہے۔

۳۹۰۱، اگر تین طلاقیں کو جماع کے ساتھ مطلق کیا ہے اور جماع میں کچھ دیر لگائی تو امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک اس سے دیر کرنے سے عقر لازم ہو جائیگا کیونکہ مہر حضرت تو صرف داخل کرنے سے ثابت ہو گئی اور پھر او میں دیر کرنے سے گویا اس نے اجنبی عورت سے جماع کیا لہذا عقر یعنی مہر مثل واجب ہوگا اگرچہ نہ یہ ان اتحاد فعل کا شہدہ ہے

۳۸۷۱، وخالفہ عہد وقال ينقطع احتیاطاً لان غسلهما فی الغسل سنة عند بعض ولا یتزوج بزوج آخر فی ترکہما احتیاطاً۔

۳۸۸۱، ولو علق الطلاق بجماعها ای لو قال ان جامعتك فانت طالق فجامعها فلبث فيه ساعة ثم اتم جماعه يجعل مراجعاً ای قال ابو یوسف وقع بايلاجه طلاق لان الجماع حصل به ولهذا يجب به الغسل ويحل به المباشرة ثلثاً للزوج الاول وباللهبث فيه صار مراجعاً لان البقاء عليه كالابتداء ۳۸۹۱، واوقفها ای عہد الرجعة علی المعاودة ای علی الادخال بعد الاخراج لان الادخال مجد مرة وهو فعل واحد ولهذا لو كان بالشبهة لا يجب باللبث فيه عقر اخر ولا حد اخر۔

۳۹۰۱، ولو كان ثلثاً ای لو كان المعلق بالجماع ثلث طلاقات فلبث فيه يلزمه ای ابو یوسف الزوج العقر به ای باللبث لان المحرمية يثبت بالادخال وباللبث فيه صاروا باطلاً للمباشرة فيجب

۱۱۳ علیہ مہر المثل لکن المحدث سقط عنه
بشہۃ اتحاد الفعل۔

۳۹۱، وخالفہ ای قال محمد لا عقدر
علیہ لان المجموع فعل واحد فلم یکن
اللبث فیہ وطأ بعد الحرمة۔
۳۹۲، وتترین المطلقة الرجعة
لانہا حلال لبعولہا والتزین داۓ
الی الرجعة المستعبدۃ۔

۳۹۳، ویستحب ای للزوج اذا الم
یقصد الرجعة ان لا یدخل علیہا
الا باعلام لانہ یساکنہا وسر بایقہ
نظرہ الی داخل فرجہا بشہوة فیصیر
مراجعا فیطلقہا ثانیاً فیطول لعدۃ
علیہا۔

۳۹۴، واذا ابینت ای جعل طلاقہا
بائناً بآدون التلث تزوجہا ای
زوجہا فی العدة وبعدہا لبقاء
الحل فان زوالہ انما یكون بالمطلقة
الثالثۃ واما غیر زوجہا فلم یحل
لہ ان یتزوجہا فی العدة لاشتباہ
للغسب۔

۳۹۵، او بثاۃ ای اذا ابینت بثلث
طلقات فی الحرۃ وثنتین فی
الامة لم یحل لہ ای للزوج الاول
وطئہا بنکاح حتی تنکح زوجا غیرہ

۱۱۳ علیہ مہر المثل لکن المحدث سقط عنه

۳۹۱، امام محمد کہتا ہوں اسکے خلاف ہے اور کچھ نزدیک
شکل واجب نہیں ہوتا کیونکہ جماع من اول الی آخرہ ایک فعل ہے
اور اس میں ہرگز تکرار موت کے بعد محبت کرنا مکمل نہیں ہے۔
۳۹۲، مطلقہ رجوع کو مناسب ہے کہ نگہار کیا کرے اسلئے کہ وہ
اپنے خاوند پر حلال ہے اور نگہار کرنا رجعت پر عین ہر دو ایک
مستحب چیز ہے۔

۳۹۳، اگر خاوند کو رجعت مقصود نہیں ہے تو بیچری کی
حالت میں اس کے پاس دیا یا کرے کیونکہ دونوں ایک ہی گھر
میں رہتے ہیں اکثر ہو سکتا ہے کہ اس کی شرمگاہ کے اندر خاوند
کی نگاہ جا پڑے اور رجعت ثابت ہو چکا اور ہر دو سرے مطلق
دے تو اس کی عدت بڑھ جائے۔

۳۹۴، اگر عین سے کم عورت کو طلاق بائن دی ہیں تو اس کا
خاوند بعد از قضائے عدت اور زنیہ حالت عدت میں اس کو
نکاح کر سکتا ہو کیونکہ نکاح کا حلال ہونا ہنوز باقی ہے البتہ اگر
طلاق کے بعد طیت نکاح جاتی رہی ہے تو حالت عدت میں خاوند
ہی اس سے نکاح کر سکتا ہے اور دوسرا شخص نکاح نہیں کر سکتا
جب تک کہ عدت نگہ رہائے اس واسطے کہ اس میں نہ جستنجب ہو جائے

۳۹۵، اگر مرد کو تین طلاقیں دی ہیں یا چو کر کو دو طلاقیں
دی ہیں تو نکاح سے ہی اس سے محبت کرنا حلال نہیں ہوتا
اگرچہ دوسرے خاوند سے دفن کر دیا جائے اور وہ عدت
کرے بعد از ان اس کو طلاق بائن دے دے یا وہ دجا لے

نکاحا صحیحا ویدخل بها ثم تبین منه ای من الزوج الثانی اویوت عنها۔

۳۹۶۔ اقول الضمیر فی ابینت سر اجع الی الحرۃ لا الی المنکوحۃ لان المحکم الذی ذکرہ انما یصح فی الحرۃ دون الامۃ ولفظا المنکوحۃ متناول للامۃ وقولہ او بثلث معطوف علی ما دون تقدیرہ او ابینت الحرۃ بثلث فی الحرۃ وهذا فاسد ولو قال المصنف او حرۃ بثلث او امۃ بثلثین لکان اولی واسیرا لان فی اثبات معنی الظرفیۃ للحرۃ والامۃ تکلفا۔

۳۹۷۔ قید بالنکاح الصحیح لان الوطن حرام فی الفاسد لا یشبہ به المحل للاول۔

۳۹۸۔ وفی الاجناس لو اخبرت بان الثانی دخل بها وکن بها الاول فیه یحل له وان انکرت دخول الثانی واقربہ الاول یحل۔

۳۹۹۔ اعلم ان دخول الثانی شرط للتخلیل عند الجمهور لثبوته باشارة الکتاب وبالحدیث المشہور اما الکتاب قوله تعالی فان طلقها

اور کے بعد پہلا فاوند اس سے نکاح کرے۔

• • • • •
• • • • •

۳۹۶۔ میں کہتا ہوں (ابینت) کے غیر حرم کی طرف راجع ہے نہ نکوہ کی طرف اس واسطے کہ وہ جو حکم بیان کیا ہے حرم کے ہی ساتھ مخصوص ہے نہ لونی میں وہ جو حکم ثابت نہیں ہے اور منکوحہ کا لفظ لونی کے شامل ہے اور مصنف کا یہ قول (و بثلث) معطوف ہے (ما دون) پر جس کی تقدیر یہ ہوگی او ابینت الحرۃ بثلث فی الحرۃ اور یہ عبارت فاسد الفصح ہے پس اگر مصنف ہر اس طرح بیان کرتا او حرۃ بثلث او امۃ بثلثین تو بہتر اور زیادہ تر آسان ہوتا اس واسطے کہ حرۃ اور امۃ کے لیے ظرفیت کے معنی ثابت کرنے میں شبہ کے اور لفظ فی دلالت کرتا ہے ایک طرح کا تکلف ہے

• • • • •

۳۹۷۔ نکاح صحیح کی قید اس واسطے لگائی ہے کہ نکاح نامہ میں محبت حلال نہیں ہوتی اور اس سے پہلے فاوند کیلئے حلال نہ ہوگی۔

۳۹۸۔ اجناس میں مذکور ہی اگر عورت نے بیان کیا کہ زوج ثانی نے مجھ سے فعل کر لیا ہوا اور زوج اولی اسکی تکذیب کی تو زوج اول کے لیے حلال ہو جائیگا اور اگر عورت نے زوج ثانی کے فعل کا انکار کیا اور زوج اول نے اسکا اقرار کیا تو حلال نہ ہوگی

۳۹۹۔ جانتا ہوں کہ زوج ثانی کا دخول کرنا جمہور فقہاء کو نزدیک شرط تکمیل ہے کیونکہ باشارة النص قرآن و ثابت ہو اور نیز حدیث مشہورہ و اس پر دلیل ہے قرآن کی کثرت تفسیر فان طلق الامۃ یعنی پس اگر فاوند اسکو طلاق دے تو وہ کو کبھی

شرح معجم المحرمات

وہ بیوی اس لحاظ سے کہ حلال نہ ہوگی مگر جب ایک سے دوسرے
خاوند سے نکاح کرے باجماع است اس سے طلاق ثالث
مراد ہے اور اس میں نیک نفع مذکور ہے اس سے صحبت مکررہ
کیونکہ نکاح کے معنی تحقیقی صحبت کے ہیں اور یہ معنی لینے سے
کلام کے اندر نامہ پایا جاتا ہے اور عقد کے معنی لینے سے
اعادہ پایا جاتا ہے اسلئے کہ اگر عقد کے اوپر محمول کیا جائے
اور دوسرے شخص پر نزوج کا اطلاق کر لیتے ہیں عقد بھیجین
آتا ہے تو اعادہ پایا جائیگا اور اصل کلام کے بولنے میں اقلہ
کذا فی الہدایہ بعض نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ نکاح
جو عورت کی طرف سے نہیں ہو سکتا اس سے صحبت مراد نہیں لے سکتے
کیونکہ اس کے ساتھ صحبت کی جاتی ہے جو صحبت کر نیوالی نہیں
ہوتی اور اس کا یہ جواب ہو سکتا ہے کہ کو طوطہ کو مجازاً صحبت
کرنے والے کے ساتھ تمیز فرمایا ہے اور یہی اقرب الے انہم ہے
اس واسطے کہ جب نکاح کو جماع پر محمول کیا تو کلام کی اندر
فقط ایک مجاز ہوگا اور نکاح اور زوج کا لفظ اپنی تحقیقی
پر محمول ہوگا اور جب نکاح سے عقد مراد لیا جائیگا تو
اوس میں زوج مجاز نہ ہوگا ایک تو لفظ نکاح میں اور دوسرا
زوج میں لہذا پہلی صورت بہتر ہے۔ اور حدیث مشہور
ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب کوئی شخص اپنی
بیوی کو تین طلاقیں دے دے اور پھر دوسرے خاوند سے
وہ نکاح کر لے تو پہلے خاوند کو وہ حلال نہ ہوگی جب تک کہ وہ
خاوند کا مزہ اور خاوند کا مزہ نہ چکے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ مروی ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لفظ عسلیہ کی تفسیر جو حدیث
شریف میں وارد ہے جموع کے ساتھ نہ کی ہے پس اگر نکاح

فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا
غیرہ المراد به المطلقة الثالثة
بالاجماع والنکاح المذکور فیہ محمول
على الوطی لانه حقيقة فیہ حلا
للکلام على الافادة دون الاعادة
لانه لو حمل على العقد وهو مستفاد
من اطلاق اسم الزوج على الثاني
يكون اعادة والاصل فی الاطلاق
هو الافادة كذا فی الهدایة ونظر
فیہ بعض بان النکاح المنسوب
ال المرأة لا یسکن ان یحمل على
الوطی لانها موطنه لا واطعة ویکمن
الجواب عنه بان الموطون قد جعلت
واطنة مجاز او هذا اقرب لانه
لو حمل على الوطی یكون فی الکلام
مجاز واحد واعمال اللفظ النکاح
والزوج على الحقيقة ولو حمل على
العقد لكان فیہ مجازان مجاز فی
لفظ النکاح ومجاز فی الزوج و
الاول اولی واما الحدیث المشہور
فما روی ابن عمر رضی اللہ عنہما ان النبی عم
قال اذا طلق الرجل امرأته ثلثا
فتزوجت بزواج اخر لم تحل للاول
حتى تذوق من عسلیته ویدق
من عسلیتها وعن عائشة ان النبی

فسر العسيلة بالجماع فان حصل
النكاح في الالة على العقد يجوز
زيادة الدخول على الكتاب بهذا
الحديث لانه مشهور۔

۴۰۰) و یحلیل و طع المراهق وهو من
قرب من البلوغ و تحرك الته
واشتهى و کن او طع الخصی لوجود
الوطی فی نکاح صحیح۔

۴۰۱) قید بالمراهق لانه عم
شرط اللذة من الطرفين۔

۴۰۲) و فی فتاویٰ الوبری الشیخ
الکبیر الذی لا یقدس علی الجماع
لو اوجز ذکره بمساعدة یدة لا یحلها
و المرأة المفضاة بعد الدخول انما
تحل للاول اذا حبلت لیعلم ان
الوقاع وجد فی قبلها۔

۴۰۳) لا و طع المولی ای لا یحل
وطع المولی امته لزوجها بعد
طلاقها ثنتین لان المولی لیس
بزوج و هو للشرط بالنص۔

۴۰۴) و فی فتاویٰ الامة المنکوحة
اذا حرمت حرمة غلیظة لا یحل علی الزوج
وطعها حتی تزوج من وجا غیره وان
اشترأها۔

۴۰۵) و اذا بشر طاه ای الزوج الثانی

آیت کے اندر عقد پر سے محمول کیا جائے تب ہی اس شخص
مشہور سے اصل کتاب پر دخول کی زیادت ہو سکتی ہے۔

۴۰۰) و یحلیل و طع المراهق وهو من
قرب من البلوغ و تحرك الته
واشتهى و کن او طع الخصی لوجود
الوطی فی نکاح صحیح۔

۴۰۱) قید بالمراهق لانه عم
شرط اللذة من الطرفين۔

۴۰۲) و فی فتاویٰ الوبری الشیخ
الکبیر الذی لا یقدس علی الجماع
لو اوجز ذکره بمساعدة یدة لا یحلها
و المرأة المفضاة بعد الدخول انما
تحل للاول اذا حبلت لیعلم ان
الوقاع وجد فی قبلها۔

۴۰۳) لا و طع المولی ای لا یحل
وطع المولی امته لزوجها بعد
طلاقها ثنتین لان المولی لیس
بزوج و هو للشرط بالنص۔

۴۰۴) و فی فتاویٰ الامة المنکوحة
اذا حرمت حرمة غلیظة لا یحل علی الزوج
وطعها حتی تزوج من وجا غیره وان
اشترأها۔

۴۰۵) و اذا بشر طاه ای الزوج الثانی

۴۰۵) و اذا بشر طاه ای الزوج الثانی

والمرأة الغلیل بالقول فالتکاح مکروه
وعمل عند ابی حنیفہ یعنی شرطان
جائز ان حتی اذا لم یطلقها بعد
ما جاء معها یخبر علیہ ولو لم یشترطا
بقول قصد احدث الاول اتفاقا
والصحيح قوله من الحقائق لقوله عم
لعن الله المحلل والمحلل له وهذا
یقتضی صحة التکاح والحل للاول
والکراهة قیل انما لعنه النبی عم
لانه فيه اعادة النفس فی الوطن
لغرض الغیر وهکذا الحمیة ولهذا
قال عم هو التیس المستعار
وانما کان مستعارا
اذ اسبق التماس من الزوج الاول
وهو حمل الحدیث واما طلب الحل
من طریقہ فلا یشترک العین
وکن الزوج الثانی لا یشترک العین
اذ کان قصده الاصلاح بل یكون
ما جوزه افیه۔

(۴۰۴) وفي النهاية لو خافت المرأة
ان لا یطلقها المحلل فتقول من وحک
نفسی علی ان امری بیدی اطلق
نفسی كلما ارید فیقول الرجل
قبلت جاز التکاح فصار الامر
بیدی ها کن اذ کمره الامام الترمذی

شرط کر لیا یعنی مسئلہ عورت نے کہا اس شرط پر
میں تجھے نکاح کرتی ہوں کہ پہلے خاوند کے لیے تو مجھ کو حلال
کر دے یا خاوند نے اسی کے مسئلہ کہا تو امام صاحب
رح کی نزدیک کلام کرو یہ بخیر ہے مگر پہلے خاوند پر اس نکاح سے
عورت حلال ہو جاتی ہے یعنی دونوں کے طرح شرط کر لیتا شک ہے
تک کہ اگر بعد از طبع زوج ثانی نے او کو طلاق دیا تو طلاق بخیر
مجدد کر لیا جائیگا اور اگر زبان سے نہیں شرط کیا تو بلا اتفاق پہلے
خاوند کے لئے حلال ہو جائیگا اور امام صاحب رح کا یہ قول بھی جو
مسلح الحقائق اس واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو حلال
کرے تو اولے اور اوپر جسکے لئے طلاق کرتا ہے وہاں کی لعنت ہو جیو اور ان
سے نہایت ہو جیو کہ نکاح صحیح ہو جاتا ہے اور پہلی خاوند کے لئے
حلال ہو جاتی ہو اور کمرہ اوپر کی وجہ سے ایک بعض نے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی لعنت کریم کی وجہ سے بیان کی ہے کہ اس میں دوسری کے
عزیز کے لئے اپنی آپ کو صحبت کیلئے عاریت پر دینا ہوا ہے اور
بڑے بی بی فرقی ہوتی ہے اور پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
ہر کمرہ ایک ٹکٹنی کا کلمہ ہے اور ستارہ او سے وقت ہو گا کہ پہلے سے
زوج اول نے اس سے گفتگو کر لی ہو اور یہ حدیث کا عمل ہے اور اولی
طرف سے طہیت کا پابنا ہے اس میں یہ جو مستحب ہے وہ طہیت ہے جو ثانی
کو حلال کر لینے کے صلہ میں ہو تو وہ لعنت لا حق نہیں ہو سکتا بلکہ یہ جو کلمہ
(۴۰۵) نہایت میں مذکور ہے اگر عورت کو اس بات کا خوف ہو کہ زوج
ثانی او کو طلاق نہ دیگا اور وہ کہدے کہ اس شرط پر میں تجھے نکاح
کرتی ہوں کہ مجھے اپنی جان کا اختیار دے دو میں تو جب ما جو ان
اپنی آپ کو طلاق دے تو ان اور وہ کہدے میں نے قبول کیا
تو نکاح جائز ہو جائیگا اور عورت کو اختیار دے دیا۔ امام ترمذی
نے ایسا ہی بیان کیا ہے۔

(۴۰۷)، وحکم ای ابو یوسف بفسادہ ای بفساد النکاح المشروط فیه التحلیل لان هذا فی معنى شرط التوقيت فيكون فی معنى المتعة فيبطل۔

(۴۰۸)، وحکم بالصحة ای محمد بصحة النکاح ونفی الحل لانه متعجل ما هو مؤخر شرعاً فینعاقب بجرمان مقصوده كالوارث القاتل مورثه۔

(۴۰۹)، ويهدم الثاني مادون الثلث یعنی اذا طلقها وهي حرة طلقة او طلقتين او طلقة واحدة وهي امة فتزوجت باخرواذا بانته منه وعاد الى الاول يهدم الزوج الثاني الطلقة والطلقتين ويعود اليه بثلاث طلاقات حتى لا يحرم عليه الا بثلاث طلاقات عندا يعنفه والى يوسف كما يهدمها اي كما ان المبانة بثلاث اذا تزوجت باخر يهدم الزوج الثاني بثلاث طلاقاتها واذا تزوجها الاول يسكنه ايبثلاث طلاقات اتفاقا

(۴۱۰)، وحکم بعودها بابقی من طلاقها ای قال محمد الحرة اذا كانت مطلقة باحدة تعود بعد

(۴۰۷)، امام ابو یوسف ہم کی نزدیک نکاح بشرط تحلیل فاسد ہے اسواسطے کہ یہ ایسا ہے جیساموقت کا شرط کرنا اور مستقہ کے حکم میں ہے لہذا باطل ہوگا

* * * * *

(۴۰۸)، امام محمد ہم کے نزدیک نکاح صحیح ہوگا اور اس سے عورت حلال نہوگی اسطے کہ جو چیز شرعاً مؤخر ہے اور مکروہ جلدی سے ثابت کرنا چاہتا ہے لہذا اسکی مشابہی ہے کہ اپنی مراد سے محروم رکھا جائے جس طرح کوئی وارث اپنی وراثت کو ورثہ لینے کے لئے قتل کرنا لمی تو محروم ہوگا۔

(۴۰۹)، امام ابو یوسف اور امام صاحب کے نزدیک اگر ایک شخص نے اپنی حرة پر بیوی کو دو طلاقیں یا ایک طلاق دی یا چھوکر بیوی کو ایک طلاق دی اور اس حرة اور باندی سے دوسرے خاوند سے نکاح کر لیا اور پھر دوسرے خاوند سے بھی وہ طلاق بائیں دینے یا اس کے مرضائے علیہ ہو گئی اور پھر پہلے خاوند سے نکاح کر لیا تو چھوکر بیوی جو اس پہلی خاوند سے ایک طلاق یا حرة کو دو طلاقیں یا ایک طلاق دی تھی اب وہ کالعدم ہو جائیگی اور پھر دوسرے خاوند سے نکاح کر لیا اور پھر دوسری بیوی کو دو طلاق کا او سکواستقرار ہو جائیگا اور اب تین طلاق کی حرة اور دو طلاق کے بعد چھوکر بیوی اس پر حرام ہوگی جس طرح بالاتفاق مطلقہ سے طلاق و دوسرے خاوند سے نکاح کر کے تو پہلے طلاق کا کالعدم ہو جائیگا۔ تین اور جب پہلا خاوند پر اس سے نکاح کر کے تو پھر دوسرے تین طلاق کا الگ ہو جاتا ہے۔

(۴۱۰)، امام محمد ہم فتاویٰ میں طلاقوں میں سے جبکہ ریاست رہی تھیں اب اگر پہلے خاوند نے اس سے نکاح کر لیا تو دوسری باقی رہیگی مثلاً اگر ایک طلاق دی تھی اور اس نے دوسرے خاوند سے

نکاح کیا اور یہ پہلے سے کیا تو یہ پہلا خاوند اس پر وطلاق قرون کا مالک ہوگا اور اگر دوسری تین تو اب بھی ایک مالک الیٰی ہوگا۔
اس واسطے کہ زوج ثانی سے نکاح کرنا حرمت کی غایت ہوا سلیے کہ اللہ پاک فرمایا ہے فان طلقا فلا تحل لہ من بعد حتیٰ یتکلم وجا غیرہ یعنی پس اگر خاوند اس کو طلاق دے تو وہ عورت فاذکر کے لیے حلال نہوگی جب تک کہ دوسرے خاوند سے نکاح کرے اور عورت ایک طلاق یا دو طلاقوں سے تینیں ثابت ہوئی جب ثابت ہی نہیں ہوئی تو زوج ثانی اس کو کیا رہے کہ نکاح لہذا زوج ثانی اس کی غایت نہوگا سلیے کہ قبل از زوجہ ورسہ اس کی غایت کا بیان ہوتا نا ممکن ہے پس زوج اول اس سے طلاق قرون کا مالک ہوگا پس قدر میں ہیں سے باقی ہیں جس طرح اگر دوسرے خاوند سے عورت نکاح کرے اور ایک طلاق یا دو طلاق کے بعد پہلے ہی سے نکاح کرے۔

۴۱۱، امام صاحب جواد دام ابو یوسف رحمہ کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس ارشاد میں زوج ثانی کو مکمل کیسے تقیہ فرمایا ہے اور مکمل وہ ہی جو حلیت کو ناجائز کرے پس جس طرح عین طلاق کے بعد عورت حلیت کو ناجائز کر دیتا ہے تین سے قبل بہر حلیت مجددہ کو ناجائز کر دیتا ہے۔

۴۱۲، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ایک یا دو طلاق کے بعد تو حلیت موبہ ہوئی ہے بہرہ و بار حلیت کیا غایت ہوگی تو اس کے جواب میں ہے کہ اگر مکمل میں اصل حلیت کی ثبات کی قابلیت نہیں ہے تو ثبات کی قابلیت تو اس میں ہے کہ وصف حلیت یعنی فی الحال تکمیل حلیت جو عین طلاق کے مالک جو سلا سے عبارت ہے اس کو ثابت کر دیا جائے کہ ایک یا دو طلاق میں دیدنے سے حلیت میں نقصان آگیا ہے اور جسے کاملہ صحت میں وارد ہے حقیقت میں غایت کے لحاظ

الثانی الی الاول بینہما ینزل وان کانت مطلقة بشتین تعود بواحدة لان الزوج الثاني غایة للحرمة الثابتة لقوله تعالى فان طلقا فلا تحل له من بعد حتیٰ یتکلم وجا غیرہ ولم یثبت ثالث للحرمة بالطلاق والطلقتین فکیف یرفعها الثاني فلا یكون الزوج الثاني غایة لها لان غایة الحرمة قبل وجودها حال ذمتها الاول بمابقی من الطلاقات كما لو تزوجها قبل الزوج الثاني۔

۴۱۵، ولہما ان النبی عم سمي الزوج الثاني محلا فی قوله عم لعن الله المحلل وهو من یثبت الحل فالزوج الثاني یكون مثبت الحل جدید قبل الثالث كما ینتبه بعد الثالث۔

۴۱۴، فان قيل الحل بعد الطلقة والطلقتین ثابت فکیف یشبث الثاني قلنا الحل ان لم یقبل اثبات اصل الحل فهو قابل لاثبات وصفه وهو التکمیل فی الحال لانه کان ناقصا بالطلقة والطلقتین وکلمة حتیٰ هنا لیست للغایة حقیقة لان المفتی متقرر فی نفسه عند

نہیں جو اسلئے کہ غایت کے ساتھ اسکا منتهی سے نفی نہ
نہایت ہوا کرتا ہے اور اسلئے کہ موت زوج ثانی کے ہلکے جانے
کے ساتھ نہیں قیام رہی بلکہ زوج ثانی کے ہوتی ہے وہ
سرتفع ہو جاتی ہو پس معلوم ہو کہ زوج ثانی رافع صحت پہلی واپس
مطلقہ کو زوج اول کے تعلیق وغیرہ کے اندر کہہ دیتا ہے پس اگر مطلقہ بدو ۴

۴۱۳، اگر نوازندہ سے تین طلاقیں دیں اور عورت نہایت
عصر کے بعد اسما کا حاکم کی کیا کرے یہ سہ عدالت زوج اول
اور تیز زوج ثانی سے گزر گئی اور اس مدت میں اتنی تجامیش
ہوئی اور اسلئے ان فصل مدت میں عقربہ آتا ہے اور زوج
اول کا گمان غالب بھی ہے کہ یہ سچ کہتی ہو تو اسکا نکاح اس
فائدہ سے صحیح ہے اسلئے کہ نکاح اگر معاملات کے تقیید سے ہو
تو معاملات کے اندر خبرنا حد مقبول ہوتی ہے جسے نکاحات
کے اندر اور تجارت میں اذن کے اندر اور اگر وہی امر ہے
کہ او سکی سبب سے طاعت ثابت ہوتی ہے
تو جب بھی او سکی خبر مقبول ہوگی جس طرح کسی
چیز کی پاک ہو نیکی خبر دی۔

✱ ✱ ✱ ✱ ✱

۴۱۴، اگر عورت سے اس اقرار کرنے کے بعد
زوج ثانی کے دخول کر لیا گیا اور اسکا انکار کیا تو اسکا نکاح معتبر
ہوگا اور اگر پہلے زوج اول کے لئے اپنی طلاق کا اقرار
کر دیا اور او سکی بعد زوج ثانی کی دخول کا انکار کیا تو یہی
دو صورتیں ہیں اگر وہ عورت پہلے طلاق کا اقرار کر دے تو اسکا
عقد افسیدہ کہتی ہے تب تو اسکا نکاح معتبر نہ ہو ورنہ معتبر ہوگا۔

فصل ایلا کے بیان میں

۴۱۵، اپنی بوی سے صحبت نہ کرنے پر قسم

الغایۃ والحرمۃ هنا لم یتقرر بالزوج
الثانی بل ارتفعت فعلہ انتہ سرفراہ
وجاعل للمطلقة ثلاثا کا نکاح مطلق
وصارت اجنبیۃ فجاز ان یجعل
المطلقة ثنتین کذلک۔

۴۱۳، واذ اطلقها ثلاثا فدعت
انقضاء العدة منه ای من الزوج
الاول ومن المحلل مع احتمال
العدة و سیاتی بیانہ فی فصل
العدة انشاء اللہ وغلبہ ظنہ ای
ظن الاول بعد قضاہا من نکاحها
لان النکاح ان کان من المعاملات
فخبر الواحد فیہا مقبول کما فی
الوکالات والاذن فی التجارات
وان کان امرا وینا لتعلق المحل
به فخذلہ مقبول ایضا کما لو اخبرت
بطلاسۃ شیء۔

۴۱۴، ولو انکرت دخول الثانی
بعد اقرارها به لا تصدق ولو
اقرت بغفلها له ثم انکرت دخول
الثانی انکانت عاملة تبشر بالطء المحل
للالول لم تصدق ولا فتصدق

فصل فی الایلاء

۴۱۵، و هو ان یمین علی ترک وطئ

علاقہ کر دینا یا اگر وہ جانتے ہوئے نکاح کرے۔

المنکوحۃ۔

کہا نہ کا عام ایلا ہے۔

۴۱۶، مریخا نقاد ایلا کے معنی خدائی قسم میں تجھے جہاں
نہ لے گا یا تجھے دخول نہ دے گا اور بعض کنایات بھی جیسے پاس
جانا یا وطن کرنا یا محبت کرنا یا زائلہ بھارت کرنا یا جنابت سے
اوسکی وجہ سے مثل کرنا مریخ کی تمام معنی اور اوٹکی سوا جو
کنایات ہیں جیسے پہنچنا یا آنا یا اوسکے پاس لٹنا یا اوسکے
اوپر لٹنا یا قریب ہونا یا ہاتھ لگانا یا اوسکے ساتھ ہم سفری
کرنا ان الفاظ کے کھ سے جب تک نیت ایلا کے ذکر سے
ایلا کرنا لا سہو کا معنی لگن الفاظ سے صحبت مراد لی
سے ثابت تو ایلا سہو کا ور نہ نہیں۔

۴۱۷، اگر ایک شخص سے اپنی بیوی سے کہا خدائی قسم
میں تیرے پاس نہ آؤں گا یا یہ کہا کر جاؤں گا تب تک تیرے پاس نہ
آؤں گا تو وہ شخص مٹوئی بیٹھا ادا کرنا یا اسیجا جانے کا قول تعالیٰ
للذین یولون من شائئتم فیہن اربعۃ اشھر الا یضف جو لوگ اپنی
بیویوں سے ایلا کرتے ہیں اوٹکے واسطے چار ماہ تک
رکنا ہے پس اگر اس چار ماہ کی مدت میں اوٹکے پاس
گیا تو قسم ٹوٹ گئی اور اوسکو اپنی قسم کا کفارہ دینا ایلا اور ایلا
جا کر اس واسطے کہ تو بدعت سے اپنا دم نذر جو گئی اور
اگر اس مدت میں اوٹکے قریب نہیں گیا تو اس مدت کے
گزر جانے سے اس واسطے کہ طلاق بالئن ہو گئی۔

۴۱۸، چار سے نزدیک ایلا کے بعد طلاق واقع ہوئے میں
تو اپنی حکم کی ضرورت نہیں ہے۔

۴۱۹، امام شافعی نے فرمایا کہ اگر ایلا کے گزرتے سے
خاندن سے خود بخود رجعت ہو گئی بلکہ حکم اوٹکے مجبور ہو گیا

۴۱۶، والفاظہ الصریحۃ واللہ لا
اجامعک ولا انکلتک و بعض لکنایا
منہا کالقربان والوطی والمباضعة
والافتضاخ فی البکر والاعتسال
منہا جری مجری الصریحۃ وغیر
ہذہ المذکورات کالاصابة
والاکیان والمضاجعة والغشیان
والدنو والمس وعدم البیتوتۃ
معہا فی فراش لا یكون الزوج بہا
مولیا الا بالنیۃ۔

۴۱۷، اذا قال واللہ لا اقربک ولا
اقربک اربعۃ اشھر کان مولیا
لقولہ تعالیٰ للذین یولون من شائئتم
تربص اربعۃ اشھر الا یہ فان قریباً
فیہا ای فی المدۃ المذکورۃ حنف
وکفر لیمینہ وسقط الایلاء لان
الیمین ارتفعت بالحنث والا
ای ان لم یقر بہا یا نیت بتطلیقۃ
عند مضي المدۃ وہی اربعۃ
اشھر۔

۴۱۸، ولا یؤفقه ای الطلاق فی
الایلاء علی تقریر الحاکم۔

۴۱۹، وقال الشافعی لا تبین معنی
المدۃ فیامدۃ الحاکم بتسریحہا

خافد کو حکم دیا اگرچہ وہ تعزیری سے انکار کرے مثل عنین کے
اسوا سبط کے اللہ تبارک وتعالیٰ ایلا کر نیوالوں کے حق میں
فرماتا ہے خان عزمو الطلاق الایہ یعنی پس اگر وہ طلاق کا ارادہ
کر میں۔ اور اگرچہ وہ مدت ایلا کی گزرے سے طلاق مانع
ہو جائیگا مگر تو اسکی قصد کر تیلی کیا ہے ہوئے۔

(۴۲۰) جاری دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے ایلا کر نیوالے کے لئے طلاق کا ارادہ کرنا یہی ہے کہ چار
مہینے گزر جائیں اور زوج کی طرف اسلئے نسبت کر دی ہو
کہ وہ اسکا سبب ہی پس نفاذ قاضی کے حاجت عنین ہو
اور خان عزمو الطلاق کے معنی ہیں کہ پس اگر وہ ایلا کر
طلاق ہو جاتا چار مہینے تو قاضی تعالیٰ اس کے ارادہ کو مستغنی والا اور
جانتے والا ہے۔ اور ہمارا مذہب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور
اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ عنین پر قیاس نہ کیا
جائے گا اسوا سبط کے عنین کی طرف سے کچھ ظلم نہیں پایا گیا اور ایک
قسم کی تخفیف اسکی مناسب ہو اور ایلا کر نیوالا تو ظالم ہے
کہ عورت کا حق جناح اوستہ رو کر لیا پس اسکی سزا یہی ہو کہ طلاق مانع ہو

(۴۲۱) اگر کو جامع معتبر قاضی خان میں نہ ہو کہ جو کہ بیک
مرتبہ خاوند نہ ہو جو سے صحبت کر لی ہو مگر کو یہ مستحق
نہیں ہے کہ حکم قاضی اوس سے صحبت کا معاملہ کرے پس ایلا
کر نیوالا ایسی چیز کہ روکنے سے ہو اسکی ذمہ لازم نہیں ہو کہ دیگر
ظالم ٹہرا جائے گا تو اسکا یہ جواب ہے کہ اگرچہ دوسرے
حق صحبت کے حکم قاضی ثابت نہیں ہو سکتا مگر
فیما بینہ و بینہ اللہ اوسپر صحبت کا حق ہے۔

* * * * *

(۴۲۲) اگر خاوند نے ایلا کو مدت پینے چار ماہ کے ساتھ

وان ابی تفریقہا کافی العنین لان
اللہ تعالیٰ قال فی حق المولین فان
عزمو الطلاق الایہ ولو کان
واقعا بمضی المدة لم یصور العزم
علیہ۔

(۴۲۰) ولنا ما روى انه عم قال
عزم الطلاق للمولى مضى اربعة
اشهر وانما اضيف الى الزوج لكونه
سببا فلا يحتاج الى قضاء القاضي
ومعنى الآية ان عزمو ان يصير
الايلاء طلاقا فان الله تعالى سمع
عليه بالعزيمة ومذهبا مروى
عن عثمان وعلى والعين ليس بظالم
فناسب التخفيف والمولى ظالم بمنع
حقها في الجماء فيعاضى بوقوع
الطلاق۔

(۴۲۱) فان قلت ذكر في الجماع
الصغير لقاضی خان ليس للزوجة
ان يطالب الوطع من الزوج حكما
بعد وطئه اياها مارة فكيف
يكون المولى ظالما بمنع ما ليس
بمستحق عليه قلت ان لم يكن مستحقا
عليه حكما فالوطع مستحق عليه
ديانة۔

(۴۲۲) فان قيد بمينه بالمدة ای

حلف علی اربعة اشهر سقطت
یمینہ بمضی وقتها وان ابدای
ان لم یقید حلفہ بمدۃ کقولہ
واللہ لا اقربک فیانت امرأتہ
بمضی المدۃ فتزوجها عاد الا یلاء
بتزوجها لان الیمین المطلقة لا یغل
الا بالحنث ولم یوجد فبقیت کما
کانت۔

۴۲۳، قید بقولہ بتزوجها احترازا
عماد کرفی التحفة والبدائع والمحیط
من انها بعد بینوتها بمضی المدۃ
اذا مضت علیها اربعة اشهر اخری
وهی فی العدة وقعت بلا تزوج
کما لو ابانها بتنجیز الطلاق ثم مضت
مدۃ الا یلاء وهی فی العدة
یقع اخری۔

۴۲۴، والاصح ما ذکر فی المتن
لان وقوع الطلاق جزاء الظلم
ولیس للمبانی حق فی الجماع
فلا یشترط ما یجوز لان الا یلاء بمنزلة
التعلیق بمضی المدۃ والمعلوق لا
یجوز بتنجیز ما دون الثلث۔

۴۲۵، فان قریبها فغلیہ الکفارة
والای ای ان لم یقر بها بان باخری

مقید کیا ہو یعنی چار مہینہ تک ترک صحبت پر قسم کیا ہے
تو چار ماہ کے گزر جیسے یہ حلف ساقیہ ہو جائیگا اور اگر مطلقاً کر
صحبت پر قسم کیا ہے اور مدت کے ساتھ مقید نہیں کیا اور
یہ کہ اگر نہ کسی قسم میں تیسرے پاس نہ کوئی تومت طلاق یعنی چار
مہینہ کی گزر جیسے عورت پر طلاق بائن ہو جائیگا اگر اس سے
اس مدت میں صحبت نہیں کی پس اگر اس سے پہلے نکاح کیا ہے
ہو یا اگر بدستور قائم رہیگا اس واسطے کہ اس حلف فقہ حنفیہ میں
اور صحیحین کے واسطے کہ اس کا حکم باطل نہ ہوگا اور یہاں حث

۴۲۴، ایلا کی بدستور قائم رہے مگر نکاح کی قید اس واسطے
کہ بائن ہو جائے اور اس قول میں جو تھوڑا اور علیج اور حنفیہ میں مذکور ہے
ہو جائے کہ مدت ایلا کی گزرنے اور عورت کے بے سمن
ہو جانے کے بعد یہ چار مہینے اور گزر جائیں گے اور وہ حالت
مدت میں ہوگی تو بائن نکاح کی ایک طلاق اور واقع ہو جائیگا جس طرح
ایلا کر سیکے بعد اگر نے الفور ایک طلاق بائن ویدی اور پہلے
اوس طلاق کی حالت عدت میں مدت ایلا رہی گزر گئی تو
دوسری طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

۴۲۴، اصح قول یہی ہے جو حسن بن مکرور جو اس واسطے کہ
واقع طلاق حقیقت میں ظلم کرے مگر اسے اور جب وہ بائن ہو گئی
اور کچھ نکاح نہ ہو تو صحبت میں اس کا کچھ حق ہی نہ ملے لہذا وہ
ظلم نہ ہو جائیگا بخلاف صورت تعیین طلاق کے کہ طلاق دیکر لو سکو
بائن کر دے اس واسطے کہ ایلا ایسا ہے کہ جب چار مہینے گزر نہ
سے طلاق کو معلق کرنا اور طلاق معلق ایک بائن ویدی میں
الفور دینے سے باطل نہیں ہوا کرتی۔

۴۲۵، دوسرا حکم کرے کہ بعد صورت مذکورہ میں اگر چار
ماہ کی مدت کے بعد اس سے صحبت کر لی تب تو کفارہ لازم ہو جائیگا

ہو جائیگا نہیں ان کے بعد بدستور نکاح ہو جائیگا۔

ور نہ ایک طلاق یا ترائی ہوگی اور بارہ پڑ جائیگی اس واسطے کہ نکاح
کے نیسے عورت کو حق محبت ثابت ہو گیا اور خداوند کی طرف سے ظلم پایا
گیا اور اسکی سزا میں ت مقرر ہو گئی کہ اگر نکاح کے بعد طلاق واقع ہوگی۔
۴۲۶) جائنا چاہئے کہ اس ایلا کے مدت و قمت نکاح سے
معتبر ہے اگر انقضاء سے مدت کے بعد نکاح
کیا ہے اور اگر حالت عدت ہی میں نکاح
کر دیا ہے تو طلاق اول سے معتبر ہے۔
کذا فی الظاہ۔

۴۲۷) التبریر سے مرتبہ ہر اوس سے نکاح کیا تو
مرتبہ پر اطلاق بدستور قائم ہو جائیگا اور چارہا کی مدت میں
اگر اوس سے محبت کی تہ تو کفارہ لازم نہ ہوگا ورنہ فقط
مدت ایلا کے بعد و تیسری طرف واقع ہو جائیگی و تہیم نہ ہوگی
۴۲۸) اگر ایلا کے بعد عورت نے دوسرے خاوند سے نکاح کیا
اور پہلے اوس سے طہرہ ہو گئی اور پہلی خاوند سے پہلے نکاح کیا اور
اوس نے محبت کی تو کفارہ دینا اور ایلا اس واسطے کہ قسم مرتبہ
باقی ہے مگر اسکا اثر تھیل ہو اس واسطے کہ اگر تلف کا نہ طلاق
لگا کر نہیں کیا ہو تب تو حلف باقی رہیگا اور اگر طلاق کے ساتھ
حلف کیا ہو اور کما ہی کہ عید عرس آن تو نہ تین ملاق میں طلاق
باقی نہ ہوگی اس واسطے کہ انھوں نے طلاق کے واقع ہونے کی تعلیق طلاق مطلق ہو گیا
۴۲۹) ہمارے نزدیک دوسرے خاوند سے نکاح
کرنے کے بعد اگر پہلے سے نکاح کیا تو ایلا کا حکم کرتے نہ ہوگا
یعنی طلاق نہ واقع ہوگی۔

۴۳۰) الم زفر فرماتے ہیں ایلا کا حکم بدستور قائم
ہو جائیگا اس واسطے کہ قسم باقی جو اور اسکا حق کے سن کر ہو گیا وجہ
سے خلاف ظلم ہو گا اور اسکا حکم یعنی طلاق ناجز ہو گا۔

لأنه بالتزوج ثبت حقه في الجلاء
فيحقق الظلم فعوتب بوقوع الطلاق
بمضي المدة المعهودة۔

۴۲۶) اعلم ان مدة هذا الإيلاء
معتبرة من وقت التزوج ان كان
تزوجها بعد العدة ومعتبرة
من الطلاق الاول ان تزوجها
في العدة كذا في الغاية۔

۴۲۷) وان تزوجها مرة ثالثة
عاد الإيلاء ثالثا فان تزوجها
وان لم يقر بها تبين بمضي المدة
لما قلنا۔

۴۲۸) فان عادت الى من زوجها الاول
بعد من وج آخر فوطئها كفر لبقاء
اليمين فيه تفصيل ان كان الحلف
بغير طلاقها يبقى وان كان بطلاقها
بان قال ان قريبتك فانت طالق
ثلاثا لا يبقى لان التبعيض يبطل التعليق
كذا قاله صدر الشريعة۔

۴۲۹) وابطلنا الإيلاء يعني اذا
تزوجها بعد من وج آخر لم يقع بذلك
الإيلاء طلاق۔

۴۳۰) وقال من فرغ من الإيلاء
لان اليمين باقية فيصير ظالما
بمنه حقه ان ثبت حكمه۔

مصدقہ شریعہ ہے جس طرح کہ لکھا ہے۔

(۴۳۱) ہمارے نزدیک اس ایلا کی اصل حتی یہ ہوتی ہے
کہ اگرچہ باؤنڈر جائیں اور میں تیرے پاس نہ آؤں تو مجھے تجھے
کچھ عداوت نہیں پس اب حق طلاق میں وہ قسم باقی نہ رہی کہ اس واسطے
کہ تعلیق و نہیں طلاقوں کے اعتبار سے صحیح ہو سکتی ہے جو بقدر کہ
زوج کی ملکیت میں ہیں اور وہ علما میں پوری ہو چکی ہیں میں میں
کفارہ کی حق میں قسم کا حکم باقی رہ گیا اس واسطے کہ کفارہ ملک کے
اد پر موقوف نہیں ہے جس کا اگر بعد یہ عورت سے کہ خدا کی قسم میں
تیرے پاس نہ آؤں گا اور ہر اوس سے
نکاح کر لیا تو ایلا کا حکم نہ ثابت ہو جائیگا مگر حبس
سے محبت کر لیا تو کفارہ واجب ہوگا۔

(۴۳۲) اگر فی خدا کے نام سے حلف کرے مثلاً اپنی بیوی
سے کہے خدا کی قسم چار ماہ تک میں تیرے پاس نہ آؤں گا
تو نام صاحب رہ کے نزدیک حق طلاق میں اس کا ایلا کا حکم
ہوگا اور کفارہ کے اندر ایلا کا حکم ہوگا لہذا اگر چار ماہ
تک اوس سے محبت نہ کی تو طلاق حاق ہو جائیگی
اور اگر محبت کرے تو کفارہ واجب نہ ہوگا اور
صاحبین کی نزدیک یہ ایلا نہ ہوگا۔

(۴۳۳) خدا تعالیٰ کے نام کے قید اسلئے لگائی ہو چکی
طلاق یا عتاق کے ساتھ اوس نے حلف کیا اور مثلاً اپنی بیوی
سے کہہ اگر میں تیرے پاس نہ آؤں تو تیرے سو گن پر
طلاق ہے تو بلا اتفاق صحیح ہے اور اگر روزہ یا صدقہ کے ساتھ
اوس نے حلف کیا تو بلا اتفاق ایلا نہ ہوگا اس واسطے کہ غفلت کی نزدیک
اور سکا روزہ اور صدقہ غیر مقبول ہے۔

(۴۳۴) صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ معنی تو وہ ہوتا ہے کہ اپنی
بیوی سے محبت نہیں کر سکتا جب تک اس کی اوپر کچھ لازم

(۴۳۱) ولنا ان تعدیر هذا الايلاء
كلما مضت اربعة اشهر ولم اقربك
فيها فانت بائن فلم يبق اليمين
في حق الطلاق لان صفة التعليق
باعتبار الطلقات المملوكة له
وهي قد استوفيت وبقيت اليمين
في حق الكفارة لانها غير موقوفة
على الملاك حتى لو قال لاجنبية
والله لا اقربك فتزوجها لا يكون
ايلاء ولو قربها تجب الكفارة۔

(۴۳۲) وايلاء الذمي بالله كان
قال لامرأته والله لا اقربك اربعة
اشهر منعقد عند ابي حنيفة في
حق الطلاق دون الكفارة حتى لو
تركها اربعة اشهر بانت بالايلاء
ولو قربها لم يلزمه الكفارة فكال
لا يكون ايلاء۔

(۴۳۳) قيد بقوله بالله لانه لو الى
بالطلاق كان قال ان قربتك
فضررتك طالق او العتاق يصح
اتفاقا وان الى بصوم او صدقة
لا يكون ايلاء اتفاقا لانه ليس
من اهل القرب۔

(۴۳۴) لهما ان المعنى من لا يمكن
قربان امرأته الا بشئ يلزمه

د آجائے اور زنی اوس سے صحبت کر سکتا ہے اور بچہ گناہ لازم نہیں ہوتا لہذا وہ مٹلی ہوگا۔

۴۳۵، امام صاحب روکی دلیل یہ کہ ایلا کے اندر ربات معتبر ہے کہ صحبت کر نیے قسم کا ٹوٹنا لازم آجائے اور کفارہ کے لازم ہو نیکا اعتبار نہیں ہے اور زنی قسم کھانی کی قابلیت رکھتا ہے و لہذا ماوسی کے اندر اوس سے عطف لیا جاتا ہے اور جب اوس کی قسم صحیح ہو گئی تو صحبت کر نیے قسم کا ٹوٹنا لازم ہو گیا مگر کفارہ اوس پر لازم ہو گا اس واسطے کہ کفارہ یا تو قسم توڑ نیکی گناہ کے دور کر نیے لئے ہے یا گناہ کو ڈھکینے کے لئے اور زنی جب تک کفر کے اندر ہے اس قابل نہیں ہے۔

۴۳۶، اگر ایک شخص نے حلف کیا کہ اگر میں تجھے صحبت کروں تو میری فحاشی ہوگی بر طلاق ہی یا میرا فحاشی غلام آزاد ہے یا حج یا صدقہ یا روزہ پر حلف کیا تو وہ ایلا کر نیو لا ہو گا اس واسطے کہ یہ سب باتیں صحبت سے مانع ہو گئی اور ایسا ہی ہو گا کہ جیسے خدا کے ساتھ قسم کھائی مطلق روزہ کو اس واسطے ذکر کیا ہے کہ اگر کرے گا کہ اگر میں تجھے صحبت کروں تو میرے اوپر اس مہینہ کے روزے لازم ہوں تو وہ ایلا کر نیو لا ہو گا اس واسطے کہ مسند کے گزرنے سے قسم ساقط ہو جائیگی اور اور اوس مہینہ کے گزرنے کے بعد صحبت کر نیے کو پر اور کے ذمہ نہ لازم آئیگا۔

✱ ✱ ✱ ✱ ✱
✱ ✱ ✱ ✱ ✱

۴۳۷، اگر کما میں تیرے پاس آؤں تو میرے اوپر اس قدر نماز لازم ہو جائے کہ تمام الیوسف کی نزدیک

والذی ممکن قربانها من غیر لزوم کفاسرۃ فلا ینکون مولیا۔

۴۳۵، ولہ ان المعتبر فی الایلاۃ لزوم الحنث علی تقدیر قربانها لا لزوم الکفاسرۃ والذی اہل الیمین ولہذا استعطف فی الدعوی واذا حکم یمینہ ینزہ الحنث الا ان الکفاسرۃ لا ینزہ لانہا سارۃ اوساۃ لذنب الحنث والذی لیس باہل لذلك مادام علی کفر۔

۴۳۶، ولو حلف بطلاق او عتاق او حج او صدقۃ او صوم کان قال ان قربتک فزوجتی فلانۃ طالق او عبدی فلان حر او علی حج او صدقۃ او صوم کان مولیا لان ہذا الاجزیۃ مانعۃ من الوطی فصارت فی معنی الیمین باللہ ذکر الصوم مطلقا لانہ لو قید بان قال علی صوم ہذا الشہر لم ینک مولیا لان الیمین یسقط بمحضی الشہر ویسکنہ القربان من غیر لزوم شیء۔

۴۳۷، او بصلوۃ ای لو قال ان قربتک فعلى صلوۃ لم یجعلہ ای

یہ ایلاء نہیں ہے اس واسطے کہ ایسی قسم کوئی نہیں
کہا کرتا ہے اور یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہہ کر سچاں
آؤں تو مجھ جنازے کی نماز پڑھتی ہو۔

(۴۳۸) امام محمد رحمہ فرماتے ہیں: یہ ایلاء ہو جائیگا کیونکہ اس
طرح رفرہ اور صدقہ مذکور کرے جسے لازم نہیں جاتا ہے
اس طرح نماز بھی لازم ہو جائیگا کرتی ہے۔

(۴۳۹) اگر کما میں تیرے پاس آؤں تو ہر وہ غلام جس
کا میں اب مالک ہو گا آزاد ہو جائیگا کی قسم میں تیرے
پاس نہ ڈرؤں غلامتیک اس غلام کو آزاد نہ کروں اس عورت
کو طلاق نہ دیدوں تو امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک یہ
ایلاء نہیں ہے امام صاحب رحمہ اور امام محمد صاحب رحمہ
کے نزدیک دونوں صورتوں میں ایلاء ہے۔

(۴۴۰) غلام کے مالک ہونے کی قید اس واسطے لگائی ہو
کہ اگر یوں کہا کہ جس غلام کو میں اس خبر پر مرن وہ آزاد
ہو تو بالاتفاق ایلاء نہ ہو گا۔ سنی الحقائق۔

(۴۴۱) امام ابو یوسف رحمہ کی دلیل یہ ہے کہ اسکو دونوں
صورتوں میں صحبت کر نیکی گنجائش ہے پہلی صورت میں
تو اس واسطے کہ کسی غلام کا وہ مالک ہی نہ ہو اور دوسرے
میں اس واسطے کہ غلام کو آزاد کرے یا اس دوسرے ہو جائے کہ
طلاق دے اور اس سے صحبت کرے اور قسم کا ٹوٹنا
نہیں لازم ہے اور ایسا ہو جسے کسی میں تیرے پاس آؤں یا جس کا غلام
(۴۴۲) ان دونوں کی دلیل صورت اولی میں ایلاء ہونے کی
یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ غلام کا اختیار کسی غلام کا مالک ہو
شاید اسکا مورث معیضے اور غلام ہو جائے اور اس کے
ساتھ صحبت کرے جسے اس غلام کا آزاد ہونا لازم ہو گا اس

ابو یوسف مولیٰ لانہا مما لا یحلف
بہا عادة فصار کما لو قال فعلى صلوة
الجنازة۔

(۴۳۸) وخالفه ای قال محمد یصیر
مولیٰ لان الصلوة مما یلزم بالندۃ
کالصوم والصدقة۔

(۴۳۹) اوان قریبک فعلی عبدی
سامکله حرا و الله لا اقربک حتی
اعتق هذا ای هذا العبد او اطلق
هذه ای هذه المرأة لم یجعله
ای ابو یوسف مولیٰ و قال لا یكون
مولیٰ فی المسکتین۔

(۴۴۰) قید بقوله سامکله لانہ
لو قال ما اشتريه لا یصیر مولیٰ
اتفاقا من الحقائق۔

(۴۴۱) له ان قربانها ممکن فی
المسئلة الاولى بان لا یملک عبدا
وفی الثانیة بان یعتق عبده او
یطلق امرأته فیکربها من غیر
حنث یلزمه فصار کما اذا قال
لا اقربک حتی یموت فلان

(۴۴۲) ولھما فی المسئلة الاولى ان
المولی یحتمل ان یملک عبد ابلا
اختیارہ بان مات مورثہ فترك
عبد افیلزم من قربانها عتقه فیکون

مولیا فی الثانية ان قربا قبل
الغایة لزمه الکفارة وان اعتق
عبدا لاجل قربانها اذا لم یکنه
بدونه صار کانه لزم بقربانها
ضرر وهو الغایة وهو مضاف
الی الیمین فیکون مولیا بخلاف
قوله حق یموت فلان لانه علی
تقدیر وجود الغایة لا یلزمه
ضرر۔

۴۴۴۴ ولومات ذلک العبد سقط
الا یلاء اتفاقا ولو باعه ثم اشتراه
عاد الا یلاء من وقت الشراء ان
لم یکن جامعا بعد البیع قبل
الشراء۔

۴۴۴۴ او حق اصوم ای لو قال
لا اقربک حتی اصوم شعبان وهو
ای و الحال ان حلفه کان فی مرجب
فهو غیر مول عند الی حنیفة لان
الغایة صوم کل شعبان فاذا اترك
صوم کلہ او یوم منه فات الغایة
وفواتها قبل مضی المدة یرفع
الیمین فلا یكون ایلاء لا مکات
قربانها فی المدة بلا لزوم شیء
ولو قربها قبل الغایة یحنت یمالہ
ای قال ابو یوسف یكون مولیا

صحبت نہ کر سکیگا اور ایلاء ہو جائیگا اور دوسرے صورتیں یہ
وجہ ہو کر قبل آد کو کرے یا علاقہ دینے کے اس سے صحبت کی
نتیجہ نہ ہوگا اور اگر صحبت کی ایک عرصہ سے غلام کو
مثلاً آزاد کر دیا کر اس کے آزاد کئے بغیر صحبت نہ کر سکتا تھا تو
ایسا ہی ہوا کہ گویا اس سے صحبت کہنے میں دیکھو نقصان
لازم ہو گیا اور نقصان ہی اس کی نجات ہے اور قسم کی
طرت وہ منسوب ہے اندر ایلاء ہو گا بخلاف اس
صورت کی کہ کبھی جب تک غلام شخص مرے میں تیرے پاس نہ
آؤں گا اس واسطے کہ اس کے مرے سے اس کا نقصان ہے۔

۴۴۴۴ جس غلام کی آزاد کر دیا کہ شریک کیا تاکہ وہ مر گیا تو
بالاتفاق ایلاء جاری ہو گیا اور اگر اس کو فروخت کر دیا اور
پھر اس کو خرید لیا تو خریدنے کے وقت سے
ایلاء کا حکم قائم ہو گا اگر خریدنے سے پہلے اور فروخت
کرنے سے بعد کہ اس سے صحبت نہیں کی ہے۔

۴۴۴۴ اگر جب کہ مسند بنی ایک شخص نے کہا میں تیرے
پاس نہ آؤں گا جب تک شعبان کے روزے نہ رکھوں تو امام
صاحب رحم کی نزدیک ملایا انہیں ہے اس واسطے کہ او کا نیت
پورے شعبان کے روزے رکھنے ہیں پس اگر صوم روزے
ترک کر دے یا وہ نہیں ہے ایسی ہی ترک کر دیا تو نیت جاری ہی
اور قبل انقضائے حدت کی اس کا جائز ہونا قسم کو رفع کر دیتا ہے
پس وہ ایلاء ہو گا اس واسطے کہ چار ماہ کی مدت کے اندر بلا لزوم
کسی چیز کے اس سے صحبت کرنا ممکن ہے اور اگر نیت نہ کرے
سے پہلے صحبت کی تو کفارہ لازم ہو گا امام ابو یوسف رحم
فرماتی ہیں اگر اس نے شعبان کے روزے نہ رکھے تو ایلاء
کا مکات ثابت ہو جائیگا اس واسطے کہ شعبان سے قبل تو یہ حال تھا

کہ روزے رکھنے اور اپنی قسم کو پورا کر دے اور غایت
محقق ہو جائے اور جب روزے نہ رکھے اور شعبان
ہر چکا تو اس کی قسم ہمیشہ کے لئے ہوگی اس واسطے کہ امام
ابو یوسف کی اصول کے موافق اگرچہ ناممکن چیز ہو جب قسم کا
انقضاء ہو جاتا ہو جس طرح کوئی شخص پیالہ کا پانی پینے پر
ایک وقت میں تک حلف کرے اور پھر اس کا پانی گرجائے
تو امام ابو یوسف رحمہ کا اوس میں بھی یہی غرض ہے
ہے۔

۴۴۵) امام محمد رحمہ کے نزدیک اوس وقت ایلا ہو جائیگا
اور چار مہینہ کے اندر دائر اگر شعبان یا اوس کی عوض کسی اور
مہینہ کے روزے رکھنے تک تو ایلا راستا ہو جائیگا اور
اگر شعبان کے یا اوس کے بدلہ دوسرے مہینہ کے روزے
نہیں رکھے تو ایلا درست قرار دینا اس واسطے کہ شعبان
کے روزوں کا بدل ہو سکتا ہو یعنی دوسرے مہینہ میں
اوس کی قضاء کر لیا اور بدلہ دے سکے قائم مقام ہو جائیگا جس میں تک
ایک مہینہ کے روزے نہ دیکھا اوس سے صحبت نہ کر لیا
لہذا وہ شخص ممنوع ہو گا جس طرح بلا تخصیص
ایک ماہ کے روزے کی شریعتاً کر نیسے
مؤثری ہوتا ہے۔

✦ ✦ ✦ ✦ ✦ ✦
✦ ✦ ✦ ✦ ✦ ✦

۴۴۶) اگر ایک شخص نے کما حقہ کی قسم پڑائی کہ ایک روز
کی سال بہر تک میں تیرے پاس نہ آؤں گا تو ہمارے نزدیک
یہ اوس وقت میں ایلا ہو گا کہ اوس سال کے اندر نہ صحبت نہ کرے
بعد اوس سال کے چار مہینہ اور باقی ہونے آسکے کہ جس

ان فاتہ صوم ای صوم شعبان لانہ
قبل فوتہ کان یحتمل ان یصومہ ویوجد
الغایۃ ویكون باثرا فی مینہ فاذا فات
الغایۃ صار مینہ مؤبدۃ لان من اصلہ
ان الیمین ینعقد وان لم یتصور
المحلف علیہ کما ذہب الیہ اذا
حلف علی ان یشرب ماء الکون
موقتاً فصب ماءً۔

۴۴۵) وجعلہ ای محمد ذلک
الحال فمولى فی الحال واسقط
بصومہ ای محمد الا یلا بصوم
شعبان او صوم بدلہ ای بان
بصوم شهر اخر بدلہ عنه قبل
انقضاء المدة ای مدة الا یلا
وان فات عنه صومہ او صوم بدلہ
بقی مولى لان صوم شعبان لہ
بدل وهو القضاء والبدل یقوم
مقامہ فلم یمکنہ قربانہا الا بالتقاض
الی صوم شهر فکان مولى بمیزلة
ما ذکر مکان شعبان شهر
مطلقاً۔

۴۴۶) اوستہ ای لو قال واللہ لا
اقربک ستۃ الا یوما جعلناہ مویا
ان وجد المدة ای اربعة اشهر
بعد قربانہا لانہ استوفی الیوم

ایک روز نکاح اوسنے استننا کیا تھا اوس میں تو وہ صحبت کر رہی
 چکا اور باقی سال میں اوسکی قسم بلا کسی قید کے پائی گئی اور
 اگر چہ رامہ سے کہ باقی رہ گئی تھی اوسو تعین اوس سے صحبت
 کی تو ایسا نہ ہو گا اور ایسا ہو گا جس طرح یہ کہی کہ بعد ایک مرتبہ
 کے سال بہت تک میں تیرے پاس نہ آؤں گا۔ امام زفر
 فرماتے ہیں اس بات کی کتنی ہی ایلا ہو جائیگا اس واسطے کہ ایک
 روز کی استننا کر نیسے تیرا روز مراد ہو گا جیسے کوئی کہی
 میں نے اپنا یہ مکان چھو سال بہر کے واسطے لیا یہ پوچھو ایک
 روز کے باطلہ کی اندھی کہ ایک سال بہت تیرے پاس نہ آؤں گا بلکہ
 ۴۴۶، چار ہی یہ دلیل جو کہ اوسنے بلا تعین ایک دن کا استننا
 کیا ہے پس وہ دن معین کیونکر ہو سکتا ہو لہذا جس ایک دن وہ
 چاہیگا اوس سے صحبت کر سکیگا اور اس پر کچھ نہ لازم ہو گا
 پس یہ ایلا نہ ہو اور اجارہ کے اندر اوس ایک دن سے اخیر
 دن عقد اجارہ کی معین کر نیکی عوض سے مراد لیا کر نیسے اور
 قسم کے اندر اس تعین کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ قسم
 بلا تعین بھی درست ہو جاتی ہے اور اگر ایک دن کہ سال بہر
 کہا ہو تو وہ ان فیرون عرف کے اعتبار سے مراد ہو گا۔

* * * *

۴۴۸، اگر کہا میں تیرے پاس آؤں تو میرے اوپر تو حرام ہو
 اور اوسکی عرض سے کہنے سے قسم ہے تو امام صاحب کے نزدیک
 فی الحال یہ ایلا ہو جائیگا اور صاحبین رحمہماتے ہیں جب
 اوس سے ایک مرتبہ صحبت کرے گا اسوقت یہ ایلا ہو گا
 اسواسطے کہ اوس نے صحبت کرنے کے ساتھ قسم کو مستحق کیا
 ہو پس اس سے پہلے ایلا نہیں ہو سکتا جیسے کوئی کہ اگر میں تجھے
 صحبت کروں تو خدا کی قسم تجھے کہی صحبت نہ کروں۔

الذی استثناه و بقى يمينه في بقية
 السنة مطلقة وان بقى اقل منها
 لم يكن مولى افسار كما لو قال لا
 اقربك سنة الامرة لاني الحال
 اى قال ان تزنيكون مولى في الحال
 لان الاستثناء مصروف الى اليوم
 الاخر من السنة كما لو اخرجت
 هذه الدار سنة الا يوما وقال
 في الايلاء سنة الا نقصان يوم
 ۴۴۶، ولنا ان المستثنى يوم منكر
 ولا وجه الى تعينه فيمكنه قربانها
 في اى يوم يريد بلا لزوم شئ فلا
 يكون مولى وانما صرف في الاجارة
 الى اخر السنة تعصيا للعقد فلا حجة
 اليه في اليمين لانها منعقدة مع
 الجهالة وفي قوله الا نقصان يوم
 بصرف النقصان الى اخر السنة
 عملا بالعرف۔

۴۴۸، وان قربك فانت على
 حرام اى والحال انه ينوى اليمين
 فهو ايلاء في الحال عند ابى حنيفة
 وقال اذا قربها مرة يصير مولى
 لانه علق اليمين بقربانها ولا يصير
 مولى قبله كما لو قال ان تزنيكون
 فوالله لا اقربك۔

۴۴۹، ولہ ان قربانہا لا یسکنہ
الا بالتزام الیمین لان تحريم الحلال
یمین فصار کانه قال ان قربانک
فعلى یمین فیکون مولیا فی الحال
لان نفس الیمین لا یکون علیہ
بل موجبہا ولیس ہذا الکلام کما
استشهد ابہ ان مرادہ فیہ منع
نفسہ عن القربان الثانی وفي
مسئلتنا مرادہ منع نفسہ عن القربان
الاول۔

۴۵۰، قید بقولہ ینوی الیمین کانه
لونی الطلاق یکون مولیا فی الحال
اتفاقا لانه لا یملک قربانہا فی المدۃ
الابطال یلزمہ من الحقائق

۴۵۱، ولو کرس الیمین فی مجلس احد
ثلاثا اذا قال واللہ لا اقربک
واللہ لا اقربک واللہ لا اقربک
بغیر نیۃ ای بان لم ینو بہذا
الکفر شیۃ او التشدید بالمجر
عطف علی غیر مجذوف المضاف
تقدیرہ او بنیۃ التشدید ای
الابتداء دون الکفر ای التکید
حکم محمد بتعدد الایلاء حتی
اذا مضت اربعة اشهر ولم یقر بها
تبین بطلیقۃ آخری کا الیمین ای

۴۴۹، امام صاحب رحمہ کی دلیل یہ کہ اس صورت میں جبکہ
اپنی ذمہ پر اس قسم کو وہ لازم کرے اس سے صحبت نہیں
کر سکتا ہے کیونکہ حلال کا حرام کرنا ایک طرح کے قسم ہے اور ایسا ہی
جیسے کوئی کہی میں تجھے صحبت کروں تو میرے اوپر قسم لازم
ہو جائے تو وہ شخص نے احوال منوی ہو جائیگا اس واسطے کہ
خود قسم تو اس کو اور یہ واجب ہوگی اور اس کا موجب واجب ہوا
کہ تاج اور یہ کلام ایسا نہیں ہے کہ جس کلام سے انہوں نے شہادت
کی ہے اس واسطے کہ اس کلام میں دو سرے مرتبہ صحبت کر نیسے
اپنی مبینہ روکنا منظور ہوتا ہے اور صورت تغافل نہ تھا کہ اندر
اولیٰ مرتبہ صحبت کر نیسے اپنی آپ کو روکنا مقصود ہوتا ہے۔

۴۵۰، یہ قید کہ قسم کی نیت کرے اس واسطے لگائی ہے کہ اگر
اوس نے طلاق کی نیت کی تو بالاتفاق فی الحال ایلا ہو جائیگا
اس واسطے کہ بیرون لزوم طلاق کے اس سے عدت ایلا
میں صحبت نہیں کر سکتا مین الحقائق۔

۴۵۱، اگر ایک ہی جگہ میں تین مرتبہ اس نے قسم کو کر لیا
اور کہا خدا کی قسم میں تجھے صحبت نہ کروں گا خدا کی
قسم میں تجھے صحبت نہ کروں گا خدا کی قسم میں
تجھے صحبت نہ کروں گا اور اس کو کر کر نیسے کچھ نیت نہیں
کی یا سختی کے نیت کی مگر تاکید کی نیت نہیں کی تو کلام
محمد رحمہ کے نزدیک یہ تین ایلا ہو جائیگی لہذا اگر چار
عینے گذر گئے اور اس سے صحبت نہ کی
تو ایک طلاق بائن اوس کے اوپر واقع ہو جائیگی
اور پھر ایک کعڑی گذرنے کے بعد ایک
اور طلاق بائن ہوگی جس طرح اس صورت
میں قسم تو بالاتفاق ہی متعدد ہوتے ہے

مگر جو نئے زمانہ ایک ہی تھا اس لئے اس کا
نقد و حکم ابھوگا اور ایک ساعت کے بعد
دوسری طلاق ہو گئی۔

كما حكم على نعد اليمين اتفاق الا
ان الزمان لما كان واحدا صار
نعد ده حكما فطلقت بعض
ساعة-

(۱۵۲) امام صاحب رحمہ اور امام ابو یوسف رحمہ فرماتے ہیں کہ ختمہ اسکو ایک ہی ایلا اور سبھا ایلا بنا کر علیہ الکرہ ہر ماہ کے اندر اس سے محبت نہ کی تو صرف ایک عطلاق بائن واقع نہیں ہوا اور جو اس نے اس بدعتین محبت کر لے تو کفار ستین ہی لازم ہو گئے

۲۵۳ حبسہ احدہ کی قید اس واسطے لگا لی ہو کہ اکثرین طہوت میں یہ کہ تو باالاتفاق بین ایلا اور سبھا ایلا ہو یہ قید کرنا کر کی نیت نہ کی ہو اس واسطے لگا لی ہو کہ اکثر کرنا کی نیت کی تو باالاتفاق کفارہ ہی ایک ہو گا اور ایلا وہی ایک ہو گا۔ کہنا فی النصف والمتحقق والا کف۔

٤٥٢) وقالا الايلاء واحد
استحسانا حتى لو لم يقر بها في
المدة لا تطلق الا واحدة ولو قر بها
= يلزمه ثلث كفارات -

٤٥٣٠ قيد المجلس بالواحد كانه لو كان
في ثلاثة مجالس يكون ثلاثة ايلاء
اتفاقا وقيد بقوله دون التكرار
لانه لو نواه فاليمين واحدة ولا يلازم
واحد اتفاقا وكذا ان المصطفى للحق
والكافي-

۴۵۴) اس سے یہ معلوم ہو گیا کہ مصنف علیہ الرحمہ نے جو اپنی شرح میں بیان کیا ہے کہ اگر تکرار کی نیت کی تو بلا اتفاق اس سے کفار و مجنوں کا اور ایمانی ثابت ہو گا نامناسب ہے۔

۴۵۴)، عرفت من هذا ان ما قاله
المص في شرحه من انه ان نوى
التكبراس يكون الايلاء واليمين اتفاقا
للس كما ينبغي -

۴۵۱) امام صاحب رحمہ اور امام ابو یوسف رحمہ صاحب کی دلیل ہے کہ اگر اوس نے انبیاء ان فصول کو پڑا لیا تو وہ عورت احق ہیں بسبب اوسکی حق روکھنے کی ظالم ہو گا اور یہ حق کار و لکھا لیا ہی زمانہ میں ایک ہی مرتبہ اوس سے پایا گیا ہے کیونکہ بطبع واحد کو شرکا متعبد الانام سے سمجھا جاتا ہے اور اسی جہاں علی طاعت ہو یا ایک ہی جہاں تو اس کو توڑ دیا تو ہر مرتبہ نصیب کر دینے کے لئے علی انہما کہ اگر حضرت علی علیہ السلام نے ان طواغوت کو بھانج دیا تو جس کے اسباب

(٢٥٥)، ولهم ان المولى على تقدير
البر في هذه الايمان المتكررة
يكون ظالما يمنع حقها في الجماع والمنع
وجد منه مرة في زمان واحد
لان المجلس الواحد متحد الاثر منه
شريعافتيكون جزاء هو والطلاق
واحد او على تقدير الحنث يكون

اختلاف ازمنہ کے ظلم کا بھی تعدد پایا جاتا ہے ہمارے
نزویک یار کی بدعت باندی کے لیے دو مہینے ہیں مگر امام
شافعی رحمہ کے نزویک باندی کے لیے ہی چار مہینے
مہینے ہیں اس واسطے کہ یہ چار مہینے اس واسطے مقرر کیے
گئے ہیں کہ اس کا ظلم (یعنی حق جماع کو روکنا) معلوم ہو جائے
اور اسباب میں حرہ اور باندی دونوں برابر ہیں۔

❖ ❖ ❖ ❖ ❖
❖ ❖ ❖ ❖ ❖
❖ ❖ ❖ ❖ ❖

۴۵۶، ہماری دلیل یہ ہے کہ چار مہینے فی الحقیقت بیعت
کے لیے مقرر کیے گئے ہیں پس دل کا حال مدت عدت کا سا ہو اور نہ
یعنی باندی جو نیکی سبب سے عدت کی مدت تو آدمی رجائی ہے
لہذا ایسا کی مدت بھی آدمی رجائیگی اور بالمشترک دونوں
یہی کوطلاق سے ہی طیت جاتی جو اور ایسا ہی۔

۴۵۷، مطلقہ رجعیہ سے ایلا کر سکتا ہے اس لیے کہ زوجیت
کا علاؤہ اوٹن ہو جاتی ہے۔

۴۵۸، اگر عدت ایلا کر گزر نیسے پہلے عدت طلاق تمام ہوگی
تو ایلا ساقط ہو جائیگا

۴۵۹، مطلقہ باندی سے ایلا صحیح نہیں ہے اس لیے کہ ایلا
ایسا ہوتا ہے جیسا کہ باندی کے گزرنے کے ساتھ طلاق کو
مطلق کرنا اس ملک کا ہونا اور سکنا ضروری بات ہے
یا ملک ہو تو ملک کی طرف نسبت ہی ہو جیسے اگر شخص
میں نے نکاح کیا تو خدا کی قسم تجھے محبت نہ کرے گا اور جب کو
طلاق پائے دیکھی ہے اس سے بلاؤ ملکیت کا انقطاع ہو گیا
اور اگر اس سے ایلا کرے اور بعد ازاں اس سے نکاح کرے تو ایلا کا حکم نہ

ہاتھا حرمة اسم الله في كل مرة
فيلزمه كفاسرات بخلاف تعدد
الجمالس لان الظلم يتعدد باختلاف
الازمنه حقيقه وحكما ويجعل المدة
اي مدة الايلاء للامه شهرين
وقال الشافعي اربعة اشهر لان
هذه المدة ضربت لظهار الظلم
بمع الحق في الجماع والحره والامه
في ذلك سواء۔

۴۵۶، ولنا ان هذه المدة ضربت
اجلا للبيوتة فتشابهت مدة
العدة والرق موثر في تضييف
مدة العدة فكذا في مدة الايلاء
والجامع فوات الحل بهما۔

۴۵۷، ويصح الايلاء على المطلقة الرجعية
لان الزوجية باقية بينهما۔

۴۵۸، وسقط الايلاء لو انقضت
عدتها قبل مضي مدته۔

۴۵۹، لا المباهة اي لا يصح الايلاء
عليها لانه بمنزلة تعليق الطلاق
بمضي المدة فلا بد فيه من ملك
او من الاضافة اليه كما لو قال
ان تزوجتك فوالله لا اقربك والمباهة
منقطعة الملك ولو الى منها ثم تزوجها
لا يكون موليا لان الكلام وقع باطلا

لكنه لو طرأها كفر لان العاين لم يقتض
الملك -

٢٥٠)، وإذا كان أحد هاتين الزوجتين
أو الزوج مريضاً أو هو مجنون أو هو
صغيرة أو سرقة أو بينهما مسافة
أربعة أشهر يعني إذا عجز من إلى
من امرأته عن جماعها بأحد
هذه الأسباب فقال في المدة
أي في مدة الإيلاء فثبت إليها
أي رجعت إلى امرأتى واستمر
العذر إى والمحال أن عجزه كان
ثابتاً في وقت الإيلاء إلى أن يمضي
مدته تنقضى أي يعم فيه ويسقط
الإيلاء عند أخلاف الشافعى.

١٥١٠) قيد بقوله في المدة ويقوله
واستمر العذر لأن العجز لوزن ال
في المدة أو وجد الفئ بعد هالم
يتم اتفاقاً-

٢٥٢، له ان الطلاق في الايلاء
 لدفع الظلم عنها بمنعها حقها هو الرطب
 فلا يكون القوع باللسان ابراء لحقها
 ولهذا لا يجنب ثبته ولنا انه لو كان
 قادرا على الجلاء وقت الايلاء
 لثبت حقها فيه وكان فيه ابراء
 حقها ولكنه عاجز عنه والحق لها

نہایت ہو گا اس واسطے کہ وہ کلام بالکل طور پر پایا گیا ہو مگر جو اس سے
محبت کی تو کفارہ دینا پڑے گا اس واسطے کہ قسم ملکیت کو تعین جاتی ہے۔

۴۵) جسوقت میں غلام بدیوی میں سے کوئی بیٹا رچو یا خاندان محبوب ہو یا جو بی صغير سن ہو یا او سکور فی کی بیماری ہو یا دونوں میں چار مہینہ کی سساف ہو اور اسباب کی وجہ سے عت ایلا کی اندر دند او س سے صحبت نہ کر سکے مگر او س مدت میں خاندان کو کے کہ میں نے او سکی طرف رجوع کر لیا اور یہی شرط ہے کہ وہ عذر جب سے ایلا کو کیا ہے اور جب تک او سکی عت گزری ہے برابر موجود رہا ہو تو ہمارے نزدیک بخلاف امام شافعی رح کے ایلا اساقط ہو جائیگا اور اسکا رجوع کرنا صحیح ہوگا

(۴۵۱) حضرت املا کے اندر یہ بات کہنے اور اس غلطی کے برابر ہائے جانیکی خیر اس واسطے لائی ہو کہ اگر عدت کے اندر یہ غلط جاتا رہا یا بعد انقضائعدت کے اوس نے یہ بات کہی تو ملاقاتی صحیح نہیں ہے۔

۴۵۲، امام شافعی رحمہ کی دلیل یہ ہو کر اٹھ اٹھ کر دفع
الظلم کی وجہ سے یعنی حق جماع تلف کر کے سب سے ملاقا حق ہوئی ہر
پس مرتزبان سے کہہ دینے اور اس کا حق ادا ہو گا جب تک کہ جماع
نہ کرے ایسا سطر باقی کہہ دینے سے اس کی خوشنہیں ہو گئی۔
اور ہاں یہ دلیل ہو کر اٹھ اٹھ کر وقت وہ جماع بچا دینا تا
محورت کا حق جماع میں ثابت ہوتا اور پھر ایسا سے رجوع کرنا
بہرہ نظر حق جماع موقوف ہوتا مگر وہ صورت مذکور میں وقت

فنیہ و لہذا الا یملک مص سبتہ فلما
کان ایلاء العاجزہ کرمع جماعہا
صارا رضا وھا ہو عد جما عھا لان
التوبۃ یكون بحسب الجنایۃ و عدم
تحقق الحث بالفع باللسان لانہ
غیر المحلوف علیہ

۴۵۳۔ فان قد سر علی الجماع فیہا
ای فی المدۃ بعد الفع باللسان لزوم
الفع بہ ای بالجماع لانہ قد سر علی
الاصل قبل حصول المقصود بالخلف
فی بطل کالمتمیم اذا سر ای الماع
قبل اتمام الصلوۃ۔

۴۵۴۔ ولو کان محرما ای اذا اخی الحرم
من امرأۃ و بین ایلاتہ و تمام
الحج اربعة اشهر ففاء بالقول بطلناہ
ای قلنا فیئہ غیر جائز حتی اذا تمت
المدۃ و لم یفئی بالجماع بانث
منہ۔

۴۵۵۔ وقال شریحون فیئہ لانہ
منوع عن الجماع شرعا فاضرا کالمستوع
حشا بالمرض۔

۴۵۶۔ و لئانہ قادر علیہ حقیقۃ
و الشرط فی جواز الفع باللسان العجز
عن حقیقۃ۔

۴۵۷۔ او مریضا ای لوالی المريض

ایلاء کے جماع پر قادر ہیں نہیں ہوتا کہ اس کا حق جماع ثابت ہو گیا ہو
عذر کی صورت میں عورت اس سے مطالبہ جماع کا نہیں کر سکتی
بس جس طرح عاجز علی الجملہ کا ایلاء ترک جماع کے ذکر کر نیسے ہوتا
اسی طرح اس کا ایلاء یہ ہو گا کہ زبان سے جماع کا وعدہ کر لے اس واسطے
کہ توبہ بعد گناہ کے ہوتی ہو۔ اور زبان سے رجوع کہتے ہیں کہ نہیں
تو ٹھیک کر س بات قسم کا مافی ذہنہ اور ہر زبان کو جو اوٹو الفاظ کا لے

۴۵۳۔ اگر عورت ایلاء کے بعد جماع پر او سک تو قدرت ہوگی اور
زبان سے بھی رجوع کر سکتا تو اب جماع کر نیسے اور سکار جماع ثابت ہو
اس واسطے کہ اقسام معنی جموع باللسان سے ہوز مقصود حاصل
نہیں ہوا تھا کہ اصل معنی جماع پر او سک تو قدرت ہوگی لہذا وہ قائم مقام ط
باطل ہو جائیگا جس طرح تیمم کر کے نماز پڑھو والا قبل اتمام نماز کے
پانی دیکھتے ہیں یا تیمم پڑھتا ہے اور بعد کو نہیں باطل ہوتا۔

۴۵۴۔ اگر ایک شخص اپنی احرام کی حالت میں بوسی سے
ایلاء کیا اور اس وقت سے حج کے پورا ہونے میں چار ماہ باقی ہیں
ان چار ماہ کے اندر زبان سے اس نے رجوع کر لیا تو ہمارے
تردید اس کا رجوع کرنا باطل ہے حتیٰ کہ اگر چار ماہ
گزر گئے اور جماع نہ کیا تو عورت پر طلاق بائن ہو جائیگی۔

۴۵۵۔ امام زہری فرماتے ہیں او سکار جموع کرنا بھی پورا واسطے
کہ جس طرح حالت مرض میں قاضی من اس سے جماع نہیں ہو سکتا
اسی طرح حالت احرام میں من شرعا وہ جماع نہیں کر سکتا۔

۴۵۶۔ ہمارے دلیل یہ ہے کہ حقیقت میں تو وہ جماع
پر قادر ہے اور زبان سے رجوع اس شرط کے ساتھ
صحیح ہو سکتا ہے کہ حقیقتہ جماع پر قادر نہ ہو۔

۴۵۷۔ اگر حالت مرض میں ہمیشہ کے لیے اپنی بوسی سے

ایلا کیا اور پر زبان سے رجوع نہیں کیا تھے کہ مدت
ایلا گذر گئی اور عورت اس سے جدا ہو گئی اور پھر
توڑی سی مدت یعنی ایک یا دو یا تین روز عیسا کہ جراح
کبیر میں مذکور ہے صحیح مسلم کہ بیمار ہو گیا اور اس سے
نکاح کیا اور چار مہینہ کے اندر اس سے رجوع بالقول کیا
تو امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک صحیح ہے جسے اگر
نکاح ثانی کے بعد چار ماہ بدون جماع کے گذر گئے تو
عورت پر طلاق بائن نہوگی اس واسطے کہ جب ایلا کیا ہے
اوس وقت مریض تھا اور جب پر ایلا کا حکم ثابت ہوا ہے
اوس وقت میں بھی بیمار ہے اور جس وقت میں وہ صحیح ہو گیا
تھا اوس وقت میں عورت اس سے علیحدہ تھی اور اسکو
حق و طہی نہ تھا اور نہ ایلا کا حکم ثابت ہوا تھا۔

✽ ✽ ✽ ✽ ✽

۴۵۸، امام محمد رحمہ کے نزدیک زبان سے رجوع کا باطل ہے
اس واسطے کہ قبل طلاق بائن واقع ہو چکے وہ زبان سے رجوع
کر سکتا مگر اسے رجوع نہیں کیا اور پھر نہ نہایت میں وہ
جماع پر قادر ہو گیا اور مدت ایلا کے اندر اگر کسی چیز میں بھی
اسل جماع پر قادر ہو جاتا ہے تو زانی رجوع بالکل باطل
ہوتا ہے پس یہاں رجوع زانی باطل ہو گا اس واسطے
کہ یہ مدت بھی ایلا کے ہی مدت ہی۔

۴۵۹، تبیین میں مذکور ہے زیادہ تر صحیح امام ابو یوسف رحمہ
۴۶۰، اگر ایک شخص کی چار بیویاں ہیں اور
اس سے کما و الله لا تقرب احدنکمن یعنی خدا کی قسم میں
نہ چار سے ایک کے پاس نہ جاؤں گا تو ہمارے نزدیک
صرف ایک سے ایلا ہو گا اور امام زفر فرماتے ہیں

موبدًا فلم یفعل به ایلم یرجم الیہا
بلسانہ حتی انقضت مدۃ الایلاء
فبانث ثم صم اذنی مدۃ وهو یوم
او یومان او ثلثۃ کذا فی الجامع
الکبیر ولم یطأ ہا ثم مرض فترجعا
ثم فاء ای بالقول فی المدۃ یجیزہ
ای البریوسف الفیض حتی لومضت
المدۃ من وقت النکاح الثانی
لا تبین منہ لان الایلاء وحید
منہ وهو مریض وحاد حکمہ
وهو مریض وفی زمان الصمۃ
کانت صبانۃ لاحق لہا فی الوطی لا
یعود فیہ حکم الایلاء۔

۴۵۸، وابطلہ ای محمد الفیض لانہ
کان قادرا علی الفیض باللسان قبل
البنیوتۃ فلم یفعل ثم صام فی زمان
صحۃ قادرا علی الجماع ومتی قدر
علی الاصل فی شئ من مدۃ العین
بطل الفیض باللسان لان ہذہ المدۃ
مدۃ الایلاء۔

۴۵۹، وفی التبیین الاصح قولابی یوسف
۴۶۰، اولئک لا یرجع فال والله لا اقرب
احد لکن قصرنا الایلاء علی واحد
وقال زفر صام مولیا منہن جمیعاً
حتى لومضت اربعۃ اشھر ولم

اون چاروں سے ایلا ہو جائیگا پس اگر چارہا گزر گئے اور کسی سے صحبت نہ کی تو چارے سے نزدیک یکے پر طلاق واقع ہو جائیگی اور خاوند کو اس کیلئے عین تہا پر لگاؤ اور امام فرم کر کی نزدیک سب پر طلاق بائن واقع ہوگی اس واسطے کہ اگر ایک اور واسطہ ہو گا ایک ہی حال ہو اور اگر کوئی شخص اللہ لا افریجہ صدمہ ممکن کی توبہ بالاختلاق سب سے ایلا ہو جائیگا اور اسطرح بیان ہی ہوتا ہے۔

۴۶۱، جاری دلیل یہ ہے کہ اگر ایک شخص نے پہلے ایک عورت سے ایلا عام نہ ہو گا اس واسطے کہ نہیں کہہ سکتے کہ ایک حد لیں علیہم او واعدتہ ممکن نہ ہو سہا و موضع نفی میں واقع ہے ایلا عام ہوگا اس واسطے کہ کہہ سکتے ہیں کہ ایک واحدۃ منہن علیہم۔

❖ ❖ ❖ ❖ ❖
❖ ❖ ❖ ❖ ❖

۴۶۲، اگر ایک شخص نے پہلی چار بیویوں سے کہا خدا کی قسم میں تم سے صحبت نہ کرے گا تو چارے سے نزدیک نہ احوال سب سے ایلا ہو جائیگا اور چارہا گزر گئے بعد بر تقدیر صحبت نہ کرے گی سب پر ایک طلاق بائن ہو جائیگی اور امام فرم فرماتے ہیں جب تک او تین سے تین کے ساتھ صحبت نہ کرے گا ایلا نہ ہوگا و تین سے صحبت نہ کرے بعد ہی صرف جو تہی سے ایلا ہوگا اور یہی قول تین قیاساً اس واسطے کہ اس کی قسم صورت مذکورہ میں چار صحبت کرنے کے بعد ٹوٹی گی اور تین سے ایلا اس بات کہ قسم ٹوٹے صحبت نہ کر سکتا ہے پس اول تینوں سے ایلا نہ ہوگا

اور صرف چوتھی سے ایلا ہوگا اور ایسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں تین کے ساتھ میں صحبت کر لوں تو پہلے خدا کی قسم پھر کے ساتھ ۴۶۳، جاری دلیل یہ ہے کہ اگر ایک شخص نے ایک عورت سے

یقرب احد امنہن بابت واحدۃ و علی الزوج تعینہا عندنا و تبین کلہن عندہ لان قولہ احد لکن و واحدۃ ممکن سواء فلو قال لا اقرب واحدۃ ممکن یصیر مولیا منہن جمیعاً و کن اهذا

۴۶۱، و لئان احد لکن معرفۃ فلا تغم و لہذا لم یعم ان یقال لکل احد لہن علی درہم و اما واحدۃ ممکن فنکرۃ فی موضع النفی فتعم و لہذا صح ان یقال لکل واحدۃ منہن علی درہم۔

۴۶۲، او لا اقرب لکن ای لو قال لنسوتہ الا سابع لا اقرب لکن جعلناہ مولیا علیہن فی الحال حتی لو مضت اربعۃ اشہر تبین جمیعاً لا علی الرابعۃ بعد و طع الثلث ای قال ذفر لا یكون مولیا ما لم یطأ ثلثاً منہن و هو القیاس لان الحدیث انما یقع اذا وطئ کل فقر بان الثلث یمکنہ بغیر حدیث فلا یكون مولیا علیہن فیصیر مولیا علی الرابعۃ فصار کما اذا قال ان قربت ثلثاً ممکن فواللہ لا اقرب الرابعۃ۔

۴۶۳، و لئانہ قصد الاضراس بہن

بمن حق هن فیکون مولیا علیہن فلما لم یوجد وطی جمیعہن لا یتحقق الحنث واذا وجد لیضات الحنث الی وطی کلہن لا الی الرابعة بخلاف ما قاس علیہ لانه یمین معلقة فلا ینعقد ما لم یوجد شرطها وهو وطی الثالث۔

ضرر پہونکا چاہا پر لہذا سب کے ساتھ ایلا ہو گا اور ایک اور چاروں سے صحبت نہ ہو گی جب تک حادث نہ ہو گا یعنی قسم نہ ٹوٹے گی اور چاروں سے صحبت کرنے کو بعد برائیک کی صحبت کو ساتھ اس قسم کے ٹوٹنے کی نسبت ہو گی نہ صرف چونکہ کی طرف بخلاف عقیس علیہ کے اس واسطے کہ وہ ایک قسم معلق بالشرط ہے جب تک اس کی شرط یعنی تین کے ساتھ صحبت نہ پائی جائیگی وہ نہیں پائی جاسکتی۔

۴۶۴، انما قال مولیا علیہن ولم یقل منهن اشارۃ الی ان الایلاء حقہ ان لیستعمل بعلی لانه بمعنى الحلف وهو لا یستعمل بمن و الی ان استعماله بمن کما کشف فی عبارۃ الفقهاء لیس کما ینبغی و اما من نساہم فی قوله تعالی للذین یولون من نساہم لیس بمتعلق بیدولون بل خبر لمبتدأ مکررۃ بعدہ وهو تربص اربعة اشهر فتقدیر الایۃ واللہ اعلم للذین یحلفون علی ترک قربان نساہم تربص اربعة اشهر من نساہم هذا حاصل شرح المصنف و اقول یحتمل استعمال الفقهاء علی تضمینہم الایلاء بمعنى الاحتتاب والتضمین باب واسع فتخصیصہم لیس کما ینبغی۔

۴۶۴، مولیا علیہن کہا اور مولیا منہن نہ کہا تاکہ معلوم ہو سکا کہ اصل میں ایلا کا لفظ طے کے ساتھ استعمال چاہا کیونکہ وہ حلف کے معنی میں ہے اور حلف کا استعمال لفظ من کے ساتھ نہیں ہوتا اور تاکہ یہ بات بھی معلوم ہو سکا کہ اس کا استعمال لفظ من سے جو فقہاء کی عبارتوں میں چلا آتا ہے وہ نامناسب بات ہے اور قرآن میں جو اس آیت کو اندر لائے ہیں کہ من نساہم ایلا کا استعمال لفظ فی کے ساتھ معلوم ہوتا ہے تو یہاں پر من نساہم یوں کہ متعلق نہیں ہو سکتا اس کے بعد جو ذکر ترکیب میں مبتدا واقع ہوتا ہے اس کی یہی ہیئت مقام پر یعنی ترک تربص اربعة اشهر اور اصل معنی آیت کے یہ ہیں واللہ اعلم للذین یحلفون علی ترک قربان نساہم ترک تربص اربعة اشهر من نساہم یہ مصنف رحمہ کی شرح کا حاصل ہے مگر میں کہتا ہوں کہ فقہاء کا استعمال بھی باہن طور صحیح ہو سکتا ہے کہ انہوں نے اس واسطے من کے ساتھ استعمال کیا ہے کہ ایلا کے اندر احتساب کو مثنی یا تریخا کہ اور احتساب کا صلہ من ہو اگر تریخا اور تضمین میں بہت کچھ گنجائش ہے یہ فقہاء کا تخیل کرنا ٹھیک نہیں ہے۔

۴۶۵، اگر اپنی دو بیویوں کو کہ اللہ لا اقرب احدکما

۴۶۵، ار احدکمما ای لو قال لزوجیۃ

ما یجوز لهما من حرمة ثابتة بوجوبی ہی پس اگر طلاق کی نیت کی تو نیت صحیح ہوگی۔

لان الظهار فيه حرمة فان نذاه
محر۔

۴۶۸، اعلم ان المذکور فی المتن
قول ابی حنیفة و ابی یوسف وقال
یھن لا یكون ظھار اذ اقاله المصنف
فی شرحه لیست شعری لم یرك
المخلاف نیه۔

۴۶۹، او الطلاق ای لو قال اردت
منه الطلاق كان بائنا لانهما من
الفاظ الكنايات او التحريم۔

۴۷۰، ادخلنا عن نية ای لو قال
لم اردت شيئا كان مولى لان تحميم
الحلال مبین۔

۴۷۱، وصوفه ای تحريم الحلال
المتاخرون الى الطلاق من غير
نية لان اطلاقه في عرف الناس
طلاق و لهذا قالوا لو نوى غيرة
لا يصدق قضاء۔

۴۷۲، وفي المحيط لو قال انما على
حرام يكون مولى من كل واحدة
منهما ويجزئ بوطئ كل منهما ولو قال
والله لا اذ بكما لا يجزئ الا بوطئهما
والفرق ان هتك حرمة اسم الله
لا يتحقق الا بقربا بينهما وفي قوله
انما على حرام صارا يلاء باعتبار

حلال عورت کو حرام بتایا تو یہ فی تحقیق جھوٹا ہے
اور ظہار میں اس واسطے کہ اس کے کلام میں ظہار کا احتمال
(۴۶۸)، جائز ہے کہ یہاں پر لایم البیضا و لایم البیضا
رحم کا قول ذکر کیا گیا ہے مگر لایم محمد رحم کے نزدیک ظہار
نہو کا جتنا جو مصنف رحم نے اپنی شرح میں اسکو بیان کیا ہے
اور نہیں معلوم کہ مصنف رحم نے یہاں اختلاف کو کیوں
نہیں ذکر کیا کاش ہکو یہ معلوم ہو جاتا۔

۴۶۹، اگر اس نے اس سے طلاق کی نیت کی جو اور
اوس نے بیان کیا کہ میں نے تو طلاق کی نیت کی تھی تو طلاق
باین ہو جائیگی اس واسطے کہ وہ الفاظ کنایات میں سے ہے۔
۴۷۰، اور اگر حرام کرنے کا ارادہ کیا بائس تو کہہ کہ میں نے
تو کچھ نہیں نہیں مراد لیا تو یہ ایلاء ہو جائیگا اس واسطے کہ طلاق
حرام کا قسم ہے۔

۴۷۱، متاخرین نے اب یہ بات قرار دے لی ہے کہ طلاق کا
حرام کرنا طلاق ہے اگر طلاق کی نیت نہ کی ہو اس واسطے
کہ عرف میں جب حرام کرنے کا لفظ بولا جاتا ہے تو طلاق ہی
مراد ہوتی ہے اس لیے وہ کہتے ہیں کہ بخبر طلاق کے
کسی چیز کی نیت عند تقاضی مقبر نہ ہوگی۔

۴۷۲، محیط میں مذکور ہے اگر ایک شخص نے
دو بیویوں سے کہا تم دونوں میرے اوپر حرام ہو تو ہر ایک
سے ایلاء ہو جائیگا اور ہر ایک کے ساتھ یہ صحبت کر کے
حادث ہو جائیگا یعنی اسکی قسم ٹوٹ جائیگی اور اگر یہ کہا
کہ خدا کی قسم میں تم دونوں سے صحبت کروں گا تو جب تک
دونوں سے نہ صحبت کرے حادث نہ ہوگا اور فرق
دونوں صورتوں میں یہ ہے کہ اس صورت میں دو ٹوکڑا ہوتے

معنی التقریم و هو موجود فی حق کل منہما۔

۴۶۳، وفی النوازل لو قال حلال اللہ علی حرام ان افعل کذا ففعل فان کانت لہ امراة طلقت لان مطلق هذا ینصرف الی النساء عرفنا وان لم یکن لہ امراة ثم تزوجها یلزمہ الکفاسرة اذا فعل لانه تعذر صرفہ الی المرأۃ فجعل یمین لان تغییر الحلال یمین۔

فصل فی الخلع

۴۶۴، وهو فی اللغة بفتح الخاء بمعنى ازالة شئ عن شئ وفی الشرع بضم الخاء اسم لاسن الہ ملک النکاح باخذ المال۔

۴۶۵، واذا افتدت المرأة نفسها بمال یخلعها علیہ ام یزیل الزوج نکاحها علی ذلک المال ففعل بان قال خالعتک او بارأتک او طلقتک علی کذا او بعت نفسك بكذا وقعت طالقة لقوله عم الخلع تطليقة بائنة لان لفظه کنایة ولو قال لم ارجه طلاقا لا یمع قضاء لان ذکر المال دلیل علی قصدہ ولہذا استغنی فیہ عن النية۔

صحبت کرنیسیہ خدائیہ کو نام کا پہلا لکھی اور پہلا سوتین کے تحت جی کے قہار سے لکھا اقرار دیا اور وہ دونوں صحیفین میں درج ہوئیں۔ (۴۶۳) نوازل میں مذکور ہے اگر ایک شخص نے کہا اگر میں کام کروں تو خدا سے تعالیٰ کا حلال کیا ہوا ہے سچا اور حرام ہے اور میں وہ کام کیا پس ل کر گئے وقت اس کی بیوی موجود ہو تو اس کی طرف واقع ہوا بیگی اس واسطے کہ عرفانہ حرمت عورتوں کی طرف ہی منسوب ہو کر رہی ہو اور اگر وقت بیوی نہیں تھی مگر خیر نکاح کیا تو اس کام کرنیسیہ اس پر کفارہ واجب ہوا بیگی اس واسطے کہ عورت کی طرف تو اس حرمت کی نسبت کر رہی نہیں ہو سکتی لہذا قسم سمجھی جا بیگی کیونکہ حلال کا حرام کرنا قسم ہے۔

فصل خلع کے بیان میں

۴۶۴، لغت میں خلع طبع فا کے معنی ایک چیز کا ایک چیز سے دور کرنا اور شرح میں خلع بضم فا کچھ مال لیکر ملک نکاح کے زائل کرنا نام ہے۔

۴۶۵، اگر ایک عورت نے اپنی جان کے بدلہ میں خلع کرنا چاہا تو اس کو خلع کرنے کی غرض سے کچھ مال دیا اور خاندان سے اس سے یہ لکھ کر خلع کر لیا کہ میں نے تجھ سے اس قدر مال پر خلع کر لیا یا تجھ کو ہار دیا یا طلاق دیدی یا فروخت کر دیا تو ایک طلاق واقع ہوا بیگی اس واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو خلع ایک طلاق ہے۔ اور یہ طلاق بائن ہوگی کیونکہ یہ اتفاقاً کنایہ میں ہے اور اگر اس نے کہا کہ میں نے طلاق نہیں مراد لی تو عندہ القاضی اس کا قول مقبول نہ ہوگا اس واسطے کہ مال کا ذکر کرنا اس کے قصد طلاق کے اوپر دلیل ہو اسی سبب سے اس میں نیت کی ضرورت نہیں آتی

ولو خال ولم یذکر بدلا وقال
لم انوبه الطلاق یصدق کذا
فی الذخيرة -

(۴۶۶)، ولزمها المال لانه لم یرض
بخرج البضع عن مملکة
الابیه -

(۴۶۷)، ولم یجعل له ای الخلع فسخا
وقال الشافعی انه فسخ لا ینقص به
عدد الطلاق و فی اصح قولیه انه
یوافقنا -

(۴۶۸)، له قول ابن عباس الخلع فسخ
ولنا ما رویناه وهو مروی عن
عمر و علی موقوفاً ومرفوعاً و یرى
ان ابن عباس راجع عن ذلك
القول ذکره فی المبسوط -

(۴۶۹)، فان كان هو الناشز کره
له اخذ العوض لقوله تعالى
وان اردتم استبدال زوج مكان
زوج و ایتیم احد لهن قنطارا
فلا تاخذن مما عطاها لما -

(۴۷۰)، او هی ای ان كانت هی
ناشزة فان یاخذ ای کره له
ان یاخذ اکثر مما عطاها لما
روى ان امرأة ثابت بن قیس
حين اسادت الفرقة قال عم لها

اگر طلع کیا اور عوض کو اس کے ساتھ ذکر نہ کیا اور پھر کہا کہ
میں نے اس سے طلاق کا ارادہ نہیں کیا تھا تو اس کا
اعتبار ہو گا (کذا فی الذخيرة) -

(۴۶۶)، طلع کرے عورت کے اور مال کا دنیا لازم ہو جائیگا
اس واسطے کہ عوض مال کے اور کافاوند ان الیک البضع
سے راضی ہوا ہوا مردوں کے راضی نہیں ہے -

(۴۶۷)، ہاگز بدلا طلاق پر نام نہ لے کر نہ کہ طلع طلاق نہیں
ہے بلکہ فسخ نكاح ہے اور طلاق کے عدوین اس سے کسی نہیں
ہوتی مگر زیادہ تر صحیح روایت اس سے یہی ہو کر ہے
ہاں عباس بات میں موافق ہیں -

(۴۶۸)، امام شافعی رحمہ کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عباس
نے فرمایا کہ طلع فسخ نكاح ہے اور ہمارے دلیل بھی روایت
ہے جو ہم بیان کر چکے اور وہ روایت حضرت عمرؓ اور
حضرت علیؓ سے موقوفاً اور مرفوعاً مروی ہے اور اکیس روایت
میں آیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے اپنے اقوال سے جمع فرمایا

(۴۶۹)، اگر عورت کو بے زور ہرگز خود کاوند اس کو
تنگ کرتا ہے اس واسطے کہ وہ طلع چاہتی ہو تو خاوند کو طلع کے
بدل میں مال لینا کرہ ہے بقولہ تعالیٰ وان اردتم الا تیر
یعنی اور اگر تم ایک عورت کی جگہ دوسری بیوی بدلنا چاہو
اور تم نے جو چیز ایک کو بہت ساری دیا ہو تو دوسری چیز کو کچھ بہت

(۴۷۰)، اگر عورت کی طرف سے نہ فرمائی ہو تو اس کو
یہ بات کرہ ہے کہ جس قدر اس کو دیا ہے اس سے
زیادہ لے لے اس واسطے کہ حدیث شریفہ
میں آیا ہے کہ جب ثابت بن قیس کی بیوی
نے خاوند سے سفیدگی چاہی تو انحضرت

کتاب الطلاق ص ۱۴۲

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گیا تو اسکا ہر اوسکو واپس دیتی ہو تو اوس سے عرض کیا جی ہاں بلکہ اوس سے زیادہ تو آپ نے فرمایا زیادہ تو نہیں یعنی اوس سے زیادہ نہ واپس ہوگا اور نہ ہی آیت اور حدیث کے اندر کراہت پر محمول ہو سوسلے کہ آیت فلا جناح علیہما افتدت بسبب اپنی اطلاق کے اوسکی معارضہ ہو۔

(۴۸۱) اگر خاوند نے کہا میں تجھے اس شرط پر خلع کرتا ہوں کہ تین روز تک مجھکو اختیار رہے اور عورت نے کہا مجھے منظور ہے تو بالافتقار خاوند کو اختیار ہوگا۔

(۴۸۲) اگر خاوند نے اوس سے کہا میں تجھکو شرط پر خلع کرتا ہوں کہ تین روز تک تجھکو اختیار رہے اور بیوی نے منظور کر لیا تو امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک تین روز تک عورت اختیار نہیںگا۔

(۴۸۳) صاحبین رحمہماتے ہیں اوسکو اختیار ثابت نہوگا اسواسطے کہ خلع فی الحقیقت خاوند کی طرف سے قبول مال کے ساتھ طلاق کا مشروط کرنا ہوا اور وہ قسم ہی اسواسطے اوس سے جوع نہیں کر سکتا بلکہ عورت کے قبول کرنے پر مطلق رہیگا اور اوس کا کسی شرط کے ساتھ معلق کرنا اور کسی چیز کی طرف منسوب کرنا صحیح ہے جیسے یہ کہ جب فلاں شخص آئے یا کل کا دن آئے تو میں نے تجھکو خلع کر لیا اور انعقاد عقد کے بعد اختیار فرغ کر کے لیے ہوتا ہے اور میں قابل فرغ نہیں ہوتے اسلیطرح اوسکی شرط یعنی عورت کا قبول کرنا باطل نہیں ہے۔

(۴۸۴) امام صاحب رحمہ کی دلیل یہ ہے کہ خلع

اثر دین علیہ حد یقتہ قالت نعم و زیادہ فقال عم اما الزیادة فلا والنہی فی الایة والحدیث محمول علی الکراہة لان قوله تعالى فلا جناح علیہما افتدت به باطلاقہ یعارضہ۔

(۴۸۱) ولو خالع بشرط الخیار لنفسه كقوله خالعتك على اني بالخيار ثلثة ايام فقبلت بطل الخیار اتفاقا۔

(۴۸۲) اولها ای لو قال خالعتك بكذا على انك بالخيار ثلثة ايام فقبلت فهو ای الخیار جائز عند ابی حنیفة۔

(۴۸۳) وقال لا يجوز لان الخلع من جانبہ فی معنی تعلیق الطلاق بقبول المال وهو یمن ولہذا لا یمثلک الرجوع بل یمقی معلقا بقبولہا ویصح تعلیقہ و اضافتہ كما لو قال اذا قدم فلان او جاء عند فقد خالعتك والخیار بعد الانعقاد انما یكون للفسخ والیمین لا یقبل الفسخ وکذا اشروطها وهو القبول من جانبہا۔

(۴۸۴) وله ان الخلع من جانبہا

تملیک مال بعوض و لہذا یصح رجوعہا قبل قبولہ و یبطل بقیامہ

قبلہ و کون الخيار للفسخ بعد الانقضاء

ممنوع بل هو مانع من الانقضاء فی

حق الحكم و کونہ شرط الیمین الزوج

لا ینع ان یکون معاوضۃ فی نفسہ

كما اذا قال ان بعث هذا فعبدی

حرفان البیع شرط لعق العبد

و هو فی نفسہ معاوضۃ۔

(۴۸۵)، و یلحق بہا ہی بالمتلفۃ صرح الطلاق فی

العدۃ و قال الشافعی لا یلحق۔

(۴۸۶)، قید بصریح الطلاق لان

البائن لا یلحقہا عندنا ایضا الا

ان یکون معلقا بالشرط قبل البینۃ

و فی المصنفی الطلاق الذی یلحق

البائن لا یکون رجعیا و هذا اجناء

على ان الخلع فسخ عندہ فلم یبق

محلا للطلاق كما لو فسخ النکاح

بسبب عدم الکفاءۃ او بخیار البلوغ

والعق و طلاق عندنا فیلحقہ

الصریح۔

(۴۸۶)، ولو طلقها علی مال فقبلت

(۴۸۸)، قید بقبولہا لان العوض

لا یجیب بلا قبولہا لزما و بابت

لان الزوج یملک العوض فوجب

عورت کی طرف سے تملیک مال بعوض ہوا اسلئے

خاوند کے قبول کر نیسے پہلے وہ رجوع کر سکتی ہو اور اگر قبل

از قبول و س مجلس خاوند کھڑا ہو جائے تو پھر عورت

رجوع نہیں کر سکتی اور ہم اس بات کو نہیں مانتے کہ انعقاد

عقد کے بعد اختیار فسخ عقد کے لیے ہوتا ہو بلکہ اختیار حکم

کے حقیق انعقاد کا مانع ہوتا ہو اور عورت کے قبول کا

خاوند کے قسم کے لیے شرط ہونا اس بات کا مانع نہیں ہے

کہ وہ خود ایک معاوضہ ہو بلکہ وہ ایک بذاتہ معاوضہ بھی ہو

اور شرط بھی ہو جس طرح کوئی شخص کے اگر میں یہ چیز فروخت

کروں تو میرا غلام آزاد ہو تو وہ دیکھو یہاں غلام کا آزاد ہونے

لیے اس شے کے بیع شرط ہی ہو اور خود بھی ایک معاوضہ ہے

(۴۸۶)، صرح طلاق کی قید اسلئے لگائی ہو کہ صریح طلاق ہو

ہو تو ہو اور طلاق بائن تو اسکو محلات نزدیک بھی نہیں دیکھتے

مگر جس صورت میں اس کے علاوہ ہونیسے پہلے طلاق بائن معلق

بالشرط دیدی ہو اور وہ شرط اب پائی جائے مگر مصنفین

مذکورہ جو طلاق طلاق بائن کے ساتھ ملا دیا تو یہ پودہ بھی

نہیں ہوتی اس مسئلہ میں امام شافعی رحمہ کے اختلاف کی وجہ

کہ ان کے نزدیک خلع فسخ ہے لہذا طلع کے بعد عورت طلاق

کی محل نہ رہے گی جس طرح بسبب عدم کفویت کے نکاح

فسخ ہوا ہے یا خیار بلوغ یا خیار فسخ کو یہی ہے علیہ لفظ بائن نہیں

اور طالع نزدیک خلع طلاق ہے لہذا طلاق صریح اس کے بعد دیکھتے ہیں

(۴۸۶)، اگر خاوند نے کچھ مال کے عوض عورت کو طلاق دی

(۴۸۸)، عورت کے قبول کر نیکی قید اسلئے لگائی ہو

کہ ہر دن اس کے قبول کے عوض واجب ہوگا اگر اعتراض

کیا جائے کہ جہاں شخص طلاق تک علی اللہ کہا ہو تو اسکی

نہج اور اس نے فسخ کر دیا قتال اسکو لازم ہو جائیگا اور اس سے بھی ہوا جائیگا اسلئے طلاق فسخ نہیں ہے بلکہ طلاق بائن کے بعد رجوع نہیں کر سکتا

کتاب الطلاق

ان تملك هي بضعها تحقيقا
للمساواة فان قلت اذا قال
طلقتك على الف فهو محتمل
للعنيين ان اسيد به الف
تقبل هي اداءة يكون خلعا
وان اسيد به الف تؤد به
هي يكون تعليقا لخلعا فلما الدليل
على كونه خلعا قلنا ذكره في مقام
المعاوضة دليل-

۴۸۹، وان بطل العوض فيه اى في
الطلاق على مال كما اذا طلق المسلم
امراة المدخول بها على خضرا و
خنزير وقم الطلاق لوجود الشرط
وهو قبولها كان سراجيا او في الخلع
اى ان بطل العوض فيما اذا قال
خا لعتك على كذا كان باثا لان
العوض لما بطل في الصور ستين
عمل الصريح عمله والباثن كذا لك
ولا شئ له اى للزوج على المراة
لان ملك البضع غير متقوم حالة
الخروج ولهذا قالوا لو حاله اكل
ابنته الصغيرة بها لها يقع الطلاق
على الاصح ولا يلزم المال بخلاف
مالوكا تب عبدة على خمر حمث
يجب قيمة العبد لان ملك

ودنى ہو سکتے ہیں اگر یہ مرد ہو کر ان پر ارکے بدلہ جنگ
اور اگر ان عورت قبول کرے طلاق دی ہو تو یہ نفع ہوگا اور
اگر یہ ارادہ کیا ہو کہ جن ہزار کو وہ اور کر سکتا تو متعین
تعلیق طلاق ہوگی اور منع نہ ہوگا پھر اس کے خلع ہونے پر
کیا دلیل ہو تو اس کا جواب یہ کہ مقام مساوندین
اس کا ذکر کرتا اسکی دلیل ہو + + + + +

+ + + + +
+ + + + +
+ + + + +

۴۸۹، اگر کسی مسلمان نے اپنی و خولہ بیوی کو بھوس
ایسی چیز کے جو مسلمان کے ملک کو نہیں ہو سکتے مثل شرب یا خنزیر
کے طلاق دی تو ایک طلاق جبریں واقع ہو جائیگی اس سہلے
اور کسی شرط یعنی عورت کا قبول کا قبول کرنا ثابت ہوگی اور اگر خلع
ایسی چیز کی عوض میں کیا ہو تو اس سے طلاق
بائن واقع ہو جائیگی اس واسطے کہ جب دنوں صوفیوں میں
میں عوض باطل بشرط تو طلاق جبریں باطل کر لی اور بائن میں
طل کر لی اور دونوں صورتوں میں خداوند کو پورے دل سے چاہیگا
اس واسطے کہ ملک بضع کی جائے وقت کچھ
قیمت نہیں ہو اگر تاملنا فقہاء کا قول ہے
اگر کوئی شخص اپنی منیہ لڑکی کا واسطے ال سے
نفع کرے تو صحیح قول یہی ہے کہ طلاق واقع ہو جائیگی
مگر مال دینا نہ بیجا نہ تھا اس صورت
کے کہ ایک شخص اپنے غلام کو شرب کے عوض میں ملا تب
کو کہ لاپنی قیمت غلام کو دینی پڑیگی اس واسطے کہ
مردی کے ملکیت متقوم ہے اور وہ اس بات سے راہی

نہیں ہے کہ مفت میں ادسکی ملکیت جاتی رہے۔

(۴۹۰)، جو چیز نکاح کے اندر رہ رہ سکتی ہو اس سے قطع ہو سکتا ہے اس واسطے کہ جو چیز متقوم کا ہل ہو سکتی ہو یعنی تلک بعض کا وہ اس کے زوال کا جو ایک غیر متقوم چیز ہے۔ بطریق اولیٰ ہل ہو سکتی ہے اور قطع اولیٰ چیز سے بھی درست ہے جو ہر نہین ہو سکتی یعنی قیمت میں دس درم سے کم ہے۔

(۴۹۱)، اگر ایک عورت نے خاوند سے کہا جو کچھ میرے ہاتھ میں ہو اسکی بدلہ مجھے قلع کرے اور خاوند نے قطع کر لیا اور اسکو ہاتھ میں کچھ بھی نہ تھا تو قطع ہو جائیگا اور خاوند کو کچھ نہ دیا جائیگا اس واسطے کہ عورت نے نہیں کہا تھا کہ اس مال کو بدلہ دے یعنی

(۴۹۲)، اگر عورت نے کہا اس مال کے بدلہ جو میرے ہاتھ میں ہے مجھے قلع کرے اور ہاتھ خالی نکلتا تو عورت کو اپنا مہر جو خاوند نے دیا تھا واپس کرنا چاہیگا اس واسطے کہ جب اس نے مال کا لفظ کہہ دیا ہے تو خاوند بلا عوض زوال ملکیت پر راضی نہیں ہوتا اور وہ عوض غرضل تو ہو نہیں سکتا اس واسطے کہ ملکیت سے خارج ہوتے وقت بعض کی کچھ قیمت نہیں ہوا کرتے لہذا یہی تشریح کر جو کچھ اس نے لیا ہے وہ واپس کر دے تاکہ خاوند ہزر سے بچ جائے

* * * * *

(۴۹۳)، اگر کہہ دے ہاتھ میں جو درہم میں اس کے بدلہ مجھے قلع کرے اور ہاتھ میں کچھ نہ تھا تو اسکو تین درم دینے پڑینگے اس واسطے کہ کم سے کم حج کے اندر تین ضروری ہیں جس طرح کوئی شخص کسی کی لے درہم کا اقرار کرے یا کسی کو وصیت کرے یا تو تین درہم کے

المولیٰ متقوم ولم یرض بزوالہا جانا (۴۹۰)، ویجوز الخلم بما یمہر بہ اسی بما یکون مہرا فی النکاح لان ما یصلح عوضاً عن المتقوم وهو تملك البضع اولیٰ ان یصلح عما لا یتقوم وهو زوالہ وکن الجوز الخلم بما لا یمہر بہ کا اقل من العشرة۔

(۴۹۱)، فان قالت خالعی علی مافی یدی وہی صفرا یدی ہا خالیۃ فیما لہا فلا شئ لہ لانہا لم تسم مالاً لہ یمصلح مفرورس ابہ۔

(۴۹۲)، او من مال ای لو قالت خالعی علی مافی یدی من مال سرت المہر الیہ ای سرت المرأة مہر ہا علیہ لانہا لما سمت مالا لم یکن الزوج را ضیا بزوال ملکہ الا بعوض فذلک لا یصلح ان یکون مہرا المثل لان البضع غیر متقومة عند الخروج فتعین ایجاب ما اخذ منه دفعا للضرر المغرور۔

(۴۹۳)، او من دراهم ای ان قالت خالعی علی مافی یدی من دراهم لزما ثلثة لانہا اقل الجمع کما لو اقترأ ووصی بدرہم۔ (۴۹۴)، وکن الوقال من الدرہم

جو چیز باہر میں ہو وہ بہرہ معلوم نہ تھا کہ وہ کس قسم کی چیز ہو تو یہ نقطہ میں بیان کے لئے ہو گا نہ تعین کے لئے کہو کہ تعالیٰ جنتیوں کے حصہ میں سے اور ان کے حصہ میں سے ہونا کیا ہے۔

(۴۹۵)، اگر ایک عورت نے کہا طلقی ثلثا بالف یعنی ہزار پر کی عوض مجھے تو تین طلاقیں دیدی اور اس نے ایک طلاق دیدی تو ہزار کا تھا ہی عورت کو دینا پڑے گا اس واسطے کہ نصف اب عوض کی اور بچا کا کرنا ہو اور عوض موضوع پر تقسیم ہو سکتا ہو پس جب وہ تین طلاقیں کو ہزار پر دے کہ عوض میں بچا ہو تو کو باہر طلاق کو ایک ہزار کی ثلث سے ملتی ہے۔

(۴۹۶)، میں کہتا ہوں اگر مصنف ہم کو ثلثیہ کہتا تو مطلب یہی خوب سمجھا جاتا اور وہ چیزوں کے مقدمہ کی ضرورت نہ ہوتی جیسے فعل ماضی اور غلط قدم لے کر اس واسطے کہ جب شرط کے جزا فعل ماضی ہوتا ہو تو بدین قدم کی اولیٰ اور بدین (۴۹۷) نہیں داخل ہوتے۔

اگر عورت نے کہا طلقی ثلثا علی الف یعنی ہزار کی چیز پر مجھے تین طلاقیں دیدی اور اس نے ایک طلاق دیدی تو امام ابو حنیفہ رحمہ کی نزدیک ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اور خوند کو کچھ نہ دیا جائیگا۔

(۴۹۸)، صاحبین رحمہ فرماتے ہیں مروتہ مذکورہ میں طلاق بائن واقع ہوگی اور ہزار کا ثلث خاند کو دیا جائیگا اس واسطے کہ (ب) کی طرح (علی) بھی عوض کے اور داخل ہو سکتا ہے اور کہہ کر سکتے ہیں لیکن ہذا علی الف یعنی ایک ہزار پر چیز میں نے نہیں ہذا قدر وقت کی پس جس طرح پہلے مسئلہ میں ہزار

ولما کان مافی یدی مبہما لا یعرف من ای حبس ہو تعین ان یکون من للبیان لا للتبعیض کقولہ تعالیٰ اجتنبوا الرجس من الاوثان۔

(۴۹۵)، او طلقی ثلثا بالف فطلقها واحدة فغلثها ای فقد لزم ثلث الالف لان الباء تصعب الاعواض والعوض ینقسم علی المعوض فلما طلبت ثلثا بالف صارت طالبة کل طلاق بثلث الف۔

(۴۹۶)، اقول لو قال لزم ثلثها کان ابین ولم یحتاج الی نقد یرشدین وھما الفعل الماضی مع قد لان الجزاء اذا کان ماضیا لا یصدرا بالفاء بدون قد

او علی الف ای ان قالت طلقی ثلثا علی الف فوحد ای طلقها واحدة فالطلاق رجعی عند ابی حنیفہ بغیر شیء ای لا یلزمھا المال۔

(۴۹۷)، وقال ابین بثلثها ای تبین منه وعلیہا ثلث الالف لان علی تصعب الاعواض کالباء ویقال بثلث هذا علی الف فینقسم الالف هنا کما فی المسئلة الاولى وکما

اذا قالت طلقنی وضرت علی الف
فطلقها وحدها قسمه الالف علی
مهریهما ولزمها حتمین الالف ههنا
کما فی البیم اذا اجزء العوض ینقسم
علی اجزاء المعوض -

(۴۹۸)، وله ان علی للاستعلاء وضعا
فان تعدد یجعل للالزام ويقال
علیه دین فان تعدد یجعل علی
الشرط لمناسبة ان المعلق بالشرط
وجود شیء وبالإلزام وجوب شیء
ومنه قوله تعالی یبایعک علی
ان لا یشکرک باللہ ای بشرط ان لا
یشکرک فمتی لم یتعد الشرط
لا یجعل علی المعاوضة والطلاق
قابل للتعلیق فیجعل علی فیه الشرط
مخلات البیم فانه غیر قابل للتعلیق
فجعل علی فیه مجازا عن الباء لاتصال
بینهما واما مسئلة الضرر فعلی
الاختلاف ولکن سالم انها وفاقية
فالفرق ان علی ان جعلت للشرط
فالالف کله علیها لان غرضها
وقوع طلاقها وليس لها فی طلاق
ضررها غرض صحیح وان جعلت
للمعاوضة فنصفه علیها فاعتبر
النصف ینتیقنه

کی طلاق تو نہ پر تقسیم ہو جاتی اور یہاں ہی ہو جائیگی اور عیسے کوئی
عورت کچھ نہ کہے جو کہ میرے سو گنہگار اور میرے بھلاؤں کی طرف سے
دو سو گنہگار کی میری توبہ ہزار دہان ہی اون دونوں کی ہر تقسیم
ہرگز بقدر اور ہرگز حصہ نہیں ہے کہ ہر گناہ وسیلہ غافلہ کو بھی عیسے
کی اندر اس واسطے کہ عوض کے اجزاء معوض کے ہر جز پر تقسیم ہو جائے عیون -
(۴۹۸)، امام صاحب رحمہ کی دلیل یہ ہے کہ اہل وضع کی اعتبار
سے علی کا شرط استعلاء اس کے لئے ہے کہ ہر گناہ استعلاء کے مکمل ہونے تک نہیں
نتیجہ تو لازم کر نیلے سلا ہوتا ہے عیسے علیہ دین اور اگر یہ معنی بھی
نہ ہو سکتے ہوں تو شرط کے لئے ہوتا ہے اور نہ دونوں میں یہ
مناسبت ہے کہ شرط کے ساتھ ایک شے کا وجوب معلق ہوتا ہے اور لازم
کرتی ہیں اس شے کا وجوب ثابت ہوتا ہے اور ایسی قبلہ سے اس
جملہ حلالہ کا یہ قول ہے یا یتک علی ان لا یشکرک باللہ یعنی اس
شرط پر کہ عورتین تجھے سب سے کہیں کر شرک نہ کرے گناہ تو
جب تک شرط کے معنی ایک جگہ نہیں سکتے ہیں معاوضہ کے معنی پر
نظر علی کو نہ معمول کر نیلے اور طلاق ایسی چیز ہے کہ وہ مشروط
بشرط ہو سکتی ہو لہذا وہاں شرط کی معنی لے جائیے گناہ یا بیع
کی کہ اس میں قابلیت تعلیق بالشرط کے نہیں ہے لہذا اس میں نہ
علی کو مجازا (بیم) کی معنی میں سبب و دوزن کہ باہمی
اتصال کے لینے کے باقی رہے سو گنہگار کے صورت تو وہ خود مختلف
فہم سئلے ہو اور اگر ہم اس بات کو مان لیں علی کہ اوپر سے طلاق
ہو تب بھی دیکھ کر قیاس قیاس مع الفارق جولو قیاس ہو کہ ان پر لفظ علی
شرط ہو لہذا جائی تو یہ ہی کہ یہ لفظ اوپر ہوا نہیں اس واسطے کہ اس کی
غرض ہے طلاق کا ہونا اور سو گنہگار کی طلاق ہونا اس کی تعلیل کے فضلہ راست
اور اگر حاضہ کے لفظ مجازا تو یہ لفظ اس واسطے ہونا چاہیے کہ نصف کا
ہی اعتبار کیا گیا ہو نہ کہ نصف کی وجہ ہونے میں تو کچھ شک ہی نہیں ہے۔

(۴۹۹)، فان قيل كيف يجعل تطليق ثلاث شرطاً للالف وكلمة على دخلت على المال لا على الطلاق قلنا مطلوبها الطلاق بتبعية أيضاً المال به فلما كان المال غير قابل للتعلق جعل دخول على عليه كدخوله على الطلاق لا اتصال بينهما۔

(۵۰۰)، او طلقى اى لو قال لامرأتہ طلقى نفسك ثلاثاً بالف او عليها اى او قال على الف فوحدت اى طلقت نفسها واحدة لم يقع شيء الا لم يرض بالبينونة الا لتسليم جميع الالف فلو وقعت واحدة بثلاث الالف لكان ضرراً له بخلاف المسئلة الاولى وهى قولها طلقنى على الف حيث يلزمها ثلاث الالف عندها لانها لما رضيت بالبينونة بالالف فلان تكون راضية بثلاث الالف اولى۔

(۵۰۱)، او طلقنى اى لو قالت طلقنى واحدة بالالف فثلاث بتشديد اللام اى طلقها ثلاثاً ولم يذكرا الالف فهن واقعات اى يقع الطلقات عند ابي حنيفة بغير شيء لانها سألت واحدة فخالفت ما سألته بايقاع

(۴۹۹)، اگر عرض کیا جائے کہ میں طلاق کا دینا ہزار کی شرط کس طرح ہو سکتا ہے اس واسطے کہ لفظ طلقی مال کے اوپر داخل ہوا ہے تو طلاق کے اوپر تو وہ سب کا جواب ہے کہ عورت کی غرض یہ ہے کہ خاوند اگر اس کو طلاق دے تو وہ کچھ مال و سکے بعد خاوند کو دیدے پس جب مال کے اندر شرط ہوئی تو قابلیت نہیں جو تو وہ سکے اوپر ملے گا داخل ہو گا ایسا ہو جیسا طلاق پر داخل ہونا کیونکہ اونہیں باہم اتصال ہے۔

(۵۰۰)، اگر ایک شخص نے بیوی سے کہا بعوض ایک ہزار کے تو آپ کو تین طلاق دی لی یا ہزار پر کہا اور اس نے عرض ایک طلاق دی لی تو وہ ایک طلاق نہ واقع ہو گی اس واسطے کہ وہ تو پورے ہزار دینے کے لئے سے اس کی طمع کی پر راضی ہو رہا ہے پھر اگر ایک طلاق ہزار کے ثلث کے عوض ملے سکے اوپر واقع ہو جائے تو اس میں خاوند کا نقصان ہو بخلاف مسئلہ اوّل کے یعنی طلقی ثلاثاً علی الف کہ وہاں پھر صاحبین رحمہ کی نزدیک ایک طلاق دینے سے ہزار کا ثلث خاوند کیلئے عورت پر لازم ہو جاتا ہے اس واسطے کہ جب ہزار کے بدلہ عورت جدا ہوئے پھر راضی رہے تو ہزار کا ثلث دیکر جدا ہوئے پر بطریق اوّلے راضی ہو گی۔

(۵۰۱)، اگر عورت نے کہا تو مجھ کو عوض ایک ہزار کے ایک طلاق دیدے اور اس نے کہا میں نے تین طلاعاتین دے دیں اور ہزار کا کچھ نہ ذکر کیا تو نام صاحب ہر کی تزویک یہ تین طلاعاتین واقع ہو جائیں گی اور عورت پر کچھ نہ ملتا لازم نہ ہو گا اس واسطے کہ اس نے ایک طلاق مانگی تھی پس نے تین طلاعاتین دیکر عورت کی مخالفت کی اور جو اس نے ذکر کیا ہے وہ عورت

کے کلام کا جواب نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ جواب سوال کے مطابق ہوا کرتا ہے اور ایسا ہوا کہ گویا اپنی طرف سے تین طلاقیں دین لہذا ہزار عورت کے اوپر نہ واجب ہو گئے۔

۵۰۲۔ صاحبین رحمہم اللہ نے تریک عورت کے اوپر ایک ہزار کاثلث ایک طلاق کے بدلہ میں واجب ہوا جائیگا اس واسطے کہ اس نے ایک طلاق واقع کر کے تو اس کے سوال کا جواب دیا اور باقی دو اپنی طرف سے تہہ بربادی ہیں۔

۵۰۳۔ چاہتا چاہئے کہ نصف رحمہم اللہ کا قول کہ صاحبین رحمہم اللہ نے تریک عورت پر ثلث لازم ہو گا اس قول کے جو معنی اور کافی اور قاضی خان کی جامع معیئر میں مذکور ہے وہ مخالف ہے کہ تریک عورت کاوند سے کسی ایک ہزار کے عوض میں ہو گا ایک طلاق دینی اور اس نے تین طلاقیں دیدیں اور ہزار کا کچھ ذکر نہیں کیا تو امام صاحب رحمہم اللہ نے تریک عورت میں واقع ہوا جائیگی اور عورت پر کچھ لازم نہ ہو گا اور صاحبین رحمہم اللہ نے ایک طلاق پر ہزار کا عوض نہیں دیا بلکہ طلاق کے عوض کے لیے اس کا نصف ذکر کیا کہ صاحبین رحمہم اللہ نے طلاق کے عوض کے لیے اس کا نصف ذکر کیا کہ

۵۰۴۔ اگر خاوند نے اس عورت کے اندر اس کی جواب میں یہ کہاتیرساویہ میں طلاق میں جو مثل ایک ہزار کے یا ایک ہزار پر تو امام صاحب رحمہم اللہ نے تریک طلاق کا واقع ہونا اور اس کی ساقہ مل کر لازم ہونا عورت کے قبول کرنے پر موقوف ہو گا جب تک کہ وہ قبول نہ کرے بلکہ طلاق نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ اس نے یہ کلام اپنے طرف سے کہا ہے اور اس کے کلام کا جواب نہیں ہے پس جب وہ قبول کر لگی تو تین طلاقیں ہوں ایک ہزار کے واقع ہو جائیگی۔

الثلث فما ذکرہ لا یصلح ان یکون جوابا لہا لان الجواب ما یکون موافقا للسؤال فکان مبتدیا بالطلاق فلا یجب الالف۔

۵۰۲۔ والزماھا الثلث ای قال علیہا ثلث الالف بآراء الواحدة لانه اجاب سوالہا بایقام الواحدة وابتدأ بزيادة الباقی۔

۵۰۳۔ اعلم ان قوله والزماھا الثلث مخالفة لما ذکر فی المصنفی والکافی والجامع الصغیر لقاضی خان من انها اذا قالت طلقی واحدة بالفاء فطلقھا ثلثا ولم یدکر الالف فینقم الثلث بغير شیء عندہ وعندہما یقیم واحدة بالالف وثلثان بغير شیء فلو قال والزماھا واحدة بالفاء لکان احسن وافق۔

۵۰۴۔ ولو اجابہا ای الزوج امرأۃ فی هذه المسئلة السابقة بآلت طالق ثلثا بالفاء او علیہا ای او قال علی الف فهو ای وقوع الطلاق الثلث مع لزوم المال یتوقف علی قبولہا عند ابی حنیفة فمالہم تقبل لا یقع لان جعل کلامہ استجداء ایقاعا لاحو اباعنها فاذا قبلت یقیم الثلث

+ + + + +

۵۰۵) صاحبین ہم فرماتے ہیں اگر کسی نے قبول نہ کیا تو صرف ایک طلاق واقع ہوگی اور اس پر ایک ہزار انعام ہوگی اس کے کفارہ بالکلام ایہ طلاق کے حصین کے کلام کا جواب ہے جیسا کہ آئیگا اور اس نے قبول کر لیا تو ایک طلاق ہزار کے عوض اور دو طلاقین بلا عوض واقع ہوگی اس واسطے کہ وہ دواوس نے اپنی طرف سے دی ہیں۔

۵۰۶) قاضیان نے جامع کبیر میں بیان کیا ہے اور جو دیگر دو طلاقین بلا عوض واقع ہوں گی کسی گریہ کو ایسے کلام سے بیان کیا ہے جو طرح سب کے مقابل میں ہزار ہوگی صورت میں بیان کیا جاتا ہے اور اس کی قبول کر نیکی ضرورت ہر جہاں طرح کو اپنی بیوی سے جو صغیر ہے کچھ کر نبض ایک ہزار کے تیرے اوپر طلاق ہے تو اگرچہ ہزار بیوی کو نہ دینے پڑے بلکہ طلاق جب ہی واقع ہوگی جب وہ قبول کرے۔ اس مسئلہ میں اور مسئلہ سابقہ میں یہ فرق ہو کہ پہلے تصدیق تو اس نے ہزار کا ذکر جواب میں نہیں کیا ہے اور بیان ہزار کا ذکر کر دیا ہے۔

۵۰۷) بعض نے بیان کیا کہ اگر امام محمد رحمہ اللہ صاحب رحمہ کی قول کی طرف رجوع فرما لیا ہے اور بعض یہ بھی کہ تصحیح کلام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک اگر عورت نے قبول نہیں کیا تو اس پر ایک طلاق واقع ہوگی اور ہزار کا ٹکٹ لازم ہوگا اور اگر قبول کر لیا تو تین طلاقیں واقع ہوگی اور ہزار ہر دو پہلا نام ہوگا شیخ ابو الحسن نے بیان کیا ہے جو بیانات ہمیں سنا اس کے خلاف نہ تین کے مقابلہ میں ہزار کو ذکر کیا ہے اور اس کی قبول نہ کیا تو ایک طلاق ہزار کے تین کے عوض پڑ جائیگی اور قبول کر لیا تو ایک ہزار کے بدلے تین ہی ہو جائیگی۔

۵۰۸) اگر بیوی سے کہتا تیرے اوپر طلاق ہے اور تیرے اوپر ہزار روپیہ میں تو خواہ عورت

۵۰۵) و قال ان لم تقبل طلقت واحدة فقط وعليها الف لان كلامه جعل حوا با في حق الواحد وان قبلت طلقت ثلثا احد لهن بالف واثنتان بغير شيء لانه مبتدئ فيهما۔

۵۰۶) و في الجامع الكبير لقاضي خان انما يشترط القبول للاخيرين وان لم يقابلها مال بصيغة المقابلة لكن قال لامرأته وهي صغيرة انت طالق بالف يتوقف على قبولها وان لم يلزمها والفرق بين هذه المسئلة والمسئلة السابقة ان الالف في كلامه لم يذكر فيما سبق وذكر في هذه المسئلة۔

۵۰۷) محكي ان محمد ارجع الى قول ابي حنيفة وعن ابي يوسف انها ان لم تقبل فهي واحدة بثلث الالف وان قبلت طلقت ثلثا بالف قال الشيخ ابو حسن هذا هو الصحيح لان الزوج جعل الالف با ذاء الثلث فان لم تقبل وقعت واحدة بثلث الالف وان قبلت وقع الثلث بيها

۵۰۸) وانت طالق اي اذا قال لامرأته انت طالق وعليك الف

فہی طالق عند ابی حنیفہ قبلت
اولم تقبل بغیر شئی ای لایزما
(۵۰۹)، وادقاعہ علی قبولہا ان قبلت
یقم ویلزمہا المال والا فلا لان علی
للمعاوضۃ والعطف غیر
مانع عنہما اذا قال اعمل هذا
العمل ولك درهم اربع هذا اولك
الف۔

قبول کر سنے یا نکر ہی امام صاحب رحمہ کی نزدیک اوپر
طلاق واقع ہو جائیگی اور اوپر کچھ نلزام ہوگا۔
(۵۰۹) ہا سہین رحمہ کی نزدیک طلاق او کی قبول کر کے پر
موقوف ہوگی اگر قبول کر لیا تو طلاق واقع ہو جائیگی اور ان لازم
ہو جائیگا ورنہ نہ ہوگی کہ علی پند و بین او پر کا نقطہ معلوضہ کے لئے
آتا ہو اور عطف او کی منافی نہیں ہے جیسے کوئی شخص کہے تو یہ
کام کر دے اور تیرے لئے ایک درم سہ ما اس پیر کو
فوضہ کر دے اور تجھے ہزار درم دیں۔

(۵۱۰)، وله ان الوار للعطف والاصل
فی الجمل الاستقلال فیقم بالجملۃ
الاولی طلاق ولا یلزم مال بالثانیۃ
بخلاف البیع والاجارۃ لانہما
لا ینفکان عن المال۔

(۵۱۰) امام صاحب رحمہ کی دلیل یہ ہے کہ بھان پر حرف عطف
کا پایا جا تا ہو اور اصل جملوں کی اندر شک متقل نہیں ہیں پس پہلے
جملہ سے طلاق واقع ہو جائیگی اور دوسرے سے مال ثابت
نہوگا بخلاف بیع اور اجارہ کے کہ وہ بدون مال کے
ہو ہی نہیں سکتے۔

(۵۱۱)، او علی عبدی ای لو قال
لہا انت طالق علی عبدی هذا
فقبلت اوقعناہ من غیر لزوم
قیمۃ۔

(۵۱۱) اگر فائدہ سے غلام کی طاعت اشارہ کر کے میری
سوکھا میرے اس غلام کے عوض تیرے اوپر طلاق ہے اور
اوس نے قبول کر لیا تو ہمارے نزدیک طلاق واقع ہو جائیگی
اور عورت پر غلام کی قیمت نلزام ہوگی۔

(۵۱۲)، وقال زفر یلزمہا قیمۃ العبد
لانہ سمی مالا وقبلت وعجزت
عن تسلیمہ فلزمہا قیمۃ کما لو
سمی عبد الغیر۔

(۵۱۲) امام زفر فرماتے ہیں غلام کی قیمت عورت کو
دینی چڑیگی، اس واسطے کہ غلام نے ایک مال بیان کیا اور عورت
نے قبول کر لیا کہ اس کو دے نہیں سکتی ہے لہذا قیمت دیگی
جس طرح کسی اور کے غلام کو بتا دیتا۔

(۵۱۳)، ولتان وجوب القیمۃ مبنی
علی صحۃ التسمیۃ و ہنا لم یصح
التسمیۃ لان المسمی فی ید ملک
وتسلیمہا الیہ غیر متصور بخلاف

(۵۱۳) ہا سہی یہ دلیل ہے کہ قیمت کا واجب ہونا اس بات پر
موقوف ہے کہ اس کا مقرر کرنا صحیح ہو اور بھان اوس غلام کو
عوض میں مقرر کرنا درست ہی نہیں اس واسطے کہ وہ تو مالک
کے قبضہ میں موجود ہے ہی ہو اور اس کی قبضہ میں دینے کے کیا معنی

عبدالغیر لان تسلیمہ ممکن عند
اجازت۔

معنی بخلاف دوسرے کے غلام کے کہ اگر وہ دوسرا اجازت
دیدہ تو عورت وہ غلام خاوند کو رد نہیں کرتی۔

(٥٤) ولما اختلعت وهي مريضة على مال اعتبرناه من الثلث -

۵۱، اگر عورت نے اپنی بیماری کے حاتمیں بعض ماں کے
خانہ سے نکل کر ایسا ہی تو ہمارے نزدیک تلف مال سے ہو سکتا۔

١٥٠ وقال من فرعت بر بدل الخلع
من جميع المال لان البضع متقوم عند
الدخول في الملك ولهذا الوتر زوج
المريض امرأة بمهر مثلها يكون من
جميع المال فكذا عند الخروج

(۱۵) امام مفسر فرماتے ہیں اکل مال سے خلق کو کسکتی ہے۔ اس واسطے کہ ملک میں داخل ہوئے وقت بعض کی قیمت پہنچی ہو وہندہ اگر کوئی زمینیں کسی عورت سے منہر شریعہ کر کے تو تمام مال سے اس کا عمر لیا جائیگا اس واسطے کہ عورت سے خارج ہو کر وقت ہی اس کی قیمت پہنچی ہو۔

٥١٦، ولنا انه تبرع لان البضع غير
مستقيم حال الخروج-

۵۱۶) ہمارے دیس میں یہ حکم ہو گا کہ غلط کاموں کی طرف سے منع ہو اور لوگوں کی ہر طرح کی غلطی سے روک دیا جائے۔

٥١٤ ثم السعي في قبره عند اذا مات بعد انقضاء
العدة وان ماتت فيها فله زوج الاقل
منه ومن الميراث ان كان يخرج من
الثلث وان لم يخرج فلها الاقل من
ميراثها ومن الثلث

۵۱۶ بہن نفع جو حور سے لئے مفر کیا ہے ہمارے
تذریک اور سجادہ استیجا کہ عبادت کا بعد عرجہ کا مقام
ہو جو لوگ مدت کو گذر گئی تو خداوند کے سر میں ہوا اور وہ شیخ جو حکم
ہو گا وہ دیا جائے گا اور وہ ایک ہی ہو گا اور وہ شیخ جو حکم ہے کہ تم
اور اس کا خدا کا شکر ہے کہ یہ ساری امور کا بعد عرجہ کا مقام ہے -

(٥١٨) والمبارأة بالهمزة وتركها
خطأ وهي ان يقول لامرأته برئت
من نكاحك بكذا او تقبله هي والغلم
يسقط بهما حقوق النكاح عند المجنونة
من المجانين اى لا يبقى لاحدهما على
الاخر دعوى في المهر.

(۵۱۸) امبارت یعنی اپنی سیوی سے کتنا اتنے مال کے عوض
میں تواجے نکاح سے رہا ہوگی اور اس کا قبل کر لیا اور ایک
تعلقہ دو تونل سے بھریں ہیں اگر امام صاحب کی فرزند
کی ان کو دے سے جابائیں سے حقوق نکاح کے ساقط
ہو جاتے ہیں یعنی کسی کو دوسرے پر مہر کا
دعویٰ نہیں رہتا۔

٥١٩، اعلم ان الخلع على قوله على اربعة
اوجه اما ان لا يسمى شيئا او سميا
المهر او بعضه او مالا اخر فكل وجه على

۱۹۵۱ء) جانتا جا سکے کہ امام صاحب نے کہے تو ان کے موافق قطع
ی جا رہے تھے۔ یہاں پر دو نوٹوں کی کچھ تبدیلی مقرر کر دی۔ پہلے
دو مہینے قرار دیے گئے۔ پھر چھ مہینے قرار دیے گئے۔

۱۔ نہیں کل اسکا تواتر اور برائے میں سے جو کہ ہوگا وہی اسکو دیا جائیگا۔

والخلم ماسمیاء۔

۵۲۲، ویوافق الاول ای ابو یوسف
ابا حنیفہ فی الاول اعلیٰ مبارات
والثانی فی الثانی ای وافق محمد افی
الخلم لان المبارات مفاعلة یقتضی
البرائۃ من الجانبین مطلقا لکن صریحا
بدلالة الحال البراءة عن حقوق النکاح
واما الخلم فیقتضی البیتونة فقط فیزول
نفس النکاح لاسائر احکامہ۔

۵۲۳، ولحمد ان هذا عقد معاوضة
فوجب الاقتصار على البذل المشروط
کسائر المعاضات ولهذا لم یسقط نفقة
العدة والتفقة مع کونها اضعف من
المهر اذا لم یسقط فالمهر اولی۔

۵۲۴، ولا یحیی حنیفۃ ان الخلم صلح وضع
لقطع المنازعة وذا انما یقتضی اذا السر
یبق لاحد هما حق متعلق بالنکاح
على الآخر واما نفقة العدة فان
شرطه فی الخلم والمباراة سقط والا
لا واما نفقة الولد وهی مؤنة الرضاء
لا یسقط اتفاقا الا اذا اشترط اسقوطها
وان شرط ان وقت لذلك وقتا کمنه
ونحوها جازو الا لم یجز ولم یقع البراءة
کذا فی الکفاية

فصل فی الظہار

جو اونہوں نے مقرر کیا ہے ساقط ہو جائیگا۔

۵۲۲، امام ابو یوسف رحمہ سہارات کے اندر امام صاحب رحمہ
کے موافق ہیں اور خلق کے اندر امام محمد رحمہ کی موافق ہیں اسلئے
کہ مبارات باب مفاعلت سے ہی اور وہ جانبین سے ہر طرح
کی برات کو چاہتی ہے مگر قرۃ العالیہ سے بات پر دالت کرتا ہے
کہ اونہیں لئے حقوق نکاح سے برات مراد لی ہے اور خلق صرف
بینونت کو چاہتا ہے لہذا اتفاق نکاح اس سے جائز ہو گیا باقی
احکام نکاح کے اس سے زائل نہ ہو گئی۔

+ + + + +

۵۲۳، امام محمد رحمہ کی دلیل یہ ہے کہ یہ عقد معاوضہ ہے سو اسلئے
جو عوض مقرر ہوا ہے صرف اس سے بقیہ رہا دندہ کذب سے ساقط
ہو جائیگا جس طرح اور معاوضات کا حال ہو وانداز حالت عدت
کا نفقہ اس سے ساقط نہیں ہوتا پس جب نفقہ باوجود کہ
بہت ہو کہ ایک بنیاد پر نہیں ساقط ہوتا تو یہ دلیل اولیٰ ساقط ہو گئی
۵۲۴، امام صاحب رحمہ کی دلیل یہ ہے کہ قطع لیسہ کلمہ صلح جو
قطع منازعت کے لئے مقرر ہوا ہے اور قطع منازعت اوس وقت ہو
سکتا ہے کہ جب کسی کا دوسرے کے اوپر نکاح کا متعلق کوئی حق
نہ رہا اور باقی رہا عدت کا نفقہ تو یہ ایسی چیز ہے کہ اگر قطع اور
سہارات کی بنا پر اسکو بھی جمل قطع میں مقرر کر لیا ہے تو
منازعت کذب سے ساقط ہو جائیگا ورنہ نہیں اور اولاد کا
نفقہ بیحدہ دودہ چلانے کے صحبت بالاتفاق ساقط نہ ہوگی مگر
جب اسکا سقوط ضرر علیہا جائی اور اگر اس کے لئے اونہوں
نے ایک مدت طلاق سال مقرر کر لیا تو بھی صحیح ہے ورنہ جائز نہیں
اور عدت صحیحی۔ کہ فی الکفاية۔

فصل فیہار کے بیان میں

۵۲۵، اذا ظاهرو من امرأتہ بان
شبهها وعضوا منها یعبرہ عنها ای
یعبربا لعضو من ذات المرأة کالرجل
و الوجه و نحوهما و اجبرء ای شبه
جزءا شائعا لکصفها و ثلثا لعضو ای
بعضو امرأة و هو متعلق بشبه یحرم
علیه ای علی الزوج النظر الیه ای الی
ذلک العضو الجملۃ صفة عضون من هذه
للبيان ای العضو المشبه به یکون من
امراة یحرم علیه نکاحها مؤبدا کامه
و بنته و اخته و نحوها۔

۵۲۶، زاد فی النهایة تمیذا اخرنا قلا
من شرح الطحاوی و هو لفظا اتفاقا
لیخرج امر المزلزله بها و بنتها لانه لو
شبهها بما لا یتصور مظاهرا و فی شرح
المختار یکون مظاهرا عند ابی یوسف
خلاف الحمد هذا ابتداء علی ان القاضی
اذ اقضى بجواز نکاحها ینفذ عنده
خلاف ابی یوسف۔

۵۲۷، و فی المحيط لو قبل امرأة او
لمسا بشهوة ثم شبه امرأته ببنتها
لا یتصور مظاهرا عند ابی حنیفة ولا یفتی
هذا و طئها لان حرمتہ منصوص علیها
و حرمة الدواعی غیر منصوص علیها۔

۵۲۸، فعد حرم علیہ و طئها ای وطئ

۵۲۵، اگر ایک شخص بنی یوسی سے نکاح کرے تو اس سے
صحت کرنا اور اس کی دوائی نکاح یوسہ لیتا یا معاشر کرنا جب تک
کہ کفارہ نہ دی ہو ورنہ ایسی صورت نہ ہو کہ اپنی بیوی کو یا
اس کی کسی ایسی عضو کو جس کے ساتھ نکاح کو تعبیر کر سکتے ہیں جیسے
سر یا مؤخر یا اس کی ایک حصہ کو جو ہر طرف سے اوپر کا حصہ نہ ہو سکتا
ہو مثلا نصف یا ثلث کسی ایسی صورت سے جو ہمیشہ کے لئے اور ہر
حرام پر ممانعت یا پیش یا پس و غیرہ کے یا اس کی ایسی عضو سے
تشبیہ یا کج طعن اس کو دیکھنا حرام ہو تبعضو کا لفظ ترکیب میں
شبه کی متعلق ہو اور بحکم علیہ النظر الیہ طہر ہو کر عضو کی صفت ہو اور
من امرأة من من کا لفظ عضو تشبیہ کے بیان کے لئے جو جیسی صورت
کے عضو سے تشبیہ دی جس کے ساتھ کسی وقت میں نکاح جائز نہ ہو سکتا

۵۲۶، نہایت کی اندر شرح طحاوی سے نقل کر کے یہ بالاتفاق
کے اس کی اندر اور بشرط ایسی جو جس کے ساتھ تشبیہ دی ہو
اس کی ساتھ بالاتفاق ہمیشہ کے لئے نکاح حرام ہوتا کہ نکاح کی ہوئی
عورت کے ان اور اس کی بیٹی اس سے خارج ہو جائیں اگر ان کی بیوی
یا اس کی عضو کو مزینہ کی حالت میں ہو یا اس کی عضو سے تشبیہ دی ہو
نکاح نہ ہو اگر شرح المختار میں ہو کہ ابو یوسف میں نکاح نہیں ہوگا نکاح فی
حدیث کے اس کی بیان سے ہو کہ اگر کسی عورت سے نکاح ہو جائے یا
سب سے نکاح ہو جائے یا حکم دیکھ تو امام محمد نے ذکر دیکھنا نافذ

۵۲۷، عید میں بیان کیا ہو اگر ایک شخص کسی عورت کا یوسہ لے لے
یا شہرت سے اس کو سکھائے تو نکاح اور پرانی بیوی کو اس کی بیٹی کے ساتھ
تشبیہ کی تو امام صاحب رحمہ کے نزدیک نکاح نہیں ہوگا اور یہ حال
نکاح کا نہ ہوگا اور اس لئے کہ نکاح کی حرمت منصوص ہے اور اس کے
دو ایسی کی حرمت منصوص ہے ثابت نہیں ہو۔

۵۲۸، نکاح کے اندر جماع اور اس کی دوائی کے حرمت میں

نکاح کی حرمت منصوص ہے اور اس کے

کفار و ادا کنندہ نہیں جاتی تھے اگر اگر اسکی بیوی مرتد ہو گئی اور وہ

دار الحرب میں جا ہو چکے اور یہ قہر ہو کر دار الاسلام میں آئی اور طلاق
نے اسکو خرید لیا یا بخاندانہ اسکو تین غلامین دیئے ہیں اور یہ
اور تحلیس اس سے نکاح کر لیا تو یہ دونوں کفار و دی اوس سے عہد کرتا
درست نہیں ہے بقول اہل اہل الذین یہ ظاہر ہوں من سناہم ثم یعودون
لما ذلوا فموررتہ من قبل ان یتاسی الخ اور جو لوگ اپنی بیویوں
سے نکاح کرتے ہیں پہر اپنی قول سے پہر جاتے ہیں تو ایک بڑا بگاڑ تو بن
کے لئے ہے پہلے آزاد کرنا لازم ہے۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ حضرت
اوس رضی اللہ عنہ اپنی بیوی نکاح کرنا چاہتے ہوئے دیکھا اور وہ صورت
شکل کے بھی نہیں جلد و نمون نے سلام پیر اٹھتے اور اسکو
انہو مائل کو لایا اور نمون نے انکار کیا تو وہ غضب من اکر تھا مگر
تبیخہ فرما کر حضرت علیؑ اسکو علیہ وسلم کے حضور لے گئے تو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم دو نکلا و پر حرام ہو گئیں اس سے اونکا
دلی غلین ہوا اور عرض کرتے گئیں میرے چہرے ٹھوٹے پیچھے ہیں اللہ
اور اسکی حوالہ کر دیکھو تو فرما بیست پہر بیٹے اور اگر اپنے پاس کوئی
تو ہو کون موصیائے اوصداغی تعالیٰ کی ہدایت دے روئے دیکھتے گئیں
اور کہنے لگیں ہاں خدا یا نبیؐ جی کے زبان پر میری حق میں کجمنہ لڑائی
وہ یہ کہہ رہی تھیں کہ آنحضرتؐ پر وحی کے آنے سے نمایاں ہو گئی
اور یہ آیت نازل ہوئی قد سمع اولہ قول اللہ تعالیٰ و کتب
نے نہجہ اٹایا اور یہ ظاہر ہوں من سناہم سے اسبات
کی حضرت اشارہ پایا حیا تا سہ کہ باندہی سے
نہا رہتے ہیں ہوتا۔

(۵۲۹)، اگر کفارہ دینے سے پہلے بیوی سے محبت کر لیا تو اس
گناہ کی خدا سے مغفرت ناکل اور اوم ہووے مگر کفارہ کے
سوا اور کچھ اور اسکو دینا چاہیگا اسواسلے کہ حدیث شریف میں مذکور

امرأتہ بدوا علیہ کالقبلة
والمعافاة الی ان یکفر عن ظہارہ وھذا
المحرمۃ لا یرتفع بسبب الا بالکفاسۃ
حتی لو استدت من وجتہ ولحققت ببلد
الحرب ثم سنیت واستراھا زوجھا
او طلقھا ثلثا ثم تزوجھا بعد التحلیل لیس
لھا وطئھا بلا تکفیر لقولہ تعالیٰ والذین
فیظاہرون من نسائھم ثم یعودون لما
قالوا فصریر قبة من قبل ان یتاسا
الایۃ ساری ان خولة امرأة اوس راھا
زوجھا وھی تصلی وکانت حسنة الجسم
فلما سلمت اودھا فابت غضب فقال
منہا فانت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال مہلح
علیہ ففقت وقالت ان لی صبیۃ
صغار ان ضممتہم الیہ ضاعوا
وان ضممتہم الی جاعوا و شکت الی
اللہ تعالیٰ فقالت اللھم انزل علی لادن
نبیک فتنبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوحی فذلت
فیہا قد سمع اللہ قول النبی جاد لک
فی تزوجھا الی اخر الایۃ و فی قولہ
تعالیٰ من نسائھم اشارة الی
ان الامۃ لا ظہار منہا

(۵۲۹)، فان اقدام متلہ ای علی الجماع
قبل التکفیر استغفر اللہ ولا شیء علیہ
غیر الکفاسۃ لما ماری اہ عوم قال

حذت المصافات -

مضاف -

(۵۳۴) وان قال لامرأته انت علی مثل امی فخذ الکناية یسأل فیها عن نیتہ فان نوى الکرامة ای ان قال اردت انفا مکرمه عندی کامی صدق لانه محتمل کلامه۔

(۵۳۴) اگر ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا تو میری اوپر ان کے مانند جو تو وہ الفاظ کنایہ میں سے ہی یہاں اوس سے نیت دریافت کی جائیگی اگر اوس نے کہا میری یہ مراد تھی کہ وہ عورت میں میرے نزدیک میری ماں کے مانند ہو تو اوس کا یہ کہنا مستحب ہو گا اس واسطے کہ اوس کے کلام کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں۔

(۵۳۵) او الظہار ای ان قال اردت الظہار کان ظہاراً لانه لو شہها بظہر الام کان ظہاراً فاذا شہها بکلمها کان اولی۔

(۵۳۵) اور اگر اوس نے کہا میں نے تمہارے کلام کا ارادہ کیا تو یہ ظہار ہو گا اسلئے کہ ان کے پیشہ کی سابقہ تشبیہ دینے سے ظہار ہو جاتا ہے اور یہاں تو اس کی ذات کے ساتھ ہی تشبیہ دی ہے پس بطریق اولیٰ ظہار ہو گا۔

(۵۳۶) او الطلاق ای ان قال اردت الطلاق فبأشأ ای فقد کان طلاقاً بأشأ لانه شہها بالام فی الحرمه فصار کانہ قال انت علی حرام ونوى الطلاق۔

(۵۳۶) اگر اوس نے کہا میں نے طلاق کا ارادہ کیا تو طلاق بائن واقع ہو جائیگی اسلئے کہ ان کے ساتھ حرمت میں اس سے تشبیہ دی تو گویا ایسا ہو جیسا کہ اوس سے اوپر حرام ہو اور طلاق کی نیت کی۔

(۵۳۷) وان لم یؤفلیس بشی لانه یحتمل وجوها فلا مرجح لبعضها۔

(۵۳۷) اور اگر گنجینہ نیت نہیں کی تو یہ قولی کچھ بھی ہو گا اور تعجب نہ جائے کہ اس واسطے کہ اس کی نیت میں کچھ بھی ہو گا کیونکہ اس میں کچھ نہیں پایا۔

(۵۳۸) وجعله ای محمداً هذا التشبیه الخالی عن الفیة ظہاراً لوجود التشبیه بالام فیہ صریحاً۔

(۵۳۸) امام محمد رحمہ کی نزدیک نظر اسلئے کہ اگر کچھ نیت نہیں کے ہے تو تین بار ہو گا کیونکہ صراحتاً ان کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔

(۵۳۹) او انت ای قال انت حرام کظہر امی بنیة الطلاق او الایلاء فهو ظہار عند ابی حنیفة وکلاماً بونی ای مانواہ من الطلاق او الایلاء فهو معتبر۔

(۵۳۹) اگر نبی بیوی سے کہا تو میرے اوپر حرام ہو جیسے میری ماں کے پیشہ اور طلاق یا ایلاء کی نیت کے تو امام صاحب رحمہ کی نزدیک نظر ہو گا۔ اور صاحبین رحمہم فیہم جو نیت کی ہے وہی ہو گا اور اس کی نیت معتبر ہو گی۔

(۵۴۰) تید بنیة احدہما لانه لو نوى

(۵۴۰) طلاق یا ایلاء کی نیت کر لی تو ایسا ہی طلاق ہو گا

حتى لو كانت مرتدة جازد المصروف
الى الكفارة ما لیتهدون اعتقاده وكونه
عدو الله لا یمنع التقرب الى الله
ولهذا لو نذر بالعتق خرج من عهده
بعتق الکافر وله فی المسئلة الثانية
ان المكاتب یستحق العرية بجهة فلا یجوز
اعتاقه للكفارة کالمدرود ام الولد
ولن ان الرق فی المكاتب قائم من کل
وجه ولهذا کان قابلاً للفسخ ونقصان
الملک فیه یدل الا یوجب نقصان رقبته
کالما ذون فی القارة

۵۴۹) ولا یجوز المدبر و ام الولد لانها
حران من وجوب هذا لیس عودها الى الرق
۵۵۰) ولا مقطوع الیدین لفوات
منفعة البطش عنه اذ ابها میهما
لفوات قوت البطش عنه او الرجلین
لفوات منفعة للشیء عنه وفائت
جنس المنفعة کالیهالك ذات ولهذا
او حجب الشارع کمال دية النفس عند
فوات جنس المنفعة۔

۵۵۱) ولا المجنون المطبق ای لا یجوز
اعتاق المستغرق بالجنون للكفارة
لان الاستغناء بالاعضاء انما یکون
بالعقل۔

۵۵۲) ولا الاعمی۔

ہی تو اسکا آزاد کرنا جائز ہے اور کفارہ مکمل ہو سکے لایت کفارہ کرنا
ہوتا ہے اور اسکی بقصد کو حسین کچھ دخل نہیں ہے اور اسکا مدعا
ہوتا ہے کہ اسکا مدعا مانع نہیں ہے اور لہذا لے لے غلام کے آزاد کر کے
نذر کے تو کفارہ غلام کے آزاد کر کے سے اسکی ذمہ سے نذر اور عیال نہیں۔

اور دوسرے مسلمانین میں سے مکاتب کی مدد جو ان میں سے کسی شخص سے
کی یہ دلیل ہے کہ مکاتب بھی طرف سے آزاد ہوئے کاسقی ہو جائے
پس کفارہ کے لے اسکا آزاد کرنا صحیح نہیں ہے جس طرح وہ عوام
دار کا۔ اور ہماری دلیل وہی کہ آزاد میں سے کسی مکاتب کے لئے ہر طرح
سے ملکیت موجود ہوتی ہے اور لہذا اسکا مقابلہ نہیں ہوتی ہر گز
ملک۔ مکاتب نقصان جو تو صرف بعض نقصان جو اولاد سے ذات کے

ملک کو نہیں نقصان نہیں آتا اور اس غلام کو جسکی نکاحات کالہ جائز ہوتی
۵۴۹) ہر اور ام ولد کا کفارہ مکمل نہ کرنا جائز نہیں ہے
اس واسطے کہ ایک طرح سے وہ دونوں آزاد میں وہ مکاتب سے

۵۵۰) جس غلام کے دونوں ہاتھ کٹے
ہوئے ہوں اسکو اسکا آزاد کرنا بھی جائز نہیں ہے جس کے دونوں گلوٹے
نہیں ہوں اسکو اس سے منفعت اوس سے فوت ہو گئی اس سے ہے
اور غلام کا آزاد کرنا بھی جائز نہیں ہے جس کے دونوں گلوٹے
کٹے ہوں اس کو آزاد کرنا درست ہے کہ کسی چیز کو نہیں آزاد کرنا اور
جس سے ایک قسم کی منفعت باقی رہی وہ ایسا ہے جیسے مرد کو لہذا
شارعاً اسے جنس کی منفعت کی حالت میں ہونی چاہئے کہ جنس کی چیز۔

۵۵۱) کفارہ مکمل نہ لے لے غلام کا آزاد کرنا بھی جائز نہیں ہے
جو مجنون ہو اور جنس سے کسی بدت اسکو آزاد نہیں ہوتا
اس واسطے کہ عقل ہوتی ہے تو عشاء سے ہی کام لیا جاتا ہے۔

۵۵۲) اندھی غلام کو بھی کفارہ مکمل نہ کرنا جائز نہیں ہے۔

کتاب الخلف
در بیان جنس
کتاب الخلف
در بیان جنس

کتاب الخلف
در بیان جنس

ان شرائ القریب یوجب مملکہ ومملکہ
یوجب عتقہ فیکون الشراء عتقاً للمالک
مع العتق لا یحتاج ثابہ وکان المشتري
معتقاً لمن رمی انساناً عداً فاصابه
فمات جعل الرامی قاتلاً لان الرمی
ادی الی نفوذه وهو ادمی الی الموت
والشراء فیما استشهد به شرط محض
لا تاثیر له فی ایجاب الحریة فلهذا
لم یفقد اقتران النیة به حتی لو نوى
الکفارة حین قال ان اشتريتک فانت
حر اجزاه لا قتران النیة بالعللہ۔

۵۵۸) ولو اعتق موسر نصف عبد
مستترک بینہ وبين اخر للکفارة ومن
الباقی ای قيمة النصف الاخر لشریکہ
فاعتقه ای الموسر والنصف الباقی عن
الکفارة فهو غیر محرر عند الی حنیفة
وقال یجزئہ۔

۵۵۹) قید بالموسر اذ لو کان معسراً
لا یجوز اتفاقاً۔

۵۶۰) لهما ان الاعتاق لا یغزی
فاعتاق الموسر نصیبہ عتق کلہ فلهذا
ضمن ان النصیب لشریکہ وکان معتقاً
کل العبد عن الکفارة بلا عوض بخلاف
ما لو کان معسراً لان السعاية تكون
واجبة علی العبد فی نصیب شریکہ

جائز ہو گا اور جاری بہ دلیل ہر انبی قریب کا خریدنا موجب
ملک ہو گا اور ملک کی وجہ سے آزادی ہوگی خریدنا ملک نہ آزاد
کی حالت ہو اس واسطے کہ وہ دو دینوں سے پیسہ پیدا ہو ہی نہیں اور
خریدنے والا آزاد کرنا وہ اس کا جس طرح کوئی شخص قصداً کسی
کے تیار ہی اور شریک کہ وہ مر جاوے تو تیار نہ کرنا اور کوئی مال کما جائیگا
اس واسطے کہ ان کے وجہ سے وہ تیار ہو سکی بدن میں گھس گیا اور بدن
میں جل گیا اور وجہ سے وہ مر گیا اور شریک شریک کی ہر دین کا خریدنا آزاد
ہو سکی شرط ہو اور آزاد ہو کر کسی کو خریدنا نہیں ہو لہذا اس کو ساتھ نیت کا
مستحق ہونا کچھ ضروری ہو گا حتی اگر یہ کچھ وقت کے لیے ہو کہ خریدنے کو تو تو
آزاد ہو اور اس کے بعد کی نیت کر لی تھی تو بلا شریک فارغ ہو جائیگا
اس واسطے کہ اس تقدیر پر علت کی ساتھ نیت کا تعلق ہوا ہے۔

۵۵۸) اگر کوئی کہ تم کو آدمی جو اور اس نے ایک غلام کا
جو اس کی اولاد کیل و شخص کے دو بیان مشترک نہ نصف
کفارہ کے لئے آزاد کر دیا اور نصف باقی کی قیمت
کا اپنے شریک کے لئے خاص ہو گیا اور اس
نصف کو بھی کفارہ میں آزاد کر دیا تو امام صاحب رحمہ کے
نزدیک یگانہ نہیں ہو بلکہ مخالف صاحبین رحمہ کے۔

۵۵۹) معمول کے قید اس واسطے لکھا ہے کہ اگر شخص
تنگ دست ہو تو بالاتفاق جائز نہیں ہے۔

۵۶۰) صاحبین رحمہ کی دلیل یہ ہے کہ آزاد کرنا مالک غیر
مغزی چیز ہے اور کسی شریک سے نہیں ہو سکتی پس قلم
کے موافق نصف غلام کا آزاد کرنا مکمل کا ہی آزاد کرنا ہو گا
اور نصف کا ضمن شریک کے لئے اور سپر لائن میں ہے یگانہ اور
آزاد کر بلا عوض ہو گا اور کفارہ اور ہو جائیگا بخلاف دوس صورت
کی کہ وہ غلام مستحب اس واسطے کہ اس تقدیر پر غلام کے مالک نہ ہو گا

وكان اعتاقا بعوض وله ان الاعتان
معتز فتمكن نقصان النصف الآخر
وبالاعتان ملكه ناقصا فلا يجزئه
عن الكفارة.

۵۶۱، او نصف عبدہ ای لوکان کل
العبد له فاعتق نصفه عن الكفارة
ثم الباقي فهو جائز عند أبي حنيفة ان لم
يخلل بينهما ای بین الاعتاقین دفعاً
قید بہ لان الاعتاق معتز عندہ فلو
وقع بينهما وقاع لم يوجد العتق قبل
المسيس.

۵۶۲، اعلم ان القياس كان يقتضيان
يجوز اعتاق النصف الآخر من الكفارة
عند أبي حنيفة فتمكن النقصان فيه
باعتاق النصف الاول لكن حوزنہ
استحساناً لان هذا النقصان حصل في
ملكه من ايثارا العتق الاول للكفارة
وهذا غير ما تم كن انجم شاة لتقصية
فاصاب السكين عینہا فذہبت جازئ
تقصية بانخلاف العبد المشترك لان
النصف الآخر ليس في ملكه فكان ذلك
ثقیصاً لا اعتاقاً

۵۶۳، واجازت الا مطلقاً یخلل بينهما
وناعاً اذ لان الاعتاق غير معتز عندہا
فاعتاق النصف اعتاق الكل فكان

کہ کما فی کر کے دوسرے شریک کو اپنی نصف قیمت ادا کرے اورہ آزاد بنو
بعوض ہوگا۔ اور امام صاحب کی دلیل یہ کہ آزاد ہونا معتز ہے نہ کہ
مکر ہے ہو سکتے ہیں نصف کو آزاد کر نیسے دوسرے نصف میں ایک طرح کا
نقصان پیدا ہوگا اور ضمان ہوگی وجہی اور سکو ملکیت حاصل نہیں ہوگی
۵۶۱، اگرچہ زلام او سیکل پر اور اس نے کفارت میں پہلے اوسکا
نصف آزاد کرو یا اور دوسری مرتبہ یا نصف اعان آزاد کرو یا تو امام
صاحب رد کرتے ہیں کہ ایک کفارہ او او ہو جائیگا مگر یہ شرط ہے کہ
اس در میان میں اوس نے بوی سے صحبت نہ کی ہو یہ شرط
اسلے لگا دی کہ امام صاحب رد کرتے ہیں کہ اعتاق یعنی آزاد
کرنا معتز ہے نیز بین حب در میان میں بوی سے صحبت کر لی
تو قبل صحبت کے پورے غلام آزاد کرنا نہ یا گیا۔

۵۶۲، جانتا چلیے کہ یہاں پر خیال اس بات کا متنبی تھا کہ امام صاحب ج
کے نزدیک کفارہ میں دوسرے نصف کا آزاد کرنا جائز نہ تھا اسلے نصف
اول کے آزاد کر نیسے دوسرے نصف میں ایک طرح کا نقصان پیدا ہو گیا
لیکن احساناً امام صاحب رحم نے اسکو معتز کر کیا یہ اسواسلے کہ نقصان
او کو ملک لا نذر او کفارہ ہی کے لیے آزاد کر نیسے وجہی پیدا ہو اور اس
قسم کا نقصان مانع جو نہیں ہے جس طرح ایک شخص قربانی کے لیے مکر ہی کو
زمین پر لے آئے اور مکر ہی کی انگلی میں چھری لٹکائی اور کچھ جاتی رہے
تو اوسکی قربانی درست ہوتی ہے۔ بخلاف غلام مشترک کہ دوسرا
نصف اسکی ملکیت میں نہیں ہے جس پر یہاں پر ایک نصف کا
آزاد کرنا دوسرے نصف میں نقصان پہونچانا ہوگا
اور اوسکا آزاد کرنا نہ ہوگا۔

۵۶۳، صاحبین رحم کے نزدیک بہر صورت اس طرح آزاد
کرنا جائز ہے خواہ در میان میں ہو یا صحبت کرے یا مکرے اسواسلے کہ
اعتقہ دیکر اعتاق معتز نہیں ہے اور نصف کا آزاد کرنا ملکیت پر آزاد کرنا

بلکہ کثرت ناقص نہ کہ موصلاً بل کہ بیکریک کفارہ کے بعد اسکا آزاد کرنا جائز ہوگا۔

اعتاق الرجعة قبل لمسین۔

جب محبت سے بے طاعت کو آزاد کرنا ہو تو کبھی محبت سے پہلے آزاد کر دیا۔

۵۶۴، فان لم یجد اسی المظاہر رقبۃ

۵۶۴، اگر نہ پا کر نہ لے لیا تو اس میں سے کسی کو اس کو چاہیے کہ برابر

للاعتاق صام شہرین متابعین اسی

دو مہینے تک روزے رکھے اور ایک دن بیچ میں نامہ ذکر کرے اور

بلا اظہار یوم قبل لمسین اسی بلاجماع

بیچ میں اس سے محبت کرے

فی خلا لهما لقولہ تعالیٰ منن لم یجد

یہ یعنی جس جو شخص نہ پاوے تو پورا پورے دو مہینے کے روزے میں

فصیام شہرین متابعین من قبل ان

قبل اس سے کہ وہ دو دن میں

یتما۔

قبل اس سے کہ وہ دو دن میں

۵۶۵، فلو صام شہرین فقد رعلی الاعتاق

۵۶۵، اگر دو مہینے کے روزے رکھے اور اخرون میں قبل غروب

فی الیوم الاخر قبل غروب الشمس وجب

آفتاب کو کہان پر قدرت ہوئی کفار ام آزاد کر سکتا ہے تو اب اس کا دیر

علیہ الاعتاق و صام صومہ تطوعاً۔

غلام آزاد کرنا واجب ہو گیا، اور وہ اس کے روزے فعل ہو جائیگا۔

۵۶۶، ثمران صام شہرین بلا اظہار اجزاء وان

۵۶۶، اگر چاہے کہ اس میں سے کسی کو شریعت کے اور دیر سے کہ

کانا ناقصین والا فلا یجزئہ الا ستون

تاریخ تکسرتے کی تو دیر روزے کا فی ہفتہ پابستہ دن چاند اوتیس

یوما کذا فی المحيط۔

اوتیس مہینہ کی سون اور اگر دیر ہی پابستہ شریعت کے روزے تو پورے

۵۶۷، و لیس فیہما رمضان اذ لو کان

۵۶۷، اور دو مہینوں میں بھی شریعت کے چھ مہینہ رمضان کا عید

احدهما رمضان لم یوجد متابعین شہرین

اس کی طرح اگر دیر میں رمضان کا عید لیا تو دیر اور دو مہینوں کے روزے

لان صوماً اخر غیر مشرد فیہ ولا

دیکھا جائیگا کیونکہ جو روزے کوئی روزہ اور مہینہ نہیں ہے۔ اور ان

الا یام الخمسة وہی یوم العید وایام

مہینوں میں بھی قید ہو کر یہ پانچ دن بھی اوتیس دنوں یعنی غیر الفحی

انتشریق لان الصوم منہی فیہا۔

اور ایام تشریق پہلے کر ان دنوں میں روزہ کرنا منع ہے۔

۵۶۸، فان قربھا اسی المظاہر امرأۃ

۵۶۸، اگر ان دو مہینوں کے دیر نماز کرنا لے نے رات کو

القی ظاہر منھا فی خلا لهما اسی فی اثناء

تصدیاد ان کو بھولے پہنچی ہوئی سے محبت کرے تو اس کا عید

الشہرین لیلا عامداً او نہاراً اراد بہ

اور امام محمد رحمہ اللہ ایک پہرے سے روزہ اس کو روزے رکھنے پر بیٹے

الیوم لیدخل فیہ ما بین طلوع الفجر

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اس سے پہلے کی ضرورت

الی غروب الشمس ناسیا استأنف

نہیں ہے فقہار کی لفظ سے یوم مراد ہے تا کہ طلوع فجر سے

عند ابی حنیفۃ وعہد ولا یامرہ بہ

غروب آفتاب تک کا وقت اس میں داخل ہو جائے

اسی ابو یوسف المظاہر بالاستیفاء

+

ما بعد روزہ کی خبر کے بعد کہ وہ روزہ کرنا چاہیے۔

اقول لو قال لا يأمره وترك لفظا
استأنف فيما قبله كان انحصار وقولهما
معلوم منه لانه في طرف الاثبات مع
ان استأنف جواب شرط دال على
الوفاء -

۵۶۹، قيد بقوله في خلاهما لانه لو
جا معها في خلال الاطعام لا يستأنف
اتقا قال ان النص في اطعام مطلق -
۵۷۰، وقيد الليل بالعمد والنهاسرا
بالنسيان لانه لو طعم ليلا ناسيا لا يستأنف
اتقا قال ولو طعم نهارا مدام استأنف
اتقا -

۵۷۱، له ان الوطئ المذكور لا يفسد
الصوم فلا يمنع التتابع ولهما ان تقدیمهما
على الوطئ شرط بالنص فلا بد من
خلاهما عن الوطئ -

۵۷۲، وان افطر فيهما اي في الشهرين
مطلقا اي بعد زكان او اغيرة استقبال
اي استأنف الصوم لان الشرط وهو
التتابع الغدوم بالفطر -

۵۷۳، ولا يجوز للعبد المظاهر من
امرأته اذ اوجب عليه التكفير الا
الصوم لانه ليس بملك للمال -

۵۷۴، فان لم يستطع المظاهر الصوم
اطعم ستين مسكينا كاللفطرة يعنى

میں گستاہوں اگر مصنف رحم (استأنف) کا لفظ در بیان
کرنا و برین یکدیگر تا (لا یا امره) تو بہت مختصر و تا اور امام ابو یوسف رحم
کے قول کے نتیجہ امام صاحب رحم اور امام محمد رحم کا قول اس سبب
نہیں نفی میں واقع ہوئی کہ مضموم ہو جاتا اور ایک نقصان یہ ہے کہ (استأنف)
شرط کا جواب واقع ہو چکے جس سے اس مسئلہ پر اتعلق ائمہ کا معلوم ہوتا ہے -

۵۶۹، یہ قید کرنا و نسیان کے اندر محبت کرنا واسطے لگانے کے اگر
اول نہ ساندہ سکین کہ کمانا کلمہ کے درمیان میں محبت کرے تو بالاتفاق
از سر نو کو کمانا کلمہ نا پڑے گا واسطے اطعام مساکین کے باقی
۵۷۰، رات میں قصد آوردن میں ہو بل جائیکہ فیلسواسطے
نکاحی ہے اگر اگر ان کو بہول کر محبت کرے تو بالاتفاق از سر نو
روز کے کہ نہ کوئی حاجت ہوگی اس طرح اگر دن کو قصد اصحبت کی ہے
تو بالاتفاق از سر نو روزے کو نہ پڑے گا -

۵۷۱، امام ابو یوسف کی دلیل یہ ہے کہ اس محبت کر نیے روزہ
فاسد ہو گا تو روزہ نہ پڑے اور پھر محبت ہی نقصان نہ آوے گا اور امام صاحب
اور امام محمد رحمہما کی دلیل یہ ہے کہ ان دو مہینوں کے بعد نہ پڑے گا حکم نفس
محبت پڑے گا مگر بشرط یہ کہ اصحبت کی اور دو دن مہینوں کا
۵۷۲، اگر ان دو مہینوں کے اندر کوئی دن روزہ
ناعذر کر دیا خواہ بعد زکات یا بلا عذر تو از سر نو روزے رکھے
اس واسطے کہ اگر کوئی شرط بیضے ہے درپے رکھنا فطر کی
وجہ سے جاتا رہا -

۵۷۳، اگر غلام اپنی بیوی سے ظہار کرے تو اس کا
کفارہ روزے رکھنے سے ہی ادا ہو سکتا ہے اس لیے کہ وہ
مال کا تو مالک ہوتا ہی نہیں -

۵۷۴، اگر ظہار کرنے والا روزے سے ہی نہ رکھ سکے تو
سائدہ مساکین کو بقدر بعد فطر کے کمانا دے سیکھے

نکاحی ہے اگر اگر ان کو بہول کر محبت کرے تو بالاتفاق از سر نو

خلاف ان دو مہینوں کا

وجزاء الصید والغذیة وما ورد فیہ
بلفظ الایمان اولاداء فی شترط فیہ
التعلیک کالنکح والصدقة والفظر والعشر
ولحق عن الادی فی الاحرام۔

(۵۷۹) وَأَن اطعم واحد استین یوما
جاذلان المسکین الواحد فی الیوم الثانی
صار کمسکین اخر یجد حاجته وکن فی
ساعتی لایام۔

(۵۸۰) (۵۸۱) (۵۸۲) (۵۸۳) (۵۸۴)
المسکین الواحد کل طعام فی یوم بدفعة
اودفعات اجزاء عن یوم لایام طعام
ستین لم یجد فیہ حقیقة ولا حکما
(۵۸۱) (۵۸۲) (۵۸۳) (۵۸۴)
أوفرق التعلیک فیہ ای لو
فلک کل طعام مسکیناً واحداً فی یوم واحد
بدفعات فیل بالجواز لان حاجته
الا کل زالت عن المسکین بالمرقة الا
لکن بقیت له حول الخ کثیرة بالتعلیک
بند فم تلك الحی الخ بخلاف لو اعطاه
بدفعة واحدة حیث لا یجوز
لان تغریق الفعل واجب علیه
بالنص وعداه ای قتال بعض
لا یجوز لان الغرض سدا
الخللة وبعد ما استندت
لا یمكن سدها و فی
المحیط هذا هو لصحی

یاج میں نکار کرنے کا بدلہ یا غدیہ اور جس میں دینے کا لفظ آئی ہے
وہاں پر دنیا اور مالک کو دینا ضرور ہے۔ جیسے زکوٰۃ۔ اور
صدقہ فطر اور عشر اور اعزام کے اندر تکلیف کی وجہ سے
بالوں کے منڈوانے میں +

(۵۷۹) اگر ایک مسکین کو ساٹھ روز تک دو وقتہ کھانا
کھلا یا تو کفارہ ادا ہو جائے گا اس لیے کہ دوسرے ہی
مسکین دوسرے مسکین کی مانند ہو گیا۔ اس واسطے کہ پھر وہ
کھانے کا محتاج ہو گیا۔ اسی طرح ہر روز +

(۵۸۰) اگر ساٹھ آدمیوں کا کھانا رکھ کر ایک شخص سے
کہا گیا کہ تو اس کو کھالے چاہے ایک مرتبہ چاہے تین مرتبہ تو
کھا سکے تو یہ صرف ایک روز کا کھانا کھانا سمجھا جائیگا اس واسطے کہ
یہاں نہیں کہہ سکے کہ ساٹھ مسکین کو کھانا کھلا یا نہ حقیقۃً نہ حکماً +

(۵۸۱) اگر ایک دن میں ایک ہی مسکین کو سب
بدعات دیدیا تو بعض کے نزدیک اس سے کفارہ ادا ہو جائیگا
اس واسطے کہ کھانے کی ضرورت تو پہلی دفعہ دینے سے
جاتی رہی مگر اور بہت سی حاجتیں اس کی باقی ہیں۔ اور پھر
اور دینے سے اس کی اور حاجتیں بھی مندرج ہو جائیں گی۔

بخلاف اس صورت کے کہ ایک ہی مرتبہ اس کو سب
دیدے وہ جائز نہیں ہے اس لیے کہ حکم نص تنہی
طور پر دینا واجب ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ یہ جائز نہیں

ہے اس واسطے کہ مقصود مالی پیٹ کا بھرنہ ہے۔
اور ایک مرتبہ دینے سے جب وہ بھر گیا۔ تو اب اس کا
بھرنہ ناممکن ہے۔

محیط میں مذکور ہے کہ یہی صحیح ہے +

۵۸۲، ولو قرأ فيه اى امرأته
التي ظاهراً منها في الاطعام لم يستأنف
لان النص لم يشترط في الاطعام ان يكون
قبل المسيس۔

۵۸۳، وادجباو تقدیمه اى تقدیم
الاطعام على المسيس وقال مالك
لا يجيب بل تقدم من ان النص مطلق
في الاطعام ولنا قوله لم للذى مس
امرأته قبل الاطعام استغفر الله ولا
تعد حتى تكفر۔

۵۸۴، وان اعتق رقبتين عن كفارتين
لظهارين ارضاً عف عتد الايام
والمساكين اى صام اربعة اشهر
واطعم مائة وعشرين مسكيناً
جاء منهنما اى من الكفارتين من
غير تعيين احدى الرقبتين لاحد
الكفارتين لان الجنس متحد۔

۵۸۵، اذ واحدة اى اعتق رقبة
واحدة او صام شهرين او اطعم ستين
مسكيناً منوماً اى من الكفارتين
تخير فيه اى في تعيينه عن احديهما
لان التعيين لغو في متحد الجنس فبقی
مطلق الذیة فله ان يعينهما لایهما
شاء۔

۵۸۲، اگر کچھ مساکین کو کمانہ کھلا دیا مٹا اور کچھ کھانا
باقی بنا کر اس اثنا میں اپنے بیوی سے محبت کرنی
تو پھر اس سے تو اس کو کمانہ کھلا یا پھر کچھ اس واسطے کہ اطعام کے
اندر نقص میں قبل از علاج کے قید نہ کو نہیں ہو۔

۵۸۳، محبت کر نیسے پہلے مساکین کو کمانہ کھلانا واجب ہے
اور امام مالک رحمہ فرماتے ہیں مقدم ہونا واجب نہیں ہے
اور اولیٰ وجہ یہ ہے کہ چونکہ کھانا کھلا جائے تو اس میں قید مذکور
نہیں ہے۔ اور ہماری دلیل یہ حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے فرمایا جو شخص کمانہ کھلا نیسے پہلے اپنی بیوی سے محبت کرے
تو خدا سے عقوق مانگی اور عقوق کفارہ نہ دوسے پھر عتق کرے۔

۵۸۴، اگر ایک شخص کے دوسرے دو ظہاروں کے دو
کفارے تھو اور اس نے دو غلام آزاد کر دیئے
یا ایک سو بیس روزے رکھ لے یا ایک سو بیس
مساکین کو کمانہ کھلا دیا اور یہ تیسریں نہیں کی کہ وہ اس کھانا
کفارہ ہے اور یہ دوسرے کا ہے تو وہ دونوں کفارے ادا
ہو جائیں گے اس واسطے کہ جنس ایک ہی ہے۔

۵۸۵، اگر ایک شخص کے اوپر دو کفارے ہیں اور اس نے
ایک غلام آزاد کیا اور جو بیسے کے روزے رکھ کر یا ساٹھ مساکین
کھلائے تو اس کو اختیار ہو گا کہ جس ظہار کے لیے چاہے
لو سکے۔ اس کے بعد کو خاص کر دے اس واسطے کہ
جو چیزیں متحد الجنس ہیں اور جن میں کی حاجت نہیں ہے
پس اب مطلق نیست نہ گئی اور جس ظہار کے لیے چاہے
اس کو متعین کر دے۔

فصل لعان کے بیان میں

فصل في اللعان

۵۸۶، اذ اذنت امرأته بالزنا وهما
ای الزوج والزوجة من اهل الشهادة
بان يكون احريين مسلمين عاقلين
بالغين غير محمدين في قذف -

۵۸۷، وما ذكر في الغاية يبطل هذا ببلان يرضى
فان ليس من اهل الاداء فقلنا لا اعلم اهل الشهادة
لا تقبل لانه لا يميز بين المشهود له
والمشهود عليه ولهذا ينعقد الكناح
بمحسوسة وهي ممن يحد قاذفها بان
تكون عفيفة مصونة محافظا بها

۵۸۸، فان قيل لم اعتبر هذا القيد
في جانبها وكونه ممن يحد قاذفه
معتبر في جانبه ايضا حتى لو كان ممن
لا يحد قاذفه فلا لعان بينهما قلنا
لان اللعان في حقه قائم مقام حد
القذف بالنسبة اليها حتى لا يقتل
شهادته عليها ويقبل على غيرها فلا بد
من احصائها حتى يقيم قذفه موجبا
للحد ويقع اللعان خلفا عنه والزواج
اذا كان ممن لا يحد قاذفه فقتل
امرأته وهي محصنة لم يكن موجبا لللعان
لكنه موجب لما هو اصل اللعان وهو
حد القذف كذا في النهاية -

۵۸۹، وذكر في البتیین هذا خطأ
فاحش لان من شرط اللعان ان يكون

۵۸۴، اگر کسی شخص را باین جوی کی طرف زانی نسبت کرده
و در دون خلفه بگوید گواهی دینی کی قابلیت کنونی بون سینه
در بون ج عاتق بالغ مسلمان غیر محمدي فی القذف بون اور
میزدین یا پیشی خودی که او کی تمت لقا و اسلحه چارم جانی ہو یعنی
۵۸۵، اور غایت میں جو یہ لکھا ہے کہ مصنف کا یہ قول
تاہینا کے لعان سے منقوض ہوتا ہے تو یہ غلط ہے اسلے
کہ اندر گواہی کا ہل سے گرجو کہ شہود دل اور مشہود علیہ میں
وہ تمیز نہیں کر سکتا اسلے او سکی گواہی مقبول نہیں ہو و ہذا
او سکی موجودگی میں نکل ہو جاتا ہے -

۵۸۸، اگر کوئی نہ پافت کرے کہ بالکدامن ہوئی قید فقط
عورت میں کیوں لگائی ہے بلکہ خاوند میں ہی یہ قید ہو کہ کسی
تمت لقا ہوا لی پر حد آئے ہو او پاکلاسن ہو حتی اگر کرا و نہ
ایسا نہیں ہو تو ان میں لعان ہوگا - تو اس کا جواب ہے کہ
خاوند کے تعین لعان اس عورت کے اعتبار سے قائم مقام حد
قذف کا ہوتا ہے چنانچہ لو اس عورت پر خاوند کی گواہی نہیں -
مقبول ہوئی جس طرح محمد و فی القذف کے اور اور دن پر
او کی گواہی مقبول ہوئی ہے لہذا عورت کا پاکلاسن جوی ہونا
ضروری ہو تاکہ او کی طرف زانی نسبت کرے حد واجب ہو
اور لعان ہو سکا قائم مقام ہو جاوے اور اگر خاوند پاکلاسن نہیں ہو
اور اس نے اپنی پاکلاسن جوی کو زانی نسبت لگائی تو لعان
نہ واجب ہو گا بلکہ لعان جس کا قائم مقام تیار ہے حد قذف
وہی واجب ہو گا کذا فی النہایہ -

۵۸۹، نہیں میں مذکور ہو کہ کبھی ہوئی خطا اسلے کہ اگر غیر
خاوند کے اندر مرتبہ پیشی کر کے شہادتی قابلیت رکھتا ہو اور

ما جہت مصنفت ابو یوسف اس میں ہوا اور محمد و ہاں بھی خاوند کی شہادت لگانے کی شرط ہے

پاکدامن نہ ہوسنے گواہی کی قابلیت میں نقصان نہیں آتا۔
اس واسطے کہ اگر پاک دامن نہیں ہے تو زانی ہوگا۔ اور زنا
مفسق ہے اور فاسق شہادت کی قابلیت رکھتا ہے۔ وہ ہذا
دو فاسقوں میں لعان جاری ہوتا ہے۔ عورت میں یہ متبہ کہ
کہ اس کے متبہ بالزنا کرنے والے پر حد لگائی جاتی ہو ایسے
زیادہ کی ہے کہ لعان کے اندر شرط ہے کہ اس تہمت
لگانے کی سزا ایسے حد خاوند کے حق میں وہ چاہے۔ اور
جب وہ پاک دامن نہیں ہے تو وہ اس بات کا مطالبہ
نہیں کر سکتی اور لعان نہیں ہو سکتا۔

(۵۹۰)۔ لعان کے اندر گواہیاں مرد کے اعتبار سے تو
وہ حد فتن کے قائم مقام ہوتی ہیں اور عورت کے اعتبار سے
حد زنا کے قائم مقام ہیں۔ لہذا خاوند پر اسکی طرف زنا کی نسبت کرے
حد نہ ماری جاوے گی اور کوئی زور اگر اسکی طرف نہ کیا نسبت کرے گا
تو اس پر حد فتن ماری جائے گی اور اسی طرح اگر خاوند نے کئی مرتبہ
زنا کی تہمت لگائی تو ایک ہی لعان کافی ہوگا جیسے ایسی صورت
میں ایک ہی حد کافی ہوا کرتی ہے بخلاف اس صورت کے کہ
اپنی کئی بیویوں کو زنا کے ساتھ متبہ کرے خواہ ایک ہی لفظ سے یا
علمہ علمہ الفاظ سے تو ہر ایک سے اسکو لعان کرنا چاہیے اس واسطے کہ
لعان سے تفریق مشعور ہو اور وہ اسی وقت ہو سکتی ہے کہ سب سے
لعان کرے اور فتن کے اندر خدو فین سے دفع عاشر طور پر ہے
اور وہ ایک ہی مرتبہ حد لگانے سے حاصل ہو جاتا ہے۔
عورت کے مطالبہ کرنے کی مشرط اس واسطے لگائی ہے کہ
وہ اسی کا حق ہے۔ ہذا اس کی طلب ضروری
ہے۔

من اهل الشهادة وكونه ممن
لا يجد قاذفه لا يجزى بهذا الشرط
لان من لا يجد قاذفه يكون
ذاتياً وراثاً ففسق منه والفاسق
اهل لها ولهذا يجزى للعان
بين فاسقين وانما خصص بهذا
القيدين من شرط للعان ان
يطلب الملة لموجب القذف وهو
الحد واذا لم تكن عفيفة ليس لها
ان تطالب به فلا يتصور للعان
(۵۹۱) والشهادة ذات قامت مقام
حد القذف في جانبها ومقام حد
المرأى في جانبها بالنسبة اليه حتى
لا يجد بقذفها فيجوز لغيره بقتلها
وكذلك لو قذفها من غير لعان
واحد كالحديث بخلاف ما لو قذف
نسماً بكلمة او كلمات حيث لا عين
كل واحد منهن لان المقصود
من اللعان التفریق وهو انما يحصل
اذا الاعن بكل منهن والمقصود في
القذف دفع العار من المقتد وفيه
وهو انما يحصل بحد واحد وطالبته
بموجبها بموجب القذف فتد به
لانه حقها دفع العار فلا بد من
طلبها لاعن وهو جواب اذا

(۵۹۱) ہمارے نزدیک لعان گواہوں کا نام ہوا اور قبول سے تاکید ہو جاتی ہے۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک وہ قسمیں ہوتی ہیں جو گواہوں کی ایک یا کئی تاکید ہو جاتی ہے۔ لہذا آدمی اور غلام اور عورتی القہ سے بھی لعان لیا جائیگا اس واسطے کہ ان میں قسم کی قابلیت ہے امام شافعی رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ملاحد عورت کے حق میں جب اس کے زنا سے بچ پیدا ہوا اور آیا اگر قسمیں نہ ہو گئی ہوتیں تو میرے اور اس کے درمیان ایک عظیم الشان امر واقع میں آتا۔ یعنی میں اس کو سزا کرنے کا حکم دیتا۔ اور اس لیے کہ فاسق اور اذہاب اتفاق لعان کی اہلیت کہتے ہیں اور ان کی گواہی مقبول نہیں ہے۔ پس معلوم ہوا کہ لعان قبول کا نام اور ہماری دلیل یہ ہے کہ اعدا ہا کہ فرما جو الذین یرعون اور اہم لم یکن ہم شہداء الا انفسہم یعنی اور وہ لوگ جو اپنی بیویوں پر تہمت لگاتے ہیں اور بھائی زادے کے لیے گواہ نہیں ہیں اس تہمت میں ان انفسہم شہدے واقع ہوا۔ شہدائے لفظ سے اس سے ثابت ہوا کہ وہ عہد گواہ ہیں اسے کہ اصل تہمتی میں سے کہ تہمتی منہ کی جس سے ہوا اور آنحضرت کا فرمان اگر قسمیں نہ ہو چکی ہوتیں۔ یہ لعان کی شہادت مقررہ بالا ایمان پر نکالنے کی

(۵۹۲) اور فاسق اور اذہاب کا گواہی کی اہلیت رکھتے ہیں لہذا ہمارے نزدیک ان کی موجودگی میں محکم ہو جاتا ہے اور اکثر مواضع میں ان کی گواہی مقبول نہیں ہوتی تو ان کی وجہ یہ ہے کہ فاسق تو تہمت بالکذب ہے اور اذہاب کو شہدے و شہدے علیہ میں تہمت نہیں ہوتی اور یہاں پر گواہی جو مقرر ہوئی ہے تو تہمتیں احتمال تہمت کا نہیں ہے۔ لہذا باینا خاوندان باینا ہر می میں ان جاری ہوتا ہے اور باینا آدمی اپنی ذات میں اور بیوی میں تہمت کر سکتا

(۵۹۳) اگر خاوند لعان نہ کرے تو قاضی اس کو قید کرے حتیٰ کہ یا تو لعان کرے یا اپنے آپ کو مجبور بنا کر اس پر حد لگائی جاوے۔ اس لیے کہ جب اپنا جوش اس نے بیان

۹۱) ونجعلہ ای اللعان شہادات مؤکدۃ بالایمان لا بالعکس یعنی عند الشفاعة اللعان ایمان مؤکدۃ بالشہادۃ فیلا عن الذمی والعبد والمحدود فی قتلہ لکنہم من اهل الیمن لہ قولہ ہم فی حق الملاحدنہم اتت بالولد من الرمالو لا ایمان سبقت لکان لی ولہا مثان عظیم ای لا مرتہا بالرجم ولا الفاسق والاعمی من اهل اللعان اتفاقا ولا شہادۃ لہما وکنا قولہ نعلہ والذین یرعون ازواجہم ولم یکن لہم شہداء الا انفسہم استثنیٰ انفسہم من الشہداء فثبت انہم شہداء اذا اصل ان یكون المستثنیٰ من جنس المستثنیٰ منہ وقولہ ہم لولا ایمان لا ینفع کو نہ شہادۃ مفقوۃ بہا۔

۹۲) والفا سق والاعمی اهل الشہادۃ ولہن ان ینعقدن لکناسر بہما عندنا وعدم قبول شہادۃ تہمتی اکثر المواضع لہمت الفاسق وعدم تہمت الاعمی وھذا الشہادۃ غیر مشرعة فی موضع التہمتہ ولذلک یجری بین الاعمی اصلہ العمی والاعمی فیصل بین نفسہ واملأئہ ۹۳) فان امتنع ای الزوج من اللعان حبس حتیٰ یلاعن او یکذب نفسہ فیحد لانه یتکذب بنفسہ سقط اللعان

فوجب الحد الذي هو الموجب الاصل
للقذف -
تولعان ساقط ہو گیا اور قذف کا موجب پہلی بیعت جسے

۵۹۴، وفي النهاية هذا اذا لم يطلقها
بعد القذف فان طلقها ثم اكدب نفسه
لا حد عليه ايضا لان قذفه كان
موجباً للعان فلما مات للثبوت البينة
بينهما فلا يجب الحد لان القذف الواحد
لا يوجب الحدين وما اذا اكدب نفسه
بعد العان فاضاحا حد بسبب انه نسبها
في كلمات اللعان الى الزنا -

۵۹۵، فاذا اكدب وجب عليها اللعان
بالنص فان امتنعت حبست لثلاثين
او تصدقته اى المرأة زوجها فيسقط
اللعان -

۵۹۶، وما وقع في بعض نسخ القدرى
او تصدقته فقد فظلم لان الحد لا يجب
بالاقرار مرة فكيف يجب بالتصديق
مرة وهو لا يجب بالتصديق اسبعمرات
لان التصديق ليس باقرار
قصدا فلا يعتد به في حق وجوب
الحد ويعتد به في دسسه فيندفع
به اللعان -

۵۹۷، ولا تحدى لا يجب الحد على المرأة
عند نالان التصديق ليس باقرار
قصدا فيندفع به الحد ولا يجب حوال
۵۹۸، ہمارے نزدیک عورت پر حد نہ ماری جائیگی
اس واسطے کہ تصدیق اقوال بقصد نہیں ہے لہذا وہ اس کا
سند نہ ہو جائیگی اور واجب نہ ہو گی اگر اہم اشارت ہی ہم

ما اعتبار کذا لیس اور لعان ساقط ہو جائیگا -

الشافعی یجب لان الزوج اوجب علیہا الحد بلعانه و لكن كانت متمكنة من دفعه باللعان فاذا ثبت عنه تعدد الحد الزنا۔

فرستے ہیں حد واجب ہو جائیگی اس واسطے کہ غاوند نے لعان کر لیا کہ وہ اسے اوجہ واجب کر دی تھی مگر غاوند لعان کر کے اسکو دفع کر سکتی ہے اور جب اس نے لعان کر کے انکار کیا تو اب مرنے والا ہو چکا کی جاوے گی۔

۵۹۸، عجباً من الشافعی ان زوج امة اذا شهد علیها بالزنا وثلاثه عدول معه لم يقبل شهادة الزوج علیها و لہر یوجب الحد و قبل فی اللعان قولہا وحده و اعجب منه ان اللعان یمین عندہ کافجعله شہادۃ فی حق الزوج و هو لا یصلح لایجاب المال ولا اسقاطہ بعد الوجوب فاسقطت المرأة به الحد هنا عن نفسها و کذا الزوج اسقط به الحد عن نفسه و اوجب الرجم الذی هو اغلظ الحد و دبه علی المرأة۔

۵۹۹، فان قيل انما اوجب الحد علیها بنکولها عن اللعان لا بقوله قلنا القبول عندہ لا یوجب المال معانہ مما یتثبت بالشبهة فكيف یوجب الرجم الساقط بها۔

۶۰۰، فان لم یکن الزوج من اهل الشہادۃ حد یعنی اذا كانت من اهل اللعان بان كانت صالحة للشہادۃ علیہ و هو لا یصلح بان کان كافرا او مجنونا فی ذنوب و جب علیہ الحد لان اللعان

۵۹۸، بڑے تعجب کی بات ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اگر عورت کا غاوند اسکی نکاح گواہی دے اور اس کے ساتہ تین عادل شخص اور گواہی دین تب تو غاوند کے گواہی مقبول نہیں ہوتی اور اس سے حد نہیں واجب ہوگی اور لعان کے ساتھ ہر قسم کا قول مقبول ہو جاتا ہے اور اس سے نیا تعجب کی بات یہ کہ لعان تو اکثر نزدیک قسم ہے مگر غاوند کی تحقیق اسکو وہ گواہی کہے دیتے ہیں اور قسم سے حد تو مال واجب ہوتا ہے اور نہ واجب ہوگا بعد ما قرا شہادۃ مگر یہاں عورت نے اسکی سبب سے پڑاؤ سے حد کو ملایا اور اس طرح قسم سے غاوند نے پٹھا پر سے تو حد کو ملایا اگر عورت کو اور اپنی قسم سے سنگسار کی کو کچھ سبب

۵۹۹، اگر کہہ جائے کہ عورت کے لعان سزا کار کر لینی حد سے ثابت ہوئی ہے غاوند کے کہنے سے نہیں ہوئی تو اسکی جواب ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک قسم سے بھی انکار نہ ملتا کہ یہی ثابت نہیں ہوتا لہذا کمال شہ سے بھی ثابت ہو جاتا ہے اور اس سے جو حکم بھی سنگساری کی تکریر ثابت ہو جاتا

۶۰۰، اگر غاوند شہادت کا اہل نہیں ہو شہادت کا قریب محدود فی القذف ہو اور عورت اس قابل ہے کہ غاوند پر گواہی دے سکتی ہے اور لعان کر سکتی ہے تو غاوند پر حد واجب ہو جائیگی اس واسطے کہ شائع نے لعان کو حد کے قائم مقام کیا ہے پس جب غاوند کو کھیلے ایک وجہ نہ لعان ہو سکا

حدود سے یاد نہ ہو شہادت سے ثابت ہو کر لیا۔
حدود سے یاد نہ ہو شہادت سے ثابت ہو کر لیا۔

توصل یعنی حد کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ اور لعان کے بدلے حد واجب ہو جائیگی۔ یہ صورت کہ خاوند کا فرہو اور عورت مسلمان ہو جب تک کہ بچہ کے پہلے دونوں کافر ہوں اور عورت مسلمان ہو جائے اور پھر خاوند اس سے قبل کہ اس پر اسلام نہیں کیا جائے عورت کی طرف زنا کی نسبت کرے *

(۶۰۱) اگر عورت ایسی ہو کہ اگر اسکو کوئی زنا کی تہمت لگائے تو شرع میں حد نہ مارا جائے اور خاوند لعان کی قابلیت کہتا ہے تو خاوند پر تہمت میں حد نہ لعان ہے اس واسطے کہ یہاں مانع عورت کی طرف ہے اور ایسا ہوا کہ جیسے عورت اسکی تصدیق کر دیتی مگر چونکہ عورت کو اس نے عیب لگایا ہے اس لیے خاصی اسکو تعزیر دیدے گا *

(۶۰۲) تبیین میں مذکور ہے اگر وہ دونوں محدوفی القذف ہیں یا خاوند ہے یا عورت محدوفی القذف ہو تو خاوند پر حد لگائی جائیگی اس واسطے کہ یہاں لعان کا نہ ہونا خاوند کے اندر ایک وجہ کے پائے جانے سے خلاف ہے صورت کے کہ دونوں کافر یا دونوں ملوک ہوں کہ اسوقت میں خاوند پر حد نہیں ہے اگرچہ یہاں بھی خاوند کی طرف سے لعان سافظ ہوا ہے اس لیے کہ باندی یا کافرہ کو زنا کی طرف منسوب کرنے سے حد نہیں واجب ہوتی۔ اور محدودہ فی القذف کو زنا کی طرف منسوب کرنے سے حد واجب ہوتی ہے۔ جس وقت کہ وہ زنا سے پاک ہو *

(۶۰۳)۔ اگر ایک شخص نے اپنی بیوی کو زنا کی تہمت لگائی۔ اور اس کے ساتھ تین عادل شخصوں نے بھی زنا کی گواہی دی تو پھر بڑے نزدیک اُن کی گواہی مقبول ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اُن کی گواہی مقبول نہ ہوگی۔ اور خاوند سے لعان ایسا جاوے گا۔ اور ان تین شخصوں پر حد قذف

انفیکہ الشرع خلفاً عن الحد فلما تعدد اللعان لمعنے من جهة صير الى الاصل وهو الحد فلا يتصور ان يكون الزوج كافر وهو مسلمة الا اذا كانا كافرين فاسلمت ثم قذفها قبل عرض الاسلام عليه (۶۰۱) وان كانت من لا يحيد قذفها وهو اى والمحال ان الزوج اهل للعاد فلا حد على الزوج ولا لعان لان المانع من جهةها فصار كما اذا صدقته ولكنه يعبر بالحاقه المشيئين بها۔

(۶۰۲) وفى التبيين لو كانا محدوفين فى قذف ا وهو عبداً وهما محدوفان فى قذف الحد الزوج لان امتناع اللعان لمعنے من جهة سجد لما اذا كانا كافرين اى ومملوكين بحديث لا حد عليه وان امتنع من جهته لان قذفه الامة والكافرة لا يوجب الحد وتذف الحد ودة يوجبها اذا كانت عفيفة من الزنا۔

(۶۰۳) وفى شاهد اى الزوج عليه اى على امرته بالان نامع ثلثة رجال عدول نقبلها اى مثهادتهم وقال المشافعي لا يقبل فيلادع السن ورجا يحد الثلثة متحد العتد فان الزوج يلعنه

ماری جائیگی اس واسطے کہ عورت کی حیاتی سے خاوند کو غیرت
 اور خصہ آجاتا ہے اسلئے اسکی گواہی میں کذب کا احتمال ہو
 لہذا مقبول نہ ہوگی اور ہماری یہ دلیل ہے کہ خاوند غالباً اپنی
 بیوی کی حیاتی کو کسی سے ظاہر نہیں کرتا بلکہ چھپایا کرتا ہے۔
 ۴۰۴۔ لکھا کہ ہندو پٹنناریہ قسم لیا جائیگی اس واسطے کہ وہی مدعی ہے
 اور اسلئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لعان کے اندر پہلے
 خاوند سے ہی قسم لی ہے۔ چار مرتبہ خاوند اس بات کو کہہ کر بیعت
 جو حکم کو زنا کی نسبت کی ہے خدا کے نام سے میں گواہی دیتا ہوں
 کہ میں اس میں سے بچا ہوں اور پانچویں دفعہ کہے اگر میں تیرے
 طرف زنا کے نسبت کرنے میں جھوٹا ہوں تو خدا کی لعنت ہو۔
 ۴۰۵۔ جانتا جا ہیے کہ ہدایہ وغیرہ میں فیما یرتکب کی جگہ فیما یرتکبا
 کا لفظ غائب کی ضمیر سے واقع ہوا ہوا اور ظاہر روایت میں یہی
 بھی ہے اور خطاب کا صیغہ حسن کی روایت میں امام صاحب
 رحمہ سے مروی ہے اس واسطے کہ خطاب کے اندر دوسرے
 کا احتمال بالکل جاتا رہتا ہے اور ظاہر روایت کی وجہ یہ ہے
 کہ غائب کی ضمیر کے ساتھ ہی جب اشارہ پایا جاتا ہے
 تو دوسرے کا احتمال ہمیں باقی رہتا اور مصنف علیہ الرحمہ کی
 شرح ہدایہ کے عبارت کے مطابق ہے کہ میں نے مجمع البحرین
 کے پانچ نسخہ میں متواتر فیما یرتکب دیکھا ہے۔
 ۴۰۶۔ خاوند کو چاہیے کہ خطاب کے صیغہ میں عورت کے طرف
 اشارہ کرتا جائے اور عورت کو چاہیے کہ چار مرتبہ تو یہ کہے
 میں خدا کے نام سے گواہی دیتی ہوں کہ مجھ کو اس نے
 زنا کی طرف منسوب کیا ہے وہ اس میں مجھ کو ملوث ہے اور
 پانچویں مرتبہ کہے اگر وہ میرے طرف زنا کی نسبت کرنے میں
 سچا ہے تو اس ہندی پر خدا کا غضب نازل ہو۔

العار والغیظ من فاحشة امرأته فیکون
 متهماً فی شهادته فلا یقبل ولذا ان الزوج
 لا یظهر الفاحشة فی نکتة غا بلابل یستہا
 (۴۰۴) ، ویبتدئ الزوج فی اللعان
 لانه هو المدعی او لان النبیء بدأ
 به فیه فیکول اربع مرات اشهد بالله
 انی لمن الصادقین فیما یرتکب به
 من الزنا و فی الخامسة ای یقول فی
 المرة الخامسة لعنة الله علیه ان کان
 من الکاذبین فیما یرتکب به۔

(۴۰۵) ، اعلم ان المذكور فی الهدایة
 وغیرہ فیما یرتکب به وهو ظاهر الروایة
 والمخاطب هو رواية الحسن عن ابی
 حنیفة نظر الی انه اقطع للاحتمال ووجه
 الظاهر ان ضمیر الغائب اذا انفصل به
 الاشارة ینقطع الاحتمال ایضاً وشرح
 المص موافق لما فی الهدایة لکن صلت
 فی خمس نسخ الجمع فیما یرتکب به
 من الزنا۔

(۴۰۶) ، مشیر الیہا ای الی المرأة فی قوله
 یرتکبها وتقول ہی اربعاً ای المرأة
 اربع مرات اشهد بالله انه من الکاذبین
 فیما یرتکب به من الزنا و فی الخامسة
 غضب الله علیہا ان کان من الصادقین
 فیما یرتکبها ای یرتکب به من الزنا

۶۰۷، بخدا ورسد تو یا بچہ و فریاد غصہ کا نقطہ معلوم آیا جاتا ہے جو عورت سے
 یا بچہ سے غصہ کی ایک طرف سے کھینچ کر دینا کہ استعمال ہے اور اگر کرکے
 رہتی ہیں انہیں سکھاتا ہے اور غصہ کو نہیں ایسی پرہیز گوئی کہ غصہ
 ۶۰۸، ہمارے نزدیک حیثاً و ذللاً کے کلمات کہہ کر تو اس فرقت
 نہیں ہو جاتی تھی کہ قبل از تفریق دونوں میں ایک رہ جائے تو دوسرا
 وارث ہو جائیگا امام شافعی فرماتے ہیں مرد و عورت کے لعان کرنے سے
 عورت کی لعان کرنے سے پہلے ہی فرقت ہو جائیگا سو پہلے کر لعان کرے
 اُن میں میل نہیں ہو سکتا لہذا نکاح جاتا رہیگا جس
 طرح مرد ہو جائے سے۔

۶۰۹، بیس طرح قحط خانہ کے لعان کرنے سے ہمارے نزدیک
 بیان ہو چکی ہے لیکن یہاں بیس طرح و نو کے لعان کرنے سے ہی مرد و عورت
 تفریق قاضی کے علی کی نہیں ہوتی اور قاضی کا تفریق کرنے پر جو
 ۶۱۰، امام زہری فرماتے ہیں دونوں کے لعان
 کرنے سے فرقت واقع ہو جاتی ہے سو پہلے کر انھیں علی علیہ السلام
 علیہ وسلم نے فرمایا جو متلا عنان کہی جمع نہ ہو سکیں گی۔
 ۶۱۱، ہمارے یہ دلیل ہے کہ انھیں علی علیہ السلام نے بیان
 کی ہے جو میں لعان کے بعد تفریق کی ہے اور اگر صرف لعان کرنے سے
 فرقت ہو جایا کرتی تو آپ نہیں تفریق نہ فرماتے اور وہ حدیث جو نقل کی
 ہے اس حدیث میں ہر دو فرقت مراد نہیں تاکہ دونوں حدیثوں
 توفیق ہو جاوے لہذا صحبت کرتا تو یہی وقت ہے کہ ہر دو کا نکاح
 باقی رہیگا جب تک کہ قاضی تفریق نہ کرے۔

۶۱۲، اگر اعتراض کیا جائے کہ یہاں پر مصنف نے نہ
 فرقت کی تفریق قاضی پر موقوف ہو نیکیا اس وضع کے ساتھ جو
 مترق علیہا مسئلہ کے لیے موضوع ہو کیون بیان کیا ہے حالانکہ امام
 ابو یوسف ہم کے قول کے موافق یہ صحیح نہیں ہوتا مسئلہ اگر کہ

۶۰۷، وانا خصمت المرأة الغضب لان النساء
 يستعملن اللعن كثيرا فلا يقع مبلا لا
 وتفاوت من الغضب۔

۶۰۸، ولم نوقع الفرقة بلعانه اى بعد
 فراقه من كلمات اللعان حتى لو مات
 احدهما قبل التفريق تو ارناء و قال
 الشافعى وقعت الفرقة قبل لعانها
 لان الظاهر انهما لا يأتان لعان بعد لعانه
 فينسخ النكاح كالسر قتاد۔

۶۰۹، ولا نرقنا بالتعانهما فيتوقف
 الفرقة على تفريق الحاكم اى يجب على
 القاضي تفريقهما۔

۶۱۰، وقال زفر يقيم الفرقة بالتعانهما
 لقوله دم المتلاعنات لا يجتمعان ابدا
 فيقع الفرقة من غير تفريق

۶۱۱، ولنا ما روى عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم انه
 بعد اللعان ولو وقعت الفرقة بالتعانهما
 لما فرق بينهما واما والا فمحمول على
 بيان حرمة الاستمتاع لا وقوع الفرقة
 توفيقا بينهما فيثبت الحرمة بينهما
 في الحال مع بقاء النكاح۔

۶۱۲، فان قيل كيف امر دالمص
 توقف التفريق على الحاكم بصيغة
 لو فات مع انه غير مستقيم على قول
 ابى يوسف لكان حرمة اللعان عندا

الحال کے بدلے میں یہ بھی لکھا گیا ہے۔

مرد و عورت کے دونوں کا لعان کرنا واجب ہوتا ہے۔

مؤبدۃ حرمة الرضاع والمصاهرة
فلا یتوقف علی الحاکم مثلہما قلنا
المذہب عند علمائنا ان النکاح لا یرتفع
بجرمة الرضاع والمصاهرة بل یفسد
حتی لو وطئہا قبل التفریق لاحد علیہ
اشتہاء الامر علیہ ولم یشدہ وبہ
نض محمد فی الاصل فکذا فی اللعان فیستقیم
علی قول ابی یوسف ایضا کن فی التین
۴۱۳، ویکون التفریق طلاقاً بانہ کما
فی العتین۔

نزدیکہ لعان کے اندر چینیہ کیلئے درست ہے۔ لیکن ثابت ہو جائے
حسب طح حرمت رضاع یا حرمت عصابت پس جس چیز میں
ایسی حرمت ہوگی وہاں وقت قاضی کے تفریق پر موت
نہیگی تو اسکا جواب ہے کہ ہمارے علماء کے نزدیک حرمت رضاع
اور عصابت سے نکاح مرتفع نہیں ہوتا بلکہ فاسد ہو جاتا ہے
والہذا اگر قبل از تفریق صحبت واقع ہو گئی تو حد نہ واجب
ہوگی خواہ حالت کاشتبہ ہو یا نہ ہو امام محمد نے اپنی کتاب
مبسوط میں اسکی تصریح کی جو ایسی ہی لعان کے اندر بھی ہوگا
۴۱۳، یہ تفریق شرعاً طلاق بائن ہوتی ہے جس طرح
عتین کے اندر۔

۴۱۴، واذ اکذب نفسه بعد اللعان
وحد اوحد لفظان ای لفظہ محصنا
غیرہا وہی لڑنا ای اوحدت لڑناھا
وزال اہلیۃ اللعان عنہا جاز نکاحھا
ہذا الکلام یحمل معنی ان احدهما ان
اکذب نفسه ان قدر انه قبل التفریق
فمعنی جاز نکاحھا ارتفع حرمة اللعان
وحلت لزوجھا بلا تجدید نکاحھا ولا
تفریق بینہما وان قدر انه وجد
بعد التفریق فمعناہ جاز نکاحھا
بتجدیدہ۔

۴۱۴۔ اگر ایک شخص نے لعان کے بعد اپنے آپ کو
جھوٹا بتایا اور اوپر تہذیب لگائی یا کسی اور غور نکی
طرف اس نے ناپاکی نسبت کی اور اوپر تہذیب تہذیب
لگائی گئی یا عورت کے ہی اوپر اس کے بعد زنا کی حد لگائی
گئی اور اہلیت لعانی اس سے جاتی رہے تو اب اسکا
نکاح جائز ہے اور اس نکاح کے جائز ہونے کی وہ صورتیں
ہیں اگر یہ صورت لیمائے کہ قبل تفریق کے خاوند نے
اپنی تکذیب کی ہے تب تو نکاح کے جائز ہونے کی معنی میں
کہ تکذیب کرنے سے حرمت لعان جاتی رہی اور وہ اپنے
خاوند پر ملان ہو گئی اور تجدید نکاح کی حاجت نہیں ہے
اس واسطے کہ اوہ تفریق نہیں ہوئی ہے اور اگر بعد تفریق

۴۱۵، فان قلت کیف یتصور تزوجھا
بعد ما سارت وحدت وہی محصنة
وحدھا الرجم قلت یحمل ان یلاہنھا
قبل الدخول بہا او کانت کافرة

۴۱۵۔ اگر کوئی کہے کہ عورت نے زنا کیا اور اوپر حد لگائی کسی
گئی اور وہ محصنہ یعنی پاکدامن ہوئی اور اس کے بعد نکاح ہوا
تو پھر اس میں زنا کی کیا حد ہے تو فرمائیے نہایت ہی درست ہے کہ اسکا نکاح
ہر کہ ہو سکتا ہے قبل از دخول نہایت ہی درست ہے کہ اسکا نکاح ہوا وہ کافر نہ ہو

فاسلمت وصار ت محصنة ولم یقر بها
بعد ما صار ت محصنة حتی قذفها
فانه تلاعن ولا ترجم اذ اذنت لعدم
شرطه وهو الدخول علیها وهما علی
صفة الاحصان -

(۴۱۴) ، علم ان قول المص او هی لزنا
مستغیر بان کو بها محدودة لزناتها
فیدل لزال الاهلیة عنها و لیس كذلك
لانها بزناها یسقط الاهلیة عنها وان لم
یجد وقم اتفاقا لان زناتها من غیر
حد تستقطبه احصانها فلا حاجة الی
ذکره واما اذا قذفته فلم تستقطب الاهلیة
عنھا حتی تقذف -

(۴۱۵) و یوعبد تخرمها ای قال ابوسف
هی حرام علیہ ابد القول و لم یلتذاضا
لا یجتمعان ابد او لهما ان هذا الکلام
انما یتثبت للمتلاعنین و بعد اذن انه
نفسه لم یتبق متلاعا حقيقة لان
الحد یتلزم علیہ بالرجوع و من
ضرورة اقامة الحد بطلان اللعان
لان الاصل والخلف لا یجتمعان -

(۴۱۸) ولا یتبرقذت الاخرس
فلا لعان به ولا حد لانه لیس
کالمصریح بل فیه شبهة و کل
منهما یندرئ بما فیه شبهة

مسلمان ہو گئی اور اس کے کلاخ میں اگر محضہ ہو گئی اور محضہ ہو نیکی بعد
خاوند نے اس سے صحبت نہیں کیا تو قاذف نہ ہو اس کی طرف زنا کی نسبت
کی تو عورت سے لعان لیا جائے گا اور اگر وہ غیر زانیہ ہو تو سنگسار کیا جائے گی
اس واسطے کہ سنگسار کر نیکی شرط نہیں پائی جاتی کیونکہ عورت سے ایسے
وقت میں کہ جب وہ قاذف ہو وی دونوں محضین میں کوئی نہیں پائی گیا
(۴۱۴) جانتا چاہے کہ مصنفہ حر کی اس قول سے (اچھی زبان)
بظاہر معلوم ہو تو یہ کہ عورت سے اہلیت لعان کا اور وقت زنا کی
ہوئی ہو کہ جب زنا کے بعد اور بعد ہی ماری جائے گا لہذا یہ بان صحیح
نہیں ہے سو اس سے کہہ دینا کہ یہ غیر کر کے اس کا اصحاب جاتا
رہے گا اور لعان کی اہلیت زنا کی نہیں ہے اور جو جانیگے ہیں یہ قول نقض
ہے اور اس میں عدد و ہونیکہ قید احترازی نہیں ہے اور
اگر کسی نے اس کی طرف زنا کی نسبت کی تو اہلیت لعان کے
جینک و سپرد نہ دے جائے زنا کی ہونگی -

(۴۱۶) امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرمایا کہ عورت صورت
مذکورہ میں ہو ہی سیدھے کیلئے حرام ہو جائیگی اگرچہ خاوند نے اپنی
تکذیب کی ہو سو اس سے کہہ دینا کہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
لعان کرنا بڑا گناہ ہے جو کسی سے نہیں ہوتا - اصحاب اہل بیت علیہم السلام
سے صاحب کی بر دلیل ہے کہ یہ حکم متلاعنین کے لئے ہے اور جب
خاوند اپنی تکذیب کی تو وہ دونوں کی تحقیقت متلاعنین نہیں
ہو جو سو کہ جو کہ غلطی سے ذمہ پر نہ ہو گی اور حد کی لازم ہو گی تو متلاعن
لعان کے حکم سے اہل بیت علیہم السلام کو اس کا اصل اور سکا قتل قصہ و قتل ہو گیا -

(۴۱۸) اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کی طرف زنا کی نسبت کرے
تو وہ بے اعتبار ہے اور سپرد لعان لازم ہو گا نہ حد لازم ہو گی اس سے
کہ اس کا بیان ایسا نہیں ہے جیسے صریح بیان ہوتا ہے بلکہ
اس میں مشہور ہوتا ہے اور لعان اور حد و شبہ سے ساقط ہو جاتا ہے

۴۱۸ میں فرماتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کی طرف زنا کی نسبت کرے تو وہ بے اعتبار ہے اور سپرد لعان لازم ہو گا نہ حد لازم ہو گی اس سے کہ اس کا بیان ایسا نہیں ہے جیسے صریح بیان ہوتا ہے بلکہ اس میں مشہور ہوتا ہے اور لعان اور حد و شبہ سے ساقط ہو جاتا ہے

۴۱۹ اگر ایک اجنبی شخص کو کسی عورت کو زنا کی طرف منسوب کرے تو اس شخص پر حد واجب نہ ہوگی مگر یہ کہ اگر وہ باقوتی ہو تو اس کی تصدیق کر دیتی مگر اشارہ سے اس کی تصدیق کرنے پر اس کو کوہرت نہیں ہوگا اور باوجود شہد کے حد اس شخص پر نہیں قائم ہو سکتی۔ کہلہ الکفایہ۔

۴۲۰ اگر ایک شخص کے بیوی کے پیچیدہ ہوا اور اس کے خاوند نے کہا میرے لفظ سے نہیں ہو تو قاضی ان دونوں سے لعان کرانے کیلئے اس بچے کا نسب اس شخص سے علیحدہ کر دے یعنی اول تو ان کے میں سے غم دونوں میں تفریق کر دی اور پھر خاوند کے میں سے اس بچے کا نسب ہمیں علیحدہ کر دیا۔ امام ابو یوسف رحمہ سے ایسا ہی منقول ہے اور مسوط میں بیان کیا ہے کہ صحیح ہے یہی قول ہے اس واسطے کہ تفریق کر نیے نسب کی ضروری نہیں ہے مثلاً اگرچہ مر گیا تو لعان کر نیے خاوند ہی میں تفریق ہو جائیگی اور نسب کی نفی ہوگی۔ کہلہ فی النہایۃ۔

۴۲۱ اہم محرم کے نزدیک اپنی بیوی کے ساتھ کھڑے کر دیا جائیگا اس واسطے کہ حد شریف میں وارد ہے کہ عفت ظاہر علیہ علم یا مال بن اسیر کے معنی کا نسب اس سے علیحدہ کر دیا اور اس کی بیوی کو زنا کی طرف منسوب کیا تاکہ یہ میرا نہیں ہے اور اس پر اس پر لعان کیا تھا۔

۴۲۲ اس لعان کا طریقہ یہ ہے کہ خاوند کے خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں تو اس بچے کو اپنی بیوی سے نہیں بتا یا یہ اس میں سے ہے یا ہوں اور اگر نہ ملی ہی نہ ہوتی کی یہ میرا ہے یا اس میں سے نہ ہے تو لعان کے لئے دو زبان یا دو گواہ یا دو گواہ کر دے۔

۴۲۳ تبیین میں مذکور ہے نفی و لد کے اگر لعان میں ہر شرط کے ایسے وقت میں عورت کو حمل ہوا جو جس وقت میں وہ لعان کی اپنی بیوی

۴۱۹) وكذا الوقت الاجنبى للفرساء لا يجب الحد عليه لجواز ان تصدقه لو كانت تنطق ولا تقدر على اظهار هذا التصديق باشارتها فاقامة الحد مع الشبهة لا يجوز كما في الكفایہ ۴۲۰ وان كان القذف بولد اى نفى لنسبه نفى القاضى لنسبه بعد لعانها ما اى يقول قطعت نسب هذا الولد عنه بعد ما قال فوقت بينكما كذا روى عن ابى يوسف وفي المبسوط هذا هو الصحيح لانه ليس من ضرورة التقرين نفى النسب كما بعد موت الولد يفرق بينهما باللعان ولا ينتفى نسب عنه كذا في النہایۃ۔

۴۲۱) والحقه بامه لما روى ان النبى عم نفى نسب ولد هلال بن امية عنه بعد ما قذف امرأته لنفى الولد ولا عن۔

۴۲۲) صور هذا لعان ان يقول المزمع شهد بالله انى لمن الصادقين في امرتيها بن نفى الولد يقول المزمع شهد بالله انى من الكاذبين في امرتيها بن نفى الولد لو قد قضا بالزنا ونفى الولد كرهما جميعا في اللعان۔

۴۲۳) وفي التبیین شرط لعان بنفى الولد ان يكون العلوق في حال اهليتها لللعان حتى لو علقت وهي امه او كافرة

ثم اعتقت او اسلمت وقت ذہابہ فی الولد
لا یلاعن لان النسبة کان ثابتة علی وجه
لا یمکن قطعه فلا یتغیر بعد ۵۔

۶۴۴، و نافی الحمل بان قال لامرأته
لئیس حملک معی لا یلاعن عندا یحییفة
وقال ان التمسکة لا قتل من سعة اشهر
کان عن التمسکة لا یوجد الحمل فصار کتفیه
بعد الولادة وله ان فی هذا القذف
شبهة التعلیق اذ لا یعرف حکمة الا
بعاقبته ولو کان علقه حقیقة بان قال
ان کان فی بطنک و ان فهو من الزنا
لا یمکن قذفه فکذا شبهة۔

۶۴۵، ولا نوجه ای اللعان فی نفی الحمل
المعال وقال الشافعی یجب لان النبی ۴م
نفی الوند عن هلال وقد کان قد فہا
حاصلا ولنا ان الاحکام لا ترتب علیہ
قبل الولاة لاحتمال الخبیث محمول
علی انه عم عرف قیام الحمل وحیا و علی
ان هذا الا صرح بنزاکا امرأته۔

۶۴۶، وان قال منیت خطا بالامرأته
وهذا الحمل منه ای من الزنا یلاعن
لو جود القذف صریحا۔

۶۴۷، ونسبتہ ای نسب الحمل منه
ولا ینفیہ القاضی عنه عندنا لما مر
ان الحمل قبل الولادة یحتمل وقال لثانف

حتی کما لعل قائم ہو تو قصہ باندی یا فروقی او پڑا یا مسلمان
ہو گیا اور قذف کرنے والوں کو نکال دیا تو بچہ ان کے بیٹا کیلئے کس
طریقہ سے ثابت ہو گا اگر کوئی قطع نہیں کیا تو بچہ کی سہمی نہیں لہذا ۴
۶۴۴، اگر ایک شخص اپنی حاملہ عورت سے کہے کہ تیرا حمل مجھ سے نہیں ہے
تو امام ابو حنیفہ رحمہ کے نزدیک قطع سے لعان نہ لیا جائیگا بھلا حسین رحمہ
فرماتے ہیں اگرچہ یہ عین سے کہہ لی اس کے بعد اس کے اولاد پیدا
ہوئی تو اس سے لعان لیا جائیگا اس واسطے کہ اس وقت عمل ہو گیا
اس کی یقین ہو جائیگا تو ایسا ہوا کہ اگر ایسا ہو گیا بعد انکار کیا اور
امام صاحب رحمہ کی دلیل یہ کہ کس قدر کفار و مشرکین ثابت ہو گئی
جاتی ہیں اسلئے کہ اس حکم بعد قطع عمل کے ہی معلوم ہوتا ہے اور کوئی شخص
حقیقہ میں قطع کو معلق ہوا کہ اسے ملاوٹ کے لئے ترے بیٹے میں
بجائے تو وہ زانیہ کی زینت نہیں کیا گیا تھا تو جو اس کا شادی ہو تو بچہ قطع

۶۴۵، ہمارے نزدیک حل کے انکار کر نیسے اور یہ وقت غاوند پر
لعان نہیں واجب ہو جاتا اور امام شافعی رحمہ فرماتے ہیں یہ وقت
اوپر لعان واجب ہوتا ہے اس واسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
جلال سے اس کے بیٹے کا نسب قطع کروایا اور اس سے حمل کی
حالتیں قذف کیا قطع اور ہماری یہ دلیل یہ کہ عورت کے پیچہ پیدا
ہو نیسے پہلے اس کا اور حکم مرتب نہیں ہوا تو یہ کہ اس میں
شعبہ ہوتا ہے اور درجہ اس بات پہنچوں کہ اگر حضرت علیہ السلام
۶۴۶، مانگر ایک شخص خانی بوی سے مخاطب ہو کر کہے
تو نے زانیہ کو اور چہ حمل وہی سے ہو تو اس سے لعان لیا جائیگا
اسلئے کہ یہ فراموش نہ ہو۔

۶۴۷، ہمارے نزدیک وہ حمل وں شخص سے ثابت نہیں
سمجھا جائیگا اور قاضی اس کا نسب قطع نہ کرے گا کیونکہ اس سے کہ نہیں
از ولادہ عمل میں جب یہ ہو اور امام شافعی رحمہ فرماتے ہیں کہ

ینفیه لما مرانہ عم نفی الولد عن هلال
 ۴۲۸، واذ نفی الولد عقیب الولادة
 احوال قبول التهنیه او ایشاء الة الولادة
 صوفیه لان هاتین الحالتین کحال
 الولادة عرفا۔

۴۲۹، و فی النہایۃ اذا هوی بولد منکوتہ
 فسکت بکون قبره واذ نفی بولده الامه
 لایکون قبول لان نسب ولدھا انفا
 یتثبت بالذعوة والسکوت لیست
 بذعوة۔

۴۳۰، ولا عن ونفی القاضی نسبہ منہ
 او بعدہ ای اذا انفاه بعد ماذکر من
 الاوقات لا عن و یتثبت نسبہ۔

۴۳۱، والتقدیر مدۃ النفی بعد العلم
 بیوم او سبعة ایام روایتان عن ابی حنیفہ
 وقامدۃ النفاس لانها کحال الولادة
 لکوناً اثر لھا ولہ ان اثر الولادة یمتد
 الی سبعة ایام لباس وعانہ دم عن وعن
 الحسن والحسین فی الیوم السابع هذا
 اذا کان الزوج حاضر او ان کان غائبا
 فنفی ببلغہ الخبر فعندہ ہو کوقت الولادة
 وعندہما ان بلغہ الخبر فی مدۃ النفاس
 کذلک لک و ان بلغہ بعدہ فعند الی یوسف
 لہ ان ینفیه الی سنتین لانہما مدۃ
 الرضاع وهو اثر الولادة۔

قاضی اوس محل کا نسب شش شمس سے قطع کر دینا اگر کسی سے کہہ کر
 ۴۲۸، اگر بچہ کچھ پہنچا ہو غرض ہی یا مبارک ہو ہی کہہ دینے میں
 با ولادت کی چیز میں جمع کرنا کہ زمانہ میں ہی انکار کیا تو صحیح ہے
 اور اوس سے لعان لیا جائیگا اس لیے کہ یہ دونوں حالتیں عرفاً
 حالت ولادت ہی شمار کی جاتی ہیں۔

۴۲۹، تہذیب میں مذکور ہے اگر کسی شخص کی منکوتہ ہوئی مگر وہ لا پست ہوئی
 کسی بچہ کو کھانا کھا دی اور غرض یہ کہ بچہ بچہ کو کھانا کھا دی
 سمجھا جائیگا اور اوس کی ممانعت کی جائیگی اور کسی نے بچہ کو کھانا کھا دی
 اور اوس نے منکوتہ کیا تو یہ قبول سمجھا جائیگا اس لیے کہ ممانعت کی ولادت کا
 نسب دعویٰ کرنا یہ ثابت ہو جائیگا اور سکوت دعویٰ نہیں ہے۔

۴۳۰، اگر اوقات مذکورہ کے بعد اوس نے انکار
 کیا ہے تو اوس سے لعان لیا جائیگا مگر اوس سے بچہ کا
 نسب اس شخص سے ثابت ہوگا۔

۴۳۱، پہلا پیش کے حکم کے بعد نفی صحیح ہوئی مگر امام صاحب سے
 ایک روایت کے موافق ایک اور روایت کے موافق اس شخص
 اور صاحبین رحمہما نے یہ تین نفاس میں نکال دینے کی ہر ایک نفاس کے واسطے کہ وہ
 وقت ولادت کا ہی وقت شمار لیا جائیگا۔ اور امام صاحب رحمہما کی دلیل
 یہ ہے کہ ولادت کا اثر نہایت زیادہ ہے تو یہاں پہلے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ
 وسلم نے نام طہن کو نام طہن کا وہ ولادت سے ساتویں روز حقیقتہ
 کیا ہے جب یہ کہ خلع نہ ہو جو ہوا اگر غائب ہو تو جب وہ کہ ولادت کی
 خبر معلوم ہوئی امام صاحب رحمہما نے یہ کہ اگر غائب ہو تو ساتویں روز ولادت
 سمجھی جائیگی اور صاحبین رحمہما نے یہ کہ اگر غائب ہو تو ساتویں روز اوسکو
 خبر معلوم ہوئی تو جب یہ کہ وہ اگر غائب ہو تو ساتویں روز نفاس گذر جائیگی اور اوسکو
 خبر معلوم ہوئی تو امام ابو یوسف رحمہما نے یہ کہ اگر غائب ہو تو ساتویں روز نفاس گذر جائیگی اور اوسکو
 اس واسطے کہ وہ ساتویں روز نفاس میں اور رضاع ولادت کا اثر ہے

یہاں لکھ دینا کہ اگر کسی نے بچہ کو کھانا کھا دی تو یہ قبول سمجھا جائیگا اور اوس کی ممانعت کی جائیگی اور کسی نے بچہ کو کھانا کھا دی اور اوس نے منکوتہ کیا تو یہ قبول سمجھا جائیگا اس لیے کہ ممانعت کی ولادت کا نسب اس شخص سے ثابت ہوگا۔

۴۳۲۱ امام محمد رحمہ اللہ نے یہ چالیس روز تک انکار کر سکتا ہے جس قدر نفاس کی عادت ہوتی ہو۔

۴۳۲۲ اگر ایک حمل سے عورت کے دو بچے پیدا ہوئے اور ظاہر دوسرے کا انکار اور پہلی کا اقرار کیا تو دونوں کا نسب ثابت ہو جائیگا اور خاوند پر حد لگائی جائیگی اس واسطے کہ جس نے دوسرے کا اقرار کیا تو بچے کے انکار کرنے میں اس نے اپنی تکذیب کی اور یہ ایسا ہوا جیسے اولاد کے باقو زنا کار ہو اور پھر کہدہ مانو یا کہ اس نے اور اگر پہلے کا اقرار کیا اور دوسرے سے انکار کیا تو اس سے لعان لیا جائیگا اور دونوں کا نسب ثابت ہو جائیگا اس واسطے کہ وہ دونوں جوڑوں میں ایک ہی نطفہ سے پیدا ہوئے ہیں اور جوڑوان یا تو امین اور نوجوان کو کتھے میں جھپکے پیدا ہونے میں چھ ماہ سے کم مدت کا فصل ہو۔ اس میں ایک کا اقرار کرنا دونوں کا بھی اقرار کرنا ہوتا ہے تو ایسا ہو کہ گواہوں نے ایک ہی بچے کا اقرار کیا اور پھر اس کا انکار کر دیا تو یہ اور اس کا انکار بعد اقرار کے صحیح ہونے کا اس صورت میں حد نہیں ملے گی کتنی کیمان قذف کے بعد رجوع نہیں پایا جاتا تاکہ لازم آوے کہ گواہان کو کسی عکس پر کوئی آؤس نے عفت کا اقرار کیا اور پھر زنا کی طرف منسوب کیا ہو

۴۳۲۳ اگر ایک شخص نے اپنی دختر کے نسب سے انکار کیا اور خاوند بیوی میں اہان ہو گیا اور پردہ مٹی مرگئی اور اس نے ایک بچا چھوڑا اور اب اس شخص نے دعویٰ کیا کہ یہ میری بیٹی کا ہے یعنی میں اس کا نانا ہوں تو امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک اس شخص سے اور اس کا نسب نہ ثابت ہو گا اور ماہتین رحمہ اللہ نے فرماتے ہیں اس کا اس شخص سے نسب ثابت ہو جائیگا۔

۴۳۲۱، وعند محمد له ذلك الى اربعين يوما اعتبارا ببدلة النفاس۔

۴۳۲۲ واذا انت بولدين في بطن فاعترف بالثاني ونفى الاول ثبتاى الاول والثاني يعنى نسبهما وحد الزوج لانه لما اقر بالثاني اكذب نفسه في نفى الاول فكانه قال انت زانية ثم قال انت عفيفة او بالاول اى اذا اعترت بالولد الاول ونفى الثاني ثبتاى يثبت نسبهما لانهما توأمان خلقا من ماء واحد وهما اللذان بين وادنتهما اقل من ستة اشهر وكان اعترافه باحدهما اعترافا بالآخر فجعل كانه اقر بولد ثم نفاه فلا يصح نفية بعده الاقرار ولا عن انما لم يجب الحد لانه لم يوجد الرجوع بعد القذف فانه اقرب لعنة او لا ثم قد فها بالنفى۔

۴۳۲۳ ولو صارت بنته المنفية عن ولد يعنى اذا نفى نسب بنته وتلاعنا فماتت البنت وترك و لدا فادعاه اى الاب الثانى انه ولد لبنته فنسبه غير ثابت منه عند ابى حنيفة وقالا يثبت قتل بموتها لانها اذا كانت حية يثبت نسبها بدعوة ولدها اتفاقا۔

۴۳۵، وقید بالبت لان الولد المنفی لو كان ذكرا فمات وترك ولداً يثبت نسبه من المدعى وورثه الا بمنه اتفاقاً لحاجة الولد الثاني الى بقوت النسب بمقاوة كبقاء الاول وقيد بقوله عن ولد اذ لو ماتت لاعن ولد ثم ادعى نسبها لا يثبت فلا يرث منها لانها استغنت بالموت عن النسب و يضر بحد القذف وقيد بدعوته الولد لانه لو ادعى البنت المنفية حال حيوتها يثبت نسبها اتفاقاً۔

۴۳۶، لهما ان دعوته البنت المنفية كانت صحيحة فكذلك يصح دعوة ولدها كما لو كان الولد المنفی ذكراً وله ان الانساب الى الاباء ونسب ولد البنت ثابت من ابیه فاستغنى عن ان يثبت من امه وحده اب امه بخلاف دعوة المنفية لانها محتاجة الى نسب من الالاعن وبخلاف ما لو كان الولد المنفی ذكراً لان الولد الثاني ينسب اليه لانه ابوه فيحتاج الى اثبات نسبه كالاول فاشتراك في صحة الدعوة۔

فصل في العدة

۴۳۷، وهي تریص یلزم المرأة عند

فصل عدت کے بیان میں

۴۳۸، صحیح باشد نکاح کے زائل ہو جانے بعد عدت کو

۴۳۵، بیٹی کے مرنے کی قید اس واسطے لگائی ہے کہ اگر وہ زندہ ہو تو بالاتفاق اس بچے کے نسب کا دعویٰ کر سیکے دونوں کا نسب یعنی اوس کا بھی اور اس کی ملن کا بھی ثابت ہو جائیگا اور بیٹی کی قید اس واسطے لگائی ہے کہ اگر وہ میاں تھا اور باپ نے اس کے نسب کی نفی کی تھی اور وہ میاں اب مر گیا اور ایک بچہ اس نے جس کو ابوالان اس مدعی سے اوس کا نسب ثابت ہو جائیگا اور یہ مدعی اپنے بیٹے متوفی کا ورثہ پانچواں واسطے کہ لڑائی ہو غلبہ کا محتاج ہے اور ابوالان ایسا ہی چاہیے اوس متوفی کا بقا۔ اور یہ قید کہہ بیٹی ایک بچہ جو اس واسطے لگائی ہے کہ اگر اس نے کچھ بچہ جو اس پر اوس شخص نے اس متوفی کے نسب کا دعویٰ کیا تو نسب ثابت ہو گا اور اوس کا وارث ہو گا اس لیے کہ مرنے والے کے نسب ثابت ہونے کی وجہ سے بیٹی نہیں رہی پہلے اس شخص نے قذف ملے ہو جاتی تھی۔ اور اس کے ار کے ۴۳۶، صاحبین رحمہ کی دلیل ہے کہ نسب کی نفی کر کے بعد اگرچہ اس شخص کے نسب کا دعویٰ کرتا ہے تو صحیح ہو جاتا ہے اسی طرح اوس کے بچے کے نسب کا دعویٰ کرتا ہے صحیح ہو گا اور امام صاحب رحمہ کی دلیل یہ ہے کہ نسب ثابت نہایت کچھ بظاہر تین ورثہ کی اولاد کا نسب ہو یا پھر معنی اس شخص کے داماد سے ثابت ہو یا پھر اولاد کا نسب ثابت ہو تو کسی اوس کو ضرورت نہیں ہے بخلاف اس میں خیر کے نسب کا دعویٰ کر کے کہ وہ اس بات کی طرف محتاج ہے کہ اس لاعن سے اوس کا نسب ثابت کیا جائے اور بخلاف اوس صورت کے کہ دختر کی جگہ بیٹا ہو کیونکہ اوس کی اولاد اوس کی طرف منسوب کجا جائیگی اس لیے کہ وہ باپ ہے اور اس کو نسب ثابت ہونے کی حاجت ہے جس طرح اوس متوفی کو حاجت تھی بس وہ دونوں دعویٰ کے صحیح ہونے میں مشترک ہیں۔

عدت کے مرنے کی قید اس واسطے لگائی ہے کہ اگر وہ زندہ ہو تو بالاتفاق اس بچے کے نسب کا دعویٰ کر سیکے دونوں کا نسب یعنی اوس کا بھی اور اس کی ملن کا بھی ثابت ہو جائیگا اور بیٹی کی قید اس واسطے لگائی ہے کہ اگر وہ میاں تھا اور باپ نے اس کے نسب کی نفی کی تھی اور وہ میاں اب مر گیا اور ایک بچہ اس نے جس کو ابوالان اس مدعی سے اوس کا نسب ثابت ہو جائیگا اور یہ مدعی اپنے بیٹے متوفی کا ورثہ پانچواں واسطے کہ لڑائی ہو غلبہ کا محتاج ہے اور ابوالان ایسا ہی چاہیے اوس متوفی کا بقا۔ اور یہ قید کہہ بیٹی ایک بچہ جو اس واسطے لگائی ہے کہ اگر اس نے کچھ بچہ جو اس پر اوس شخص نے اس متوفی کے نسب کا دعویٰ کیا تو نسب ثابت ہو گا اور اوس کا وارث ہو گا اس لیے کہ مرنے والے کے نسب ثابت ہونے کی وجہ سے بیٹی نہیں رہی پہلے اس شخص نے قذف ملے ہو جاتی تھی۔ اور اس کے ار کے ۴۳۶، صاحبین رحمہ کی دلیل ہے کہ نسب کی نفی کر کے بعد اگرچہ اس شخص کے نسب کا دعویٰ کرتا ہے تو صحیح ہو جاتا ہے اسی طرح اوس کے بچے کے نسب کا دعویٰ کرتا ہے صحیح ہو گا اور امام صاحب رحمہ کی دلیل یہ ہے کہ نسب ثابت نہایت کچھ بظاہر تین ورثہ کی اولاد کا نسب ہو یا پھر معنی اس شخص کے داماد سے ثابت ہو یا پھر اولاد کا نسب ثابت ہو تو کسی اوس کو ضرورت نہیں ہے بخلاف اس میں خیر کے نسب کا دعویٰ کر کے کہ وہ اس بات کی طرف محتاج ہے کہ اس لاعن سے اوس کا نسب ثابت کیا جائے اور بخلاف اوس صورت کے کہ دختر کی جگہ بیٹا ہو کیونکہ اوس کی اولاد اوس کی طرف منسوب کجا جائیگی اس لیے کہ وہ باپ ہے اور اس کو نسب ثابت ہونے کی حاجت ہے جس طرح اوس متوفی کو حاجت تھی بس وہ دونوں دعویٰ کے صحیح ہونے میں مشترک ہیں۔

زوال النكاح المتأكد وشبهته۔ جو کہ مرثیہ نمک شہیدانہ فراموش اور سکا نام عدت ہے۔

۴۳۸، نقد الحرة الحائض المدخول (۴۳۸)، خاوند کے مطابق دینچیا نکاح فسخ ہو نیکی کے بعد اگر عورت

بہا عن الطلاق أو الفسخ بثلاثة فروع
لقوله تعالى والمطلقات يتربصن بأنفسهن
ثلاثة ترويع -

حدود جو او کو مہینہ ہی تا سہ ماہ کا فائدہ اس سے دخول ہی کر لیا
تو وہ کہ عدت میں جہیز لین لے کر نکاحی و طلاق کا فائدہ لین لے کر
فروع او مہینہ و طلاق دی ہوئی عمر میں عدت فرائض و سہ ماہی و نکاح اور وکسہ مہینہ

۶۳۹، و نادیا ای القروء المذکورہ ۶۳۹، قزو کا لفظ جو آید میں مذکور ہے وہ قرآن مجید

فی الایة دہی جمع قرء بفم القاف بالحیض قنات کی جمع ہے۔ اور حین جمع ہے حینہ کی اور تاویل کا

بکسی الحاء وفتح الیاء جمع حیضۃ وانما لفظ مصنف نے کہا اور تفسیر کا لفظ اسوا سے نہیں کہا

قال و نادى بها ولم يقل و نفسرها لان

القروء لفظ مشترك بین الحيض والطمهر اور ناول اوسى لفظ مشترك کو کہتے ہیں جس کے کئی

والماول ماترجم من المشترك احد

معاینہ لغالب الرای لابلاطھار اے دے ہیں۔

قال الشافعي في مادة بالاطهار

لِقَوْلِهِمْ إِنْ مِنْ السَّنَةِ أَنْ يَظْلِقَهَا

فی کل قرء تطبیقة ای کل طهر۔

(۶۴۰) ولنا قوله: «مهلك الامم تتان» (۶۴۱) باری وکیل وکیل مراد از کسی که بکار آن خضر علی بن موسی است.

و وعدتھا حیضاً و لا خلاف ان علیاً الامامۃ
 و علیاً بن ابی طالب و علیاً بن ابی طالب و علیاً بن ابی طالب

بایستی عتق نمودی و در هر حال باید که از پیش فاجعه بفرمانی بود تا اسیران را

جعلت عدلها حیصین و ان الله ربی
 عذرت دیوں سرکاری کے اور دوسری وجوہ سے عجز سے بڑا کار

عن ابي جهم بن عبد الله بن ماسك قال قال
 جهم بن عبد الله بن ماسك قال قال

ان دنہ جمعہ دم۔

سوا سطر کو سمجھو جو ان کا اجتماع ہو نام۔

۱۴۱۱ وان طلقت فی الحوض لم یقتد (۱۴۱۲) اگر حالت حیض میں عیون کو طلاق وی سم تو اس حرمین کو لون

علی صبیحۃ المجهول ای لم یعتبر بتلک

الحیض التي وقع فيها الطلاق لان مجلدا
جو اسلحه حصه گذر چکا ہے و عدالت میں نہیں شمار ہو سکتا تو

تخصیص و عمدتاً طہر عا بان تعدد بالاقتراء
 ۴۴۶ھ لا یشتر بشہر بعد تسعة ای قال
 ما لا یشتر بعد الطلاق تسعة أشهر
 ثم تعدد بعد ما بثلاثة أشهر لان تسعة
 أشهر و هي المدة المعتدة بظهور الحمل
 اذا انقضت تحققت براءة الرحم ثم
 تعدد بثلاثة أشهر لصيوره في معنى
 من لا تحيض۔

۴۴۷ھ ولنا انها حائض باستصحاب
 الحال فلا تعدد بالاشهر لان الاعتداد
 بها مختص بالصغيرة والأيسة۔

۴۴۸ھ والأيسة ای تعدد الأمه اذا كانت
 ممن تحيض وكن المدبرة وام الولد و
 المكاتبه لوجود الرق في الكل حیضتین
 لقوله عم عدة الأمه حیضتان۔

۴۴۹ھ دامرو الأيسة بشهر ونصف
 لا بثلاثة ای قال مالك تعدد الأمه
 الأيسة بثلاثة أشهر لا طلاق قول
 تعالى والانی یئسن من المحيض الآية
 ولنا ان عدتها نصف عدة الحرة لما
 روی عن عمر رضی الله عنہ لو استطعت
 لجعلت عدة الأمه الحيضة ونصف الا
 ان الحيضة لا يتصف باختلافها قلة
 وكثرة فيتصف الأشهر۔

(۴۵۰ھ) والحرة ای تعدد الحرة المتوفی

واسطی ہی حکم یکم از جنس عدت پوری کرے۔

۴۴۶ھ اگر امام مالک حوائضین اس صورت میں طلاق کے
 بعد تو مہینے تک ویسے ہی بیٹھی رہے اور پھر
 تین مہینے اس کے بعد عدت میں بیٹھی رہے اس واسطے
 کہ جب تو مہینے کو جو طور حمل کی مدت میں گزر گئے تو
 جسم کی برائت ثابت ہو گئی تو اس کے بعد تین مہینے
 تک عدت میں بیٹھنے کیونکہ اس کو اب اس صورت کا حکم
 ہو گیا جس کو حیض نہیں آتا۔

۴۴۷ھ ام تباریہ بولیں کہ حکم استعفی یعنی بقا رکھنا ہی کے دو ماضی
 شمار کیا گیا اور مہینوں سے عدت نہ پوری کر سکی اس لیے کہ مہینوں کے ساتھ
 عدت آئندہ وغیرہ کے لیے خاص ہو۔

۴۴۸ھ چو کہری اور ایسی ہی مدبرہ اور ام ولد اور مکاتبہ کی عدت اگر
 انکو حیض آتا ہو تو دو حیض میں اس واسطے کہ ملکوتہ کی گنتی میں پائی
 جاتی ہیں جو حیض کی عدت ہونے پر یہ دلیل ہے کہ آنحضرت نے فرمایا ہر عدۃ الامۃ
 حیضتان یعنی باندی کی عدت دو حیض ہیں۔

۴۴۹ھ حسن باندی مدبرہ وغیرہ میں نہیں آتا اور آئندہ کو تو ان کی مد
 تیرہ مہینہ ہو امام مالک رحمہ فرماتے ہیں اگر باندی اسے تو کسی عدت میں بیٹھتی
 اس واسطے کہ اگر بیکسٹھ آئے تو ان کی عدت تین ہرگز فرمائے ہیں کہ عدت اربعہ
 تعالیٰ والہ فی کین من الحيض الآية اور تباریہ دلیل ہے کہ باندی کی عدت
 حرة کی عدت سے نصف ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میرے
 اعتبار میں ہوتا تو ہر کس کے لیے دو مہینے مقرر کرتا مگر چونکہ
 حیض میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے اس لیے اس کے نصف تین مہینے
 ہو سکتی جب اس کی تعقیف ہو سکی تو مہینوں کی تعقیف
 ہو جائیگی۔

(۴۵۰ھ) جس حرة عورت کا غار نہ مر جائے تو چار مہینے ہوں۔

عناز وجها باربعة اشهر وعشر لقولها
تعالى والذين يتوفون منكم ويذرون
ازواجا يتربصن بانفسهن اربعة اشهر
وعشر الا عشاءة اياهم -

(٦٥)، وعن الأوزاعي أن المقدفعيه عشر ليالٍ لأن حذف الثلاثاء عشر يدل عليه فيعوز لها أن تزوج في اليوم العاشر ولأن الليالي يدخل فيها ما بازاها من الأيام لقوله تعالى ثلثة أيام الأرمز أقال الله تعالى ثلث ليالٍ سويًا والقصبة واحدة فبعضها ثلثة أيام وثلثها ليالي.

٢٥٢، والإمامة بالنصف أى تعتد
الإمامة المتوفى عنها زوجها بتنهين وخمسة
أيام وكذا المديرة وإم الولد والمكاتبة
٢٥٣، والحامل مطلقا أى تعتد الحامل
سواء كانت حرة أو أمة أو متوفى عنها
زوجها أو مطلقة بالوضع أى بوضع حملها
لعموم قوله تعالى وإولات الإحصاء
أن يضعن حملهن وهذه الآية ناسخة
لقوله تعالى والذين يتوفون منكم الآية
في حق الحامل كذا أسروى عن ابن مسعود
فبقي في غير الحامل على عمومها

١٤٨٠. والفاسدة النكاح ای قسمت
المنكوحة نکاحا فاسدا كالمنكوحة بغیر
شهود فانها فاسد اتفاقا بین علمائنا

لَعْنَةُ الْعَالِ وَالَّذِينَ يَتَّبِعُونَ فَتَنَهُمْ يَدْرُسُونَ اَوْ اَبَا بَرَكْتٍ
 بِاَقْسَمِهِ اَرْجَا اَحْمَدُ وَكَثَرَتْ اَعْيَانُهُ اَوْ بَوَلُّوْكُمْ مِنْ سِ
 وَفَاتِ اَبَانَا تَعْنِي اَوْ بِهِيَ اَبَانُ جَوَارِي تَعْنِي تَوْبَا عَمِيْنَةُ
 اَوْ رَسُوْلِي تَعْنِي رَسُوْلِي اَبَا هُرَيْرَةَ اَوْ اَبَا جَانُوْلُوْكُمْ رُوْكَيْنِ

۶۵۱۔ اور امام اوزاعی سے مروی ہے کہ یہاں پر نیال
کا لفظ مقدر ہے اور دوسرا تین مراحاں اسوا سے
ذرت کا لفظ عشر سے دو کرنا اس بات کی دلیل ہے اس
اس تقدیر پر چارہاں میں گزر جائے کہ بعد اس میں
عینہ علی ثانی اسکتی ہو اور چارسی دلیل ہے کہ دس
والتون میں ان کے ساتھ کہ دس دس ہی اصل میں ہے
کہ تہائی ایک جگہ پر شاید ثانی ہو جائے امام اوزاعی سے مروی ہے کہ

۶۵۲۔ اگر باندی کا خاوند مر جائے تو وہ بیٹے اور بیٹی
مزدگ عدت میں رہا اور اس طرح عدت جو دم و دل اور کاترہ
۶۵۳۔ طالع عدت کو کچھ مطلقاً خواہ مرد ہو یا باندی
ہو اور خواہ مطلق ہو یا اس کا خاوند مر جائے وہ وضع حمل
عدت میں اس واسطے کہ الہیہ کائنات طالع عدتوں کو نہ قطع
فرمائی ہو کمال اللہ تعالیٰ و اولاد الاحلال یملن ان یضعن
عتمدن اور یہ تہ حملہ کحق میں اسخ ہو اس آیت کے
وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا مِنْكُمْ لَا يَنْجِزُوا عَنْكُمْ حَتَّى تُسَوَّيْتُمْ
مروی کہ پس فی حالہ میں اس مشعوذہ کا حکم یہ سنو
بانی ۶۴ -

۱۵۴۴۔ جس عورت سے شنبہ سے کسی نے صحبت کر لی ہے اور وہ حقیقت میں حرام ہی جس عورت کا نفاق فاسد ہو یا نہ ہو، وہی گواہوں کے کہ ہمارے علماء کو نزدیک

[illegible]

مجلس شورای اسلامی
جمهوری اسلامی ایران

بالاتفاق یہ نکلنا فاسد ہوتا ہے۔ اور محارم کے ساتھ باوجود اوکل حرمت کے معلوم ہونے کے نکل کرنا اسام ابو حنیفہ رحمہ کے نزدیک فاسد ہی بخلاف صاحبین رحمہ کے کہ انہی الکفایہ تو ان دونوں کی فرقت کے بعد یا فائدہ کے مر جانے بعد عدت حیضوں سے پہلے اسوا سطر کے بہان پر عدت رحم کا خالی ہونا معلوم کرنے کے لیے ہے حق نکل پورا کرنے کے لیے نہیں ہی اور رحم کا خالی ہونا حیضوں سے معلوم ہو سکتا ہے۔

۴۵۵۔ اگر تہ اعراض کیا جائے کہ اگر رحم کا خالی ہونا معلوم کرنے کے لیے عدت ہی تو ایک حیض عدت ہونا چاہیے جیسے استبراء کہ اندر تو اس کا یہ جواب ہے کہ بیان نکل فاسد کو نکل صحیح کے ساتھ اس حکم میں ملحق کر دیا ہو جس طرح بیج فاسد کو قبضہ کرنے کے بعد فائدہ

۴۵۶۔ اگر آئینہ غمینیوں سے اپنی عدت پوری کر لے اور پھر حسب دستور سابقہ اوس کو خون آگیا صاحب ہر نے اسکی تفسیر اسی طرح کی ہے، تو اوپر دوبارہ تریح میل عدت پوری کرنی پڑیگی اسوا سطر کے عدت کے اندر بیچے حیض کے قائم مقام ہیں اور مینون کی طرف اوس وقت رجوع کیا جاوے گا جب ہمیشہ کے لیے حیضوں سے عدت کا پورا کرنا ناممکن ہوگا ایضاح میں مذکور ہے اوس روایت کے موافق ہے کہ آئینہ کے کوئی مدت مقرر نہ ہو اور اگر اوسکی مدت مقرر ہو مثلا چھین سال و ر عورت اس مدت کو پہنچ گئی اور پھر جمع المتوازل میں مذکور ہی اگر مینون سے عدت پورا کر نہ سکے بعد آئینہ نے اپنا نکل کسی سو کر لیا

و اما نکاح المحارم مع العلم بانها حرام فاسد عند ابی حنیفہ خلافا لہما کذا فی الکفایہ والموطوءة بشبهة وھے کالمسکوحۃ فاسد احتی يجب بہ المھر بالحیض ای ثلث حیض فی الفرقة و الموت ای اذا فارقت عن زوجها ادمات لان عدتها لتعرف براءة الرحم لا بقضاء حق النکاح وھی تعرف بالحیض۔

۴۵۵۔ فان قيل فعلی هذا کان یبغی ان یکنی حیضۃ کالاستبراء قلنا لا یحت الفاسد هنا بالصحیح فی هذا الحكم کما لکن السبع الفاسد بالصحیح فی افادة الملك اذا قاض۔

۴۵۶۔ واذا اعتدت الانثی بالشہور ثم رات الدم ای علی عادتها الجاریة کذا فی صاحب الہدایۃ استأنفھا ای فعلیہا ان تعتد بالحیض لان الاعتداد بالشہور خلف عن الاعتداد بالحیض وانما یصار الیہ اذا استمر العجز عن الاصل فی الايضاح هذا علی الروایۃ التی لم یقدر حد الا یاس واما اذا قدر خمسین سنۃ قبل غتہ ثم رات الدم لم یکن حیضا ولا تستأنف العدة هذا هو المختار

۴۵۶۔ وفي جمع النوازل اذا تزوجت الانثی بعد تمام اعتدادها بالاشہد

ثم هأت الدم فلا حرج ان نكاحها جائز
قضى القاضي بجوازها اولم يقص فيكون
عدتها في المستقبل بالحیض -

۴۵۸، قید بالانسه لان الصغیرۃ
اذا حاضت بعد انقضاء عدتها بالاشهر
لا تستأنف لانه لم یتمین انما كانت من ذوات
الاقراء غلات ما اذا حاضت فی اثناء
عدتها حیث تستأنف تحوزا عن الجمع
بین الاصل والبدل -

۴۵۹، او ایست بعد حیضتین فبالاشهر
لان الجمع بین الاصل والخلف غیر
جائز -

۴۶۰، فان قبل قد جاء الجمع فیما اذ سبق
للمتزوج حدث فی صلواته ولم یجد ماء
یمیم وبني قلنا الخلفیه بین الماء والتراب
وبین الطهارة ین علی اختلافهم لا بین
الصلواتین -

۴۶۱، ولو اعتقت فی العدة من طلاق
راجعی امرها بعدة الحرائر ای انتقلت
عدتها الی عدة الحرائر لان النکاح قائم
من کل وجه فلما اعتقت زاد الملاح
علیها فلا تنقض الا بالثلث حیض کما لو اعتقت
فطلقت وقال مالک لا ینتقل لان اللزیم
غلیها اتمام عدتها علی وجه وجبت
فلا تبدل بافتق کما لا تبدل عدة الیئونة والموت فیها

اور سپر او سکو حزن آگیا تو اوج قول یہی ہے کہ نکاح
جائز ہے قاضی اس کے جواز کا حکم دے یا نہ دے
اور آمند ہو گا اور کسی عدت حیضوں سے ہوگی -

۴۵۸، انسه کی قید اس واسطے لگائی ہے کہ اگر صغیرہ
کے مہینوں سے عدت پورا کرنے کے بعد اسکو حیض
آگیا تو وہ دوبارہ عدت نہ پیٹے گی اس واسطے کہ بیان
یہ بات نہیں ثابت ہوئی کہ وہ اسوقت حیض کیوال
عورتوں میں تین خلف ایس صورت کے آئندہ عدت میں اسکو
حیض آجاوے کہ وہ ان از سر نو اسکو عدت لازم ہوگی

۴۵۹، ایک عورت دو حیض تک بعد انسه ہوگی تو اب
اوپر دینیئے سے عدت لازم ہوگی اس واسطے کہ اصل اور
اس کے خلف یعنی قائم مقام کا جمع ہوا درست نہیں ہے -

۴۶۰، اگر کو بیض بیکہ اصل اور اس کے قائم مقام کا
ایک باہم تازی مثلاً ایک شخص وضو کر کے نماز پڑھا
تاکہ آئندہ نماز میں اسکا وضو جائز ہو اور اسکو بانی
میں نہیں آیا تو اسکو چاہیے کہ تیم کرے اور جان سے
نماز پڑھو مرنی تھی وہیں سے شروع کر دے - تو اسکا

۴۶۱، اگر ایک باندی طلاق رجعی سے عدت میں تھی
کہ اس کے مولیٰ نے اسکو آزاد کر دیا تو اب اس پر حرجہ کی
عدت لازم ہوگی اس واسطے کہ بیان یہ ہر طرح منکر
موجود ہے اور آزاد ہو چکی وجہ سے اس کے اوپر
ملکیت نہ پڑا وہ ہوگی پس تین حیض سے اب اسکی
عدت پوری ہوگی جس طرح آزاد ہو جانے کے بعد
اوپر طلاق موتی پر اور امام مالک ج فرماتے ہیں کہ
اسکی عدت حرجہ کی معاف نہ ہو جائیگی اس واسطے کہ

نرجھا۔

اگرچہ طلاق بائنی کی عدت اور نفقہ و نفار و نفاس کی عدت نہیں ہوتی۔

(۴۶۲) وان كانت المعتقة في العدة مبانة لم امرها بعدة الحرائر
(۴۶۳) وقال الشافعي تقتد كالحر لان حالها في العدة تغیرت فيغير عدتها
كما لو كانت رجعية ولنا انها اعتقت بعد زوال المحل فلا يغير عدتها كما لو اعتقت بعد انقضاء العدة۔

اوسکے اوپر عدت واجبہ تھی جو اسے طلاق سے اوسکا پورا کرنا اور کولادہ
(۴۶۲) اگر اگر باندہ کو طلاق لائی گئی تھی اور عدت واجبہ نہ تھی
بچہ نہ آزاد کر دیا تو کزنہ کیلئے مکروہ حکم نہیں بلکہ حر کی عدت اسکا نہیں ہوگی
(۴۶۳) امام شافعی نے فرمایا کہ باندہ کی عدت اگرچہ حر کی عدت سے زیادہ ہو جائیگی
اس لیے کہ عدت کی اندر اسکا حال اصل گیا لہذا عدت بھی بدل جائیگی
جب طلاق جہمی کی ہو تو یقین اور ہمارے یقین ہو کہ حریت کے
زائل ہو جائیگا بعد وہ آزاد ہو جائے گا لہذا اس کی عدت بھی نہیں آئیگا
جب طلاق انقضائے عدت کے بعد وہ آزاد ہو جائے۔

(۴۶۴) واذا اعتقت ام الولد او مات مولاهما امرها بثلاث حيض

(۴۶۴) اگر اولاد لینے والی بیوی کے مکروہ کے بچہ کو آزاد کر دیا تو اسکا
کر دیا تو اسکا مولود امر جائے تو ہمارے نزدیک اس کی عدت تین حیض ہیں
(۴۶۵) امام شافعی نے فرماتے ہیں اوسکی عدت ایک حیض ہی ہو
اس واسطے کہ یہ عدت تکلیف ذات کرنا نہیں ہو جائے گی اور یہ ہے
ہے پس اسکا حال استبراء کا سا ہو

(۴۶۵) لا بواحدة اى قال الشافعي ثور بان تقتد بحيضة واحدة لان هذه العدة لزوال ملك اليمين ناشبه الاستبراء۔

(۴۶۶) ہمارے دلیل یہ ہے کہ ام ولد کا علاقہ منکروہ کے علاقہ سے ضعیف ہو اور یہ عدت اس علاقہ کے زائل ہونے سے لازم ہوئی ہے تو یہ عدت نوح کے مانند جہمی جائیگی اس لیے کہ احتیاطاً ماکر کو اس کے ساتھ مل کر لینے

(۴۶۶) ولنا ان ام الولد لها فراش اضعف من فراش المتكوجة وهذه عدة وجبت لزواله فصارت كعدة النكاح لهما قال للقاصد ما لكم امل احتياطا

(۴۶۷) یہ جب ہو کہ وہ باندہ کی کسی مکروہ یا معتدہ ہو
گروہ مکروہ یا معتدہ ہو تو مولیٰ کے مرجعہ یا آزاد ہوئیے
اوسکو عدت لازم نہ ہوگی اس لیے کہ اسب وہ مولیٰ کے
فراش میں نہیں ہو تا کہ عدت سے اسکا اثر ظاہر ہو

(۴۶۷) هذا اذا لم تكن متكوجة او معتدة فان كانت لا يلزمها العدة بموت المولى ولا بالعتق لعدم ظهور فراش للمولى معه۔

(۴۶۸) اگر باندہ کا خاوند مولیٰ دونوں مر گئے اور یہ نہیں معلوم کہ دونوں میں سے پہلے کون مر گیا اور یہ معلوم ہے کہ دونوں کی موت میں کتنے روز کا فاصل ہو تو امام صاحب رحمہ کے نزدیک اس باندہ پر عدت

(۴۶۸) او مات نرجھا ومولاها جاهل الترتيب اى لم يعرف ايها مات او لا وكيفية ما بينهما اى لم يعرف مقدار ما بين الموتين من الايام فعدها

عدۃ الوفاۃ عندنا بی حنیفۃ۔

وفات لازم ہے

۴۶۹۔ وقال لجمع بین العدتین ای نعتد

باربعة اشهر وعشر وتسكنل فیہا ثلاث حیض

۴۷۰۔ قید بجملة التتیب والکمیۃ لان فایز

الموتین ان کان اقل من شهرین وخمسة

ایام نعتد اربعة اشهر وعشر اتفاقا لان

المولی ان مات ولا اعتقت ولم یلن مہاتلہ

لانہا منکو حۃ الغیث فاذا مات المویہ

نعتد لایلہ مہا العدۃ من موت موی لہا

لانہا معتدۃ من نکاح ولن مہاعدۃ

الحرقۃ فی حال وعدۃ الامۃ فی حال

فتعتد بالاکش احتیاطا وان کان

مابین الموتین شہران وخمسة

ایام نعتد اربعة اشهر وعشر ویسکنل

فیہا ثلاث حیض اتفاقا لان المولی

ان مات اولاً لم یلن مہاعدۃ وبعد

موات المویہ لیلہ مہاعدۃ الحرقۃ

ولوموات المویہ اولاً لیلہ مہاعدۃ

الامۃ ویلن مہا بموت المولی

بعداہ ان نعتد ثلاث حیض فجمع

بینہما احتیاطا لہما ان العدۃ

من المولی دارت بین الوجوب

والسقوط فیہما احتیاطا ولہ

ان الامیین اذا وجلا

ولم یعرفتا سریحہما

(۴۶۹) اور صاحبین نے میں کہ مکتوبوں عدتوں کا جمع کرنا جائز ہے

یعنی چار مہینے دس روز تک بھی عدت میں رہیگا اور میں ترقیض بھی کرے گا

۴۷۰۔ یہ قید کہ دونوں میں سے ایک کا پہلے مرنا معلوم نہ ہو

اور نہ دونوں کی موت میں تفصل معلوم ہو اس واسطے

لگائی ہے کہ اگر دونوں کی موت میں دو مہینے اور پانچ دن

سے کم کا فصل ہو تو بالاتفاق اس پر چار مہینے دس روز عدت

لازم ہوگی اس سبب کہ اگر پہلے موی کا انتقال ہو اسے تو وہ

اُسی وقت آزاد ہوگئی اور اس پر عدت لازم نہ آئی کیونکہ

وہ غیر نکاح سے تھی۔ اور اگر پہلے خاوند مر گیا ہے تو اس پر

عدت وفات لازم ہوگی۔ اور پھر خاوند کے مرنے

سے اس پر عدت نہ لازم ہوگی کیونکہ وہ عدتہ نکاح

ہے۔ مگر ایک وقت میں تو اس پر حرہ کی عدت وفات

لازم ہوتی ہے اور ایک وقت میں باندہی کی عدت

وفات لہذا احتیاطاً حصرہ کی عدت وفات یعنی چار

مہینے دس روز اس پر لازم ہونگے۔ اور اگر دونوں

کی موت میں دو مہینے اور پانچ روز کا فصل ہو اسے

تو بالاتفاق چار مہینے دس روز عدت میں رہیگی اور تین

مہینے بھی اس میں پورے کرتی رہے گی اس لیے کہ اگر موی

پہلے مر گیا ہے تو موی کی عدت اس پر واجب نہ ہوگی

اور جب اس کے بعد خاوند مر تو اب خاوند کے لیے

اس پر حرہ کی عدت واجب ہوگی۔ اور اگر خاوند پہلے

مرے تو اس پر باندہی کی عدت لازم ہوگی اور پھر

اُس کے بعد موی کے مرنے سے تین مہینے عدت میں

رہنا اس پر لازم ہوگا اس واسطے احتیاطاً دونوں عدتوں کا جمع کرنا

يُجْعَلُ كَأَنَّهُمَا وَرَدَا مَعًا كَالْعَرَّةِ وَالْحَقِيقِ
فَإِذَا جُعِلَ مَوْتُ الْمَوْتَى وَالزَّوْجُ مَعًا
سَرَّحَ جَانِبَ عَدَمِ الْوُجُوبِ وَلَا يُجِبُ
الْعِدَّةَ احْتِيَاطًا لَكَ الشَّيْءِ لَا يَثْبُتُ
بِالشَّكِّ كَمَا لَوْ اخْبَرْتَ بِمَوْتِ زَوْجِهَا
وَالطَّلَاقُ وَلَمْ يَعْلَمْ تَارِيخَهُمَا لَا يُجِبُ
الْعِدَّةَ لِلطَّلَاقِ -

١٤١٠ هـ ولومات صغير عن امرأته
الحامل يأمرها أي ابني يوسف بالشهور
أي بان تقعد أربعة أشهر وعشرا
كما في الحادث بعده أي كما ان الحمل
لو حدث بعد موت الزوج تقعد
بأربعة أشهر وعشر اتفاقا لتيقننا
ان الحمل ليس من الزوج في الصورتين
وهذا تنبيه على تقليل ابني يوسف -

وهما بالوضع أي قالا عدتها
بوضع الحمل لان العدة شرعت لقضاء
حق النكاح لا لبراءة الرحم وهذا
المعنى متفق في الصبي لإطلاق تولد
وأولات الاحمال اجلهن ان يضعن
حملهن من غير فضل بين ان يكون
منه او من غيره بخلاف الحمل الحادث
لانه لم يثبت وجوده وقت الموت
فوجب العدة بالأشهر فلا يتغير
بجلده وثبته بعد ذلك

چاہیے کہ صاحبزادہ کی دلیل یہ ہو کہ مولیٰ کی عدت عجیب
 ہو نیکیا ہی احتمال ہو اور اس کا مہو نیکیا ہی ہذا افتخار
 اور سکوا واجب سمجھینگے ۔ اور امام صاحب رحمہ کی دلیل یہ بھی
 کہ حسب قوت عین و وجہین بانی حائین اور اس کی تقدیم
 تاخیر معلوم ہو تو ایسا سمجھا جائے گا کہ گویا وہ دونوں
 ساتھ ہی پائے گئے ہیں جیسے عرق ہو جانے اور جل جانے کی
 صورت میں بہت سے لوگوں کو یہ سمجھا ہوا ہے کہ کربلک ہی قوتیں
 ۱۷۱۷ اگر ایک مسخیر سے لڑا کر مارا اور اس نے
 اپنی بیوی کو حاملہ جوڑا تو امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک
 اس کی عدت چار مہینے دس روز ہو جائے جس طرح بعد
 حل ہو جائے جسے عین بنی فاؤنڈر ہاے اور بعد کو وہ عورت
 حاملہ ہو جائے تو اس کی عدت بالاتفاق چار مہینے و روز
 ہی ہوتی ہو سیکے کہ ای دونوں صورتوں میں ہر ایک
 اس بات کا تقابلی ہو کہ اگر اس کے سرے میں نہیں ہو خواہ اگر کسی
 حالت میں حاملہ ہو یا بعد کو حاملہ ہوگی جو امام ابو یوسف رحمہ کی دلیل
 امام صاحب رحمہ اور امام محمد صاحب فرماتے
 ہیں اس کی عدت صورت مذکورہ میں وضع عمل ہو اس
 کہ عدت اصل میں حق نفل کے ہو اگر کرنے کے لیے مقرر
 ہوئی ہو رحمہ کی برکت معلوم کرنے کے لیے نہیں مقرر
 ہوئی اور نفل کے معنی پائے کے اندر پائے جاتے ہیں
 اس واسطے کہ آیت میں مطلقا حاملہ عورتوں کی عدت وضع
 عمل بیان کی ہو خواہ وہ حاملہ دس فاؤنڈر ہو یا کسی مہو
 قال اللہ تعالیٰ واولان لااحمال اجلهن
 ان یفرضن حملهن یعنی اور حمل والیوں کے
 عدت یہ ہو کہ وہ اپنے بچے کو نہیں بخلاں اس حل کے

۴۶۲، دونوں صورتوں میں خواہ وہ صغیر کے مرتے وقت حاملہ ہو یا بعد کو حاملہ ہو جائے اس صغیر کو نکاح نشیبت ثابت ہوگا اگر اس کا ہارنظہر پہلا و غیر میں نہ ہو

۴۶۳، تین تین میں مذکور جو بی اختلاف اس صورت میں ہو کہ جو ان آدمی ایک عورت سے نکاح کرے اور اس کے ساتھ دخول کرے اور یہ طلاق کو یہ سے یا مر جائے اور وقت نکاح سے چھ مہینہ تک کم ہیں اس عورت کے بچہ پیدا ہو اس لیے کہ اس بچہ کا نسب اس شخص سے ثابت ہوگا حالانکہ اس شخص کو مرنے سے نکاح کے نازل ہونے وقت وہ حاملہ ہو جاتا۔

۴۶۴، اگر ایک عورت طلاق کی عدت میں تھی اور کسی شخص نے شہرہ سے اس سے صحبت کر لی مثلاً اس نکاح کر لیا اور خبر دستی کر یہ دوسرے کی عدت میں ہی یا اسی کی منکوحہ ہی یا اس کو اپنے بستر پر یا با اور دونوں کی کدیا کہ یہ تیری بیوی ہو تو اس کے اوپر دوسری عدت واجب ہو جائیگی مگر ہمارے نزدیک نواہی و نواہین

مداخل ہو جائیگا اور عورت کو جو حیض آئے گا وہ دونوں عہدوں میں شمار کیا جائیگا حتیٰ کہ اگر صحبت ایک حیض کے بعد ہوئی ہو تو اس کے بعد دو حیض تک عدت میں رہ کر ایک حیض اور عدت میں رہیگی تاکہ یہ حیض دوسری عدت کا تیسرا حیض ہو جائے اور اگر وہ معتدہ وفات تھا اور شہرہ سوا نکاح ساندہ صحبت کر لیا تو عدت وفات مہینوں سے پوری کر لی اور اس میں حقیقتاً اس کو حیض آئے جائیگے وہ دوسری عدت

۴۶۵، صحبت میں شہرہ کی قید اس واسطے لگائی ہے کہ اگر بلا شہرہ کے اس کے ساتھ صحبت کی ہو جیسے ایک

۴۶۲، وکثیبت نسبه ای نسب الحمل من الصغیر فی الوجهین لانہ یعمد الماء ولا ماء لہ۔

۴۶۳، وفی البتین علی هذا الخلاف لو تزوج الکبیر امرأة فدخل بها ثم طلقها ومات عنها من وجها ثم جاءت بولد لاقول من ستة اشهر لانه ليس بثابت النسب منه وكان موجودا وقت نوال النکاح بالموت۔

۴۶۴، واذا وطئت المعتدة من طلاق بشبهة بان تزوجها رجل وهو لا يعلم انها معتدة الفیر او منکوحته او وجدها علی فراشه والنساء قلن انها زوجتك فوجبت اخرى ای عدۃ اخرى

نامرہما بالعدتین علی التداخل فیکون مآثرۃ المرأة من الحيض محسوبا منوما حتی لو كان الوطی بشبهة بعد حیضۃ حاضت حیضتین بعدها وحیضۃ اخرى لیکون ثالثۃ للعدۃ الثانیۃ ولو كانت معتدة الوفاۃ فوطئت بشبهة تعدل بالاشهر ویحسب مآثرۃ من الحيض فیها من العدۃ الثانیۃ تحقیقا للتداخل بقدر الامکان۔

۴۶۵، قد بقوله بشبهة لانه لو وطئها بلا شبهة کیا اذا تزوجها وهو يعلم انها

غض نے جان دھمک کر یہ دوسرے کی منکوحہ ہے۔

اُس سے نکاح کر لیا تو اُس عورت پر دوسری عدت مذکور ہوگی اور اُس کے خاندان پر صحبت کرنا اُس سے حرام نہ ہوگا اسی پر فتویٰ ہے کہ ان فی الذخیر۔ اور حقائق میں مذکور ہے کہ اگر پہلے نے اسکو طلاق جی دی ہے تو پہلے دو حیضوں

میں اُس سے رجوع کر سکتا ہے اور تیسرے حیض میں رجوع نہیں کر سکتا اس لیے کہ اُس سے اب بائن ہوگئی اور اس سے نکاح کر سکتا ہے کیونکہ وہ دوسری عدت میں بجا پہنچے اگر عدت

(۶۷) صورت مذکورہ بالا میں یعنی جس صورت میں متہ طلاق شب سے کوئی صحبت کرے نام شافعی کے نزدیک طلاق کے دو مرتبہ لازم ہوتا ہے پہلی عدت پوری کر لینے کے بعد دوسری عدت کو پوری کر لی

(۶۸) - ذخیرہ میں مذکور ہے یہ جب ہے کہ جب شخص اُس مستعدہ سے صحبت کرے اور اگر خاندان ہی نے مشبہ سے اُس سے صحبت کر لی تو بالاتفاق دونوں عدتیں مست داخل ہو جائیں گی۔

(۶۹) - امام شافعی کی یہ دلیل ہے کہ عدت باہر جانے اور نکاح کرنے سے اپنی جان کے روکنے کا نام بجا اور یہ اصل میں ایک عبادت جو جس طرح روزہ شہوت جماع اور شہوت طعام سے روکنے کا نام ہے لہذا ایک ہی زمانہ میں یہ دونوں عبادتیں اور انہیں پرستشیں جس طرح دو روزے ایک دن میں نہیں آدھار سکتے

(۷۰) ہماری دلیل یہ ہے کہ عدت سے برات رحم کا معلوم کرنا مقصود ہے اور وہ ایک ہی عدت سے معلوم ہو جاتی ہے اور عبادت کے معنی اُس کے تابع ہیں لہذا بدون عورت کے علم کے عدت پوری ہو جاتی ہے اور کافرا وغیرہ تکلف پر بھی جی ہوتی جو عبادات کے ساتھ مامور نہیں ہیں۔

منکوحۃ الغیر لا یجب علیہ اخری ولا یحرم علیہ التزوج وطہا بہ یغنی عن الذخیرہ فی الحقائق ان کان طلاق الاول رجعیاً کان لہ ان یرجعہا فی حیضین الاولین ولیم ۱۰ ان یرجعہا فی حیضۃ الثانیۃ لانہا بابت منه ولیم ۱۰ ان یرجعہا لانہا معتدۃ الغیر وعلیٰ ہذا الخلاف العدتان بالشہور۔

۶۷ لا التعاقبای قال الشافعی لا یتداخل العدتان فعلیہا عدۃ ثانیۃ عقیلہ والی۔

۶۸ فی الذخیرہ ہذا اذا وطئہا اجبن لبشہۃ اما اذا وطئہا الزوج المطلق لبشہۃ لد اخلت العدتان اتفاقاً۔

۶۹ لہ ان الاعتداد کف عن التزوج والتزوج باخر فیکون عبادۃ کا کف عن قضاء الشہوتین فی الصوم فلا یتادیان فی زمان واحد کا الصومین فی یوم واحد۔

۷۰ ولنا ان الغرض من العدتین وهو بلایۃ الرحم یحصل فی صۃ واحدۃ ومعنی العبادۃ تابع ولہذا ینقضہ بدن علمہا ویجب علی الکافۃ وعین المکلفۃ

بہما ای بالطلاق و الوفاة۔

طلاق یا وفات کا حال معلوم نہ ہو۔

(۶۸۵)، وامرناہا بہ ای بابتداء
معدۃ فی النکاح الفاسد عقیب التفريق
ای تفريق النکاح و هذا ایس بطلاق
او العزم علی ترک الوطی و ذلك بان
يقول ترکک و خلیت سبیلک و نحوھا
لا یجوز العزم۔

(۶۸۵) نکاح فاسد میں ہماری ترمیم جس وقت سے قاضی
سے تفريق کی کہ وہ فاسد نہ جس وقت سے اوس سے ترک
صحبت کا ارادہ کر لیا ہو اور گداہی کو کھینچنے کے بعد دوبارہ اجازت
چھوڑ دیا کوئی ایسی قسم کا اتفاق ہوا و سو قوت سے عدت لازم
ہوگی اور صرف ترک صحبت کا ارادہ کر لیا کافی نہیں ہے بلکہ
ظہان سے نہ کہ عدت سے یہ نکاح فاسد میں قاضی کی تفریق ظہان سے ہوتی ہے۔

(۶۸۶)، لامن اخر الوطیات ای قال
من فویعتہ العدة من اخر الوطیات
حق لو حاضت بعد الوطی قبل التفريق
ثلث حیض انقضت العدة لان
المؤثر فی ایجابھا هو الوطی لا العقد۔

(۶۸۶) امام فرمود فریقین نکاح فاسد کے اندر جو وفات سے
ختم صحبت صادر ہو ہی ہو و سو قوت سے عدت شمار کی جائیگی تاکہ
بعد از صحبت کو قبل از تفریق قاضی کی تفریق حیض یا صحبت کا گزرتا
تو عدت منقضی ہو جائیگی و سو اسلئے کہ عدت کی واجبہ نہیں بلکہ طبع کو
داخل ہو عقد کو داخل نہیں ہے۔

(۶۸۷)، و لثان فی الفاسد شبهة النکاح
ولہذا لا یجوز بالوطی فیہ و انما یقع
ہذہ الشبهة بالتفريق او التراك
فلا تعد قبلہ كما فی النکاح الصحیح۔

(۶۸۷) ہماری یہ دلیل ہے کہ نکاح فاسد میں شبہ نکاح کا ہوتا ہے
و لہذا نکاح فاسد میں صحبت کر فیسے عدت نہیں واجب ہوتی اور یہ
شبہ نکاح کا یا تو تفریق سے جاتا ہے یا ترک طبع سے جاتا ہے پس ان
دونوں کی قبل عدت نہ ہو سکی جس طرح نکاح صحیح میں۔

(۶۸۸)، و اذا اقرت بانقضائها ای
اقرت معدۃ من طلاق بانقضاء
عدتها بالحیض فاقل المدة ای المدة
الصالحۃ لہ شہران عند ابی حنیفہ۔

(۶۸۸) اگر مستند کو طلاق اپنی عدت کا حیض تو ان کا رہنا
بیان کرے تو کہہ کر کہ عدت اوسکی بیان کی صحیح ہو نیکی لکھ لکھ
رحم کی نزدیک دو مہینے میں یعنی الطلاق تو یہ ہو رہا و وہاں گذشتہ
میں موعودت کا قول مستحب سمجھا جائیگا۔

(۶۸۹)، و قال تسعة و ثلاثون یوما
لاحتمال ان یقع الطلاق قبل اول
حیضہ فیکون مدتھا ثلثہ و تطہر بعدھا
خمسة عشر ثم حیض ثلثہ و تطہر خمسة
عشر ثم حیض ثلثہ فیکمل العدة

(۶۸۹) اور صاحبین رحمہما نے بیان کیا کہ ان کا بیان
صحیح ہو نیکی لکھ لکھ اوتالیس روز میں اسلئے کہ اگر طلاق دیتے ہیں
اور کو حیض آیا اور تین روز کا شمار کیا اور پھر پندرہ روز تک
طہر کرنا نہ ہوا اور پھر تین روز حیض آیا اور پھر پندرہ روز تک طہر
پھر پھر تین روز تک حیض یا کل یہ نو گنا اوتالیس روز ہو کر ہو۔

وزاد خواهر نماز ثلاث ساعات
للاعتسالى وقال لان من مان الاغتسال
من الحيض من جامع المحبوبي-

٢٩٠) له ان رويته هكذا انا دسرة فلا
يبنى عليه الحكم الشرعى وانما يبنى على
الغالب فيعتبر اكثر مدة الحيض واقل
مدة الطهر لتعد لا فيكون ثلث
حيض شهرا والطهر بينهما شهرا
٢٩١) ولو كانت المقررة بالانقضاء اربعة
تصدق عند هذا في احد وعشرين يوما
سنة ايام حيضتان وخمسة عشر يوما
طهر وعندة تصدق في اربعين لانه
يجعل كانه طلقها في اول الطهر والطهر
كل منهما خمسة عشر يوما وحيضتان
كل منهما خمسة ايام -

(٢٩٤)، ولو علق طلقها بالولادة فولدت
فطلقت ثم اقرت بانقضاء عدتها
بالحيض فاقبلها اى المدة الصالحة
لتصديقها خمسة وعشرون يوماً عند
ابى حنيفة لان نفاسها يقدر وخمسة وعشرون
اذ لو كان اقل منه ثم كان بعد الطهر
خمسة عشر ثم الدم بعد اى اربعين
كان كله نفاسا لان الطهر فى اربعين
وان كثر لا يفصل عند لا فينقضي الحيض
فى رواية الحسن عنه خمسة لانه وسط

اور اسکی حدت پوری ہو گئی۔ اور خواہر زہرہ کے تین ساعہ غسل کیلئے اور نعلینس و نونہ میں روند یا دو کوہین اور کہاں کہ غسل کرنا نہ نہ بھی حیف کا ہی نہایت ہر سن جامعہ محبوبی۔

(۶۹۰) امام صاحب رحمہ کی دلیل دومینے مقرر کرنے میں یہ
ہی کہ جس طرح عصا میں نہ تو زخمی ہو سکتا اور نہ خون کا نشانہ نہاد ہو سکتا اور
یہ نہ تو نالہ ہو سکتا کہ اس طرح کسی کو اس پر غلیظہ یا کسی کو کچھ نہ تو قوی ہی ہو سکتا
شرع کرنا ہو سکتی ہو لہذا بعض کی توفیقہ و تبارہ و مت نے بیگنے اور کسی کی کہ
صاحب توفیق کی نظر لکھنے میں یہ توفیق ہو اور توفیق و حکم ہونے کی کہ معینہ اور کہا ہو۔
(۶۹۱) اور اگر باغی اپنی امت کا گندہا نمایان کہتے ہیں تو
صاحبین رحمہ کی نزدیک لکھیں روز کے گندہا نہیں اس کا اقرار صحیح
ہو جائیگا کہ تبارہ و توفیق و توفیق نہ لے اور بندہ روز کے گندہا
سلطہ اور امام صاحب رحمہ کی نزدیک چالیس روز گندہا نہیں اس کا
اقرار صحیح ہو گا اور یہ بیان یہ کتب میں لکھا یا شرع علیہ میں و کوکھ لائق
و گویا تو کتب معینہ و وطرون کا ہو گیا اور دو معینوں کے دس روز
مجموعہ چالیس روز و بعض کے تبارہ و توفیق چالیس روز و بعض کے
(۶۹۲) اگر خداوند نے اپنے کی سیدہ امرونی سے طلاق کو مشرور کیا ہوتا
اور اس کے چاہیہ اور اور طلاق واقع ہو گئی اور ہر اوس نے معینوں
سے اپنی عدت کا گندہا نمایان کیا تو کلام مذکور میں چالیس میں اس کا
بیان صحیح ہو سکتا ہے امام صاحب رحمہ کی نزدیک چالیس روز میں
اس واسطے کہ چالیس روز تو نفاس کے سمجھا جائیگی کیونکہ اگر اس
سے سمجھا جائیگی اور ہر اوس کے بعد تبارہ روز کے توفیق نہ اور اور
چالیس ہی دن کے اندر روز و توفیق و کو آویز تو وہ سب نفاس ہی
ہو گا اس واسطے کہ امام صاحب رحمہ کی نزدیک چالیس روز کے
انداز کے بعض ہی روز تک خون بندہ ہی وہ نفاس ہی شام کیا
چاہا ہو لہذا نفاس کی کہیں روزوں کا لکھا اور بعض کے کہیں روز

اس ایک موافق جو حسن امام صاحب روایت کی ہوا کیلئے کہ حیض کی اکثر مدت نصف ہیں تین روز و نفاس کے ہوئے اور پندرہ روز تین حیض کی اور پینتالیس روز تین طہر کی یہ سب ایک ہی جگہ اور ایک روایت میں امام صاحب مروی ہے کہ کم سے کم سون اکی تصدیق کیے نہ روز میں اس کے اکثر حیض کی دن تین تین حیض کے پندرہ دن کی تھوڑا اور پندرہ روز سون ہو گئے۔

من اکثر العدة فيكون خمسة وعشرون نفاسا وخمسة واربعون ثلثة اطهار وخمسة عشر ثلث حيض والمائة رواية عن أبي حسان الحيض مقد ربعشرة فلذلك على المقلد الاول خمسة عشر فكان مائة۔

(۶۹۳) امام ابو یوسف کے نزدیک کم از کم بیٹھ روز میں اکی تصدیق ہو سکے گی اس واسطے کہ حیض کی اکثر مدت دس روز ہیں اور نفاس ثلث حیض سے کچھ زیادہ ہی ہو کر آٹھ روز اس لئے حیض سے ایک دن زیادہ اکی مدت بھر لیں گے میں گیارہ روز اور طہر کی مدت پندرہ روز اس حساب سے تین طہر کے پینتالیس روز ہوں گے اور تین حیض سکھو روز اور گیارہ روز نفاس کے تھے یہ سب پینتالیس دن ہوتے۔

۶۹۳ فیصد قہا ابو یوسف فی خمسة وستين لان اكثر الحيض عشرة والنفاوس اكثر منه عادة فزيد عليه يوم فصار احد عشر وطهرها خمسة عشر ثلث مرات يكون خمسة واربعين وحيضها ثلث مرات تسعة فيكون المجموع خمسة وستين۔

(۶۹۴) امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک کم از کم اس کی تصدیق کرنے کے لیے چوتھ روز کافی ہیں اس واسطے کہ نفاس کی کم مدت کی تو کچھ تعداد ہی نہیں ہے لہذا ایک گھڑی اکی فرض کر لی جائیگی اور پینتالیس روز تین طہر کے ہوئے اور نو روز تین حیضوں کے۔

۶۹۴ لا في البعة وخمسين اى عند عهد لا يصدق في اقل من هذه لان اقل النفاس لم يقدر بشئ فيقدر بساعة وطهرها خمسة واربعين وحيضها تسعة۔

(۶۹۵) عدت وفات میں عورت کو خواہ حرہ ہو یا باندی بٹہ طیلہ اس کا نالغ صحیح ہوا ہو لازم ہے کہ خوشبو لگانا اور ننگار کرنا اور مسحہ اور تیل لگانا سب چھوڑ دے اس واسطے کہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ عورت کو مسحہ اور تیل لگانے اور مہندی لگانے سے منع فرمایا اور عذر ان چیزوں کا استعمال کر سکتی ہے مثلاً اس کے غار شہ تو اس کے لیے حریر پہن سکتی ہو یا بجز اس حریر کے کپڑے مٹے ہونے کے پاس دوسرے کپڑے نہیں پہن سکتی اس لیے کہ اس قسم کا کپڑا

۶۹۵ وتزلة الحرة والامة في عدة العواقة عن نكاح صحيحا للتطبيع الزينة والكحل والذهن لما صح ان عدم نهى المعتدة عن الاكتمال والادخال والاختصاب بالحناء واللعان ومثل ان يكون لها حكة فتلبس الحبريس لاجلها ولا تجرد ثوبا عنهما قيل هذا اذا كان

الثوب جدید اموال کا خلیفہ بحیث لا یقعہ النینۃ فلا بأس بہ۔

(۶۹۶) قید النکاح بالصیغۃ احترازاً عن الفاسد لانه واجب الزوال فلا تستأسف علی زوالہ ولا حللہ علیہ لاجلہ۔

(۶۹۷) فان قيل کیف جاز التأسف علی زوال نعمة النکاح وقد قال لله تعالیٰ لیکلنا تسول علی ما فاتکم ولا تفرحوا بما آتاکم قلنا المراد بالاساءة والفرح ان یکون بصیاح نفل لک عن ابن مسعود۔

(۶۹۸) فان قيل لم یجب الحلال علی الامة اذا اشتترها زوجها وقد زال نکاحها قلنا وجب الحلال علیہا لکن لم یظهر فی حق المولیٰ حل وطعمها بالشرع حتی لو اعتقها فی هذه الحالة ظهر من الحلال۔

(۶۹۹) وانما یہ ای بالاحلال وتوکل الطیب والزینۃ الملبتقۃ ای المطلقة طلاقاً بائناً وتقال الشافعی لا یفسد بہ لانه اوحشہا بالابیانۃ فلا یجب علیہا اظهار التأسف من فترتہ وکننا انہا ممنوحة عن النکاح فی العدة فتقنع عن صفات داعیۃ الیہ لئلا تنضم انہا ملتصقة للام والحق۔

اگر نیا ہو تو بلا غریب نہیں ہو سکتی اگر پہلا ہو تو اس کے پینے سے بناؤنگار نہیں پایا جاتا تو کچھ صبح نہیں ہو بلا غریب نہیں ہو سکتی ہے۔

(۶۹۶) نکاح صحیح کی قید اس واسطے لگائی ہے تاکہ نکاح فاسد سے احتراز ہو جائے اس واسطے کہ وہ واجب الزوال ہوتا ہو جس کے جانکا ہوس کرنا چاہیے اور اس کے جانے سے عورت کو سوگ کرنا چاہیے۔

(۶۹۷) اگر کہو زوال نعمت نکاح پر افسوس کرنا کہاں سے جائز ہو سکتا ہے اسد پاک تو فرما تو کیلیا تا سواہلی ما تم ولا تفرحوا بما آتاکم یعنی تاکہ غم نہ کرو اس چیز پر جو تم سے جاتی رہی۔ اور خوشی نہ کرو اس چیز کی جو تم کو دی ہے۔ تو اس کا یہ جواب ہے کہ غم نہ کرنا اور خوشی کرنے سے جلا کر اور شوخ کرنا غم اور خوشی کرنا مراد ہے اور خوشی نہ کرنا

(۶۹۸) اگر کہو جو حکم کرنا واجب کا حکم خانہ فرید نے تو بہر سوگ کرنا کہاں نہیں دیکھتا اور فریاد کیا نکاح بھی زائل ہو جاتا تو اس کا جواب ہے کہ مرگ تو بہر واجب تا بہر سوگ کرنا کے حق میں نہیں ہوتا اس لئے کہ پہلے اسکو نہ دیکھنا نکاح کے حکمت حلال تھی اب بدریدہ خرید لینے کے طلاق ہوئی تو اگر اس طلاق میں اسکو ڈاڈو دیا تو اسکو سوگ کرنا لازم نہ آئے گا۔

(۶۹۹) جس عورت کو طلاق بائن دیا جائے ہمارے نزدیک اسکو بھی حکم کر کہ سوگ کرے اور نکاح نہ کرے اور غریب نہ لگے۔ مگر امام شافعی فرماتے ہیں اسکو حکم نہیں ہے اس واسطے کہ عاودہ تو اسکو طلاق بائن دیکر پریشان ہی کر دیا ہے پھر اسکی جدائی ہے عورت کو افسوس کرنا کچھ ضرر دینا نہیں ہے۔ اور ہماری دلیل ہے کہ حالت عدت میں اس کو نکاح کرنا منع ہے تو جو چیزیں نکاح کی دواعی ہیں وہ بھی اس کے لیے منع ہیں۔ تاکہ کوئی نہ سمجھے کہ اس کو شوہروں کی تلاش ہے۔

یہاں تک کہ عورت کو اس سے مراد ہے

۶۰۰۱، طلاق پہلی کے قیدر اس واسطے کہ اگر کھت و فانی میں تو بالاتفاق سوگ کرنا واجب ہے اور طلاق بھی میں بالاتفاق سوگ نہ کرنا چاہئے۔ میں الحقائق۔

۶۰۱۰، ذمہ عورت بائیں سن الٹی پر ہماری نذر دیک سوگ کرنا واجب نہیں ہے اور لام شافعی سے کہنے و کیل ان پر بھی سوگ کرنا لازم ہے اس واسطے کہ حدیث مذکورہ بالاسب کے واسطے عام ہے۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ سوگ کرنا شرع کا حق ہے اور وہ دونوں احکام شرعیہ کے ساتھ مخالف نہیں ہے۔

۶۰۲، یہ مسئلہ کہ اگر اس کا مولیٰ آزاد کرے تو اس پر سوگ کرنا واجب نہیں ہے جو اس واسطے کہ سوگ نہ کرنا طبعی یعنی طالع کی ناکل ہو جانے پر غلط ہے کہ نہ لکھے ہی اور لم ولعول کے طالع میں نہیں ہوا کرتی ہے۔

۶۰۳، معتدہ کے کسی شخص کو مہر طالع کی درخواست نہ کرنی چاہئے اور اگر بطور قرض کے جس سے وجہرت سمجھا جائے کہ تو کہہ مضا بعد میں ہے تو قرض کے میں نہیں ہے کہ ذکر کرے کہ جو اس کو مطلب ہے اور وہ مضا اور اس کو مجبور سے مضا رغبت ہو جائے کہ اس کی عورت کو نکاح کر لے تو یہ بھی عورت اور اسی قسم کے باتیں بقولہ تعالیٰ ولا جناح علیکم فیما عرضتم من خطب النساء یعنی جو چیز میں کہیں مضا اور عورت کی طرف سے عورتوں کا نکاح کی عورت

۶۰۴، وہ تین میں مذکور ہے جب ہے کہ وہ معتدہ وفات ہو اور معتدہ طلاق ہو تو قرض بھی درست نہیں ہے طلاق بھی میں تو اس واسطے کہ وجہت کا غلط ہے جو معتدہ یا اس میں سوا ہے کہ اس کے طالع کی خواہش کرے یہ اس میں اور عورت میں دشمنی ہو جائے بلکہ اس کی عورت اور اس شخص میں بھی عداوت ہو جائے گی۔

۶۰۵، یہ قید بالمتوتہ لان الحداد واجب فی عداۃ الوفات اتفاقاً وغیر واجب فی الرجعیۃ اتفاقاً من الحقائق۔

۶۰۶، ولا نوجبہ امی الاحداد علی مویۃ ولا معتدۃ وقال الشافعی یجب علیہا الحداد لعموم الحدیث السابق ونا ان الحداد حق الشرع وھما لیا من اھل الخطاب۔

۶۰۷، ولا احداد علی ام الولد اذا اعتقھا مولاھا لان الحداد لا یتھار التأسف علی لغۃ النکاح ولھو یکن لھا نکاح۔

۶۰۸، ولا یخطب المعتدۃ امی لا یتطلب للنکاح ولا بائس بالتعریض وھو ان تدکر شیئاً وترید بہ شیئاً لم تدکرہ لقولہ ان لی فیک سرغۃ او قولہ ارید ان اتزوج صالحۃ وانت صالحۃ فغوما لقولہ تعالیٰ ولا جناح علیکم فیما عرضتم بہ من خطب النساء۔

۶۰۹، وفی البین ہذا اذا كانت معتدۃ عن وفاة وان كانت معتدۃ عن طلاق لا یجوز التعریض اما فی الرجعی فلان الزوجیۃ قائمۃ واما فی المبتوتۃ فلان تقریضہا یورث العداۃ بینہا و بین الزوج وکذا بینہ و بین الخطاب۔

۵۵۷۔ ولا تخرج المطلقة الرجعية و
الميتوة أصلاً أي لا في الليل ولا في
النهار لأن النفقة دأسة عليها فلا
ضرورة لها إلى الخروج حتى لو اختلعت
على أن لا نفقة لها تخرج نهاراً المعاشية
وقيل لا تخرج وهو الأصح لأنها هوائية
اسقطت حقها فلا يبطل به ملوجب
عليها من عدم الخروج هذا في الحرة
وأما في الأمة فتخرج لرعاية حق المولى
في الخدمة إلا أن تبوء لها من لا يترك
استقداً لها۔

ولو كانت المبانة كتابية فلها
الخروج لأنها غير مأمورة بالشرا ئع
الإنا للزوج أن يمنعها عن الخروج صيانة
لمناعه۔

۵۵۸۔ وخرج المتوفى عنها نهاراً وبعض
الليل إذا لا نفقة لها فينشئ تحتاج إلى
الخروج وتبيت في منزلها أي لا يكون
في الليل كله في غير منزلها ولو باتت
أقل من نصف الليل فلها ذلك لا ر
البيتوة عبارة من الكون في مكان
أكثر الليل۔

۵۵۹۔ وتعد في المنزل المضاد إليها
سكنى أي من جهة السكنى حال وجودها
أي وجوب العدة بالموت أو الفراق

۵۵۸۔ مطلقہ کو ہم کو گھر سے باہر نہ نکلتا جا ہوا وہ رجعیہ
ہو یا بائنہ جو زندہ یعنی نہ رات میں سو سائے نہ گزارنے کے لالین
سے او سکو فقہ دیانیا کا او سکو یاہر یا نکی حاجت تعین ہوتے
کہ اگر اوس نے اس شرط پر فائدہ سے قطع کر لیا ہو سکو نفقہ
نہ دیا جائے تو وہی کے وقت طلب معاش کے لالین سکتے ہو
اور بعض کہتے ہیں کہ مقتولین ہی میں نیکی سکتی اور یہی قول زیادہ
تر صحیح ہو سوسلے کہ اس نے خود اپنا حق ساندہ کر دیا ہے
اس حق کے ساندہ ہو نہیں سکتے جب یہ اس کے اوپر
واجب ہے۔ یعنی گھر سے باہر نہ جانا
وہ او سکلے زمین سے ساندہ نہیں ہو سکتا۔

یہ حکم پور بیان کیا گیا مرہ کی المویہ اور اگر چہ مکرری ہو تو وہ ظہر
نکال سکتی ہے اگر کو لا اہلی نہ ہو صفحہ نمود و اگر صحیح یقین کی او سکلے
المویہ کی مکان میں کو دیدی و اوس خدمت لینا چھڑ دی اور وہ
مطافحہ کتابہ عورت ہو تو او سکلے کلنا جائز ہو سوسلے کہ وہ نکاح میں ہے
کو ساتھ لہو نہیں لگتی جس رت بن جائد او سکو اپنے فطریہ کھ حفاظت م

۵۵۹۔ متوفی عنہا روز و جب ایچ جس کا خانہ زائد رہی او سکو
عدت و نفاذ میں باہر نکلتا روز رست ہی تمام دن و یکہ رات
میں سو سکلے او سکلے نفقہ تو مقرر ہی نہیں ہو نہ نہ نکلتے کے
او سکو واجب ہو گیا کہ تمام رات گھر سے باہر نہیں رہ سکتی بلکہ
اپنی گھر میں ہی او سکو مقبوضت ہے نصف شب پاشی کر لی جائے
اور اگر آجی رات سمجھ کر دوسرے مکان میں جائے او سکو جائے ہو سکتا
لیکن کاغذ میں بیعت کی گئی ہے کہ یہ رات اوس مکان میں گزری

۵۶۰۔ موت یا فراق بعدت کی واجب ہونے کے وقت
رجعہ کے اعتبار سے جو اوس عورت کا مکان سمجھا جاتا ہو مویہ
مکان میں عورت کو عدت پوری مکرری جائے کہ حق لگا فائدہ نہ

مکملہ لکھنے کے لئے
مکملہ لکھنے کے لئے

حتى لو طلقت في منزل اهلها فعليها ان
تعود الى منزلها الذي كانت ساكنة فيه
ليقول له تنفك ولا تخرجي هن من بيوتهن
(۷۰۸) فاذا اعتدت في منزل الزوج
يجعل بينها وبينه سنة حق لا يقع
الحلق بالاحنية وان كان فاسق لخص
عليها مند فالاولى خص وجهه لو جوب
السكن عليها فيه۔

(۷۰۹) ولو كان الزوج غائبا وطلقها
وكان ليسكن باجرة اعطيتها باذن القاضی
ويعصم دينه على الزوج۔

(۷۱۰) فان اخرجها الى مكان من
نصيبهم من الدار وضاقت عن اى
عن سكناها نصيبها من دار المیت
او خافت على مالها فيه انتقلت لان
هذا الانتقال بعد رولوا سكنها
في نصيبهم باجره وهى تقد رولوا
لان تنقل وفي الكفاية تعین الموضع
الذى ينتقل في الوفاة اليها وفي
غيرها اليه۔

(۷۱۱) ولو مات في السفر في مضر
وقد كان مع امرته او ابانها اى طلقها
طلاقا بائن فيه وبينها وین کل من مضر
ومقصدها مسير سفر عليها ان
تعتد في المصراع عند ابي حنيفة

اُس وقت میں کہ جب اپنی اس کے مطلق دی ہو تو اسکو عدت میں
رہنے کے لئے اس مکان میں جس میں رہتی تھی یا پھر اس کے لئے
تلاخر جہن بن ہوتی یعنی اور مدت نکالو ان کے گھروں سے۔
(۷۰۸) اگر خاوند کے رہنے کے مکان میں عدت میں رہے
تو خاوند کے اور اس عورت کے درمیان میں کچھ اور کوئی چاہے
نہا کہ اجنبی عورت کے ساتھ خلوت نہ پائی جاوے۔ اور اگر
خاوند یا کفالتی فاجر آدمی جس سے اس عورت کے پاس شرے
خوف معلوم ہوتا ہو کہ اس صحبت نکالے تو بہتر ہو کہ اس کو نکال دیا جائے۔

(۷۰۹) اگر خاوند موجود نہیں ہو اور اس نے طلاق دیدی ہو
اور یہ کرایہ کے مکان میں رہتا تھا تو کفالتی فاضی وہ مکان عورت
کو کرایہ پر دلا دیا جائیگا اور اس کا کرایہ خاوند کے ذمہ ہوگا۔

(۷۱۰) اگر مرد نے خاوند کے مرجانے کے بعد عورت کو
لے لے کر کسی مکان کا لیا اور اس کے مکان میں عورت کا اس قدر
نہیں جو سکے رہنے کے لگائی ہو سکے یا اس مکان میں عورت کو
لے لے کر کسی جگہ پر گیا تو اس مکان کو بدل دینا جائز ہے۔
اس واسطے کہ یہاں پر مکان سے منتقل ہونا عورت کی وجہ سے
ہے۔ اور اگر وارثوں نے کرایہ سے اس کو مکان میں رہنے
کی اجازت دیدی اور وہ کرایہ دینے کی طاقت رکھتی ہے
تو اسی مکان میں اس کو رہنا چاہیے۔ اور مکان نہیں
بدل سکتی۔

(۷۱۱) اگر ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ سفر میں تھا اور وہ
ایک شہر میں مر گیا۔ یا بیوی کو اس نے وہاں طلاق بائن
دیدي اور وہاں سے اس کا شہر اور حج کو روانہ ہونا چاہتی ہے
دونوں مقام سفر کی مسافت پر واقع ہیں تو امام صاحب
کے نزدیک اسی جگہ عورت کو عدت پوری کرنی چاہئے۔

اور بیک حدیث نہ مانع ہوئے کسی محرم کے ساتھ جوئی ہائے نہ جائے۔
 (۱۲) صاحبین نے یہ حدیث پر اراکے سچے کسی محرم کے ساتھ ہائے نہ جائے۔
 (۱۳) سفر کی قید اس لیے لگائی ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو بالاتفاق وہاں سے کہیں سے کہیں جاتے اور شہر میں طلاق دینے یا مہر جانے کی قید اس لیے لگائی ہے کہ اگر جنگل میں ایسا ہوتا تو اسکو سخت تیار کر کے خواہ اسے گھر کو واپس چلی جائے یا جہاں جانا چاہتی ہو وہاں کو پہلی جائے تو اس کے ساتھ کوئی محرم ہو یا نہ ہو واسطے کہ یہاں ہلاک ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ اور جو گاؤں ایسا ہو کہ وہاں رہتی ہو اسکو بھی یہاں پر شہر کا حکم ہے۔ اور یہ قید کہ یا اسکو طلاق بائن دے دے اس واسطے لگائی ہے کہ اگر طلاق رجعی دی ہے تو وہ اس طلاق سے خاوند سے علحدہ نہ ہو جائیگی۔ مگر یہ بات ضرور ہے کہ اگر گھر میں اس نے جوئی محرم طلاق رجعی دی ہے تو بدون رجعت کے اس کو سفر میں یہاں جاسکتا۔ سن اختلاف۔ اور یہ قید کہ اس کا مکان اور جہاں وہ جانا چاہتی ہے مدت سفر واقع ہوں اس واسطے لگائی ہے کہ اگر دونوں جگہ مسافت سفر سے کم ہیں تو جہاں چاہے بالاتفاق وہاں چلی جائے اور اگر ایک اس قدر دور ہے مگر ایک یہاں ہے تو جو قریب ہو بالاتفاق وہاں کو چلی جائے۔ اور محرم کی قید اس واسطے لگائی ہے کہ اگر وہاں محرم نہیں ہے تو بالاتفاق وہاں سے نہیں جاسکتی۔

(۱۴) صاحبین رحمہم اللہ کی دلیل یہ ہے کہ مدت کی حالت میں عورت کے اوپر سفر کا مشہور کرنا لازم ہے۔ اور یہاں تو طلاق ہے اس کے اوپر سفر کی حالت میں عواقب ہوئی ہے۔ پس یہاں سے جانا سفر کرنا نہیں ہے۔ بلکہ سفر کا ہر کرنا ہے لہذا محرم کی

والا تخریج محرم حجة تفرغ من مدتها
 (۱۲) ولجائزہ قبلہای الحرة وجہ قبل الفلغ
 (۱۳) قید بالسفر اذ لمات فی الحضر
 لا تخریج اتفاقاً وقید بالمصر لانہ لمات
 فی مفارقاته وطلقت فیہا فہی بالخیار
 ان شاءت مرجعت الی مہربا والنشاء
 مضت الی مقصدہا سوا معہا کھم
 اولاً اتفاقاً لخص فی الہلال والقریۃ لقی
 تقدیراً علی المقام بہا کا المصر فی الحکمہ قید
 بقولہ او بانہا لانہ لم یطلقہا رجعیاً فہی
 لاتقارن من وجہا اما اذا طلقہا رجعیاً
 فی منزلہا فلیس لہ ان یسا فرہا قبل الرجوع
 من الحقائق وقید بان یكون بینہما و بین
 مقصدہا مدۃ سفر وکن بینہما ویقولہا
 لان کلا منہما لو کان دون مدۃ
 السفر تخریج الی ایہا شاعرت اتفاقاً
 او کان احدهما مدۃ السفر الاخر
 دونہا تخریج الی الذی دونہا اتفاقاً
 وقید بالمحرم لانہ لم یعدم لا تخریج
 اتفاقاً۔

(۱۴) لہما ان المحرم علیہا انشاء
 السفر فی العدة وهذا لیس بانشاء
 لان الطلاق وقع علیہا وہی مسافرة
 فیجوز مع المحرم ولہ ان تاتئیں
 العدة فی المنع من الخس وجہ

ساعتہ اسکو بیان جانا درست ہوا۔ اور امام صاحبؒ کی دلیل یہ ہو کر ہم کے منوعے کو سفر کے منع ہونے میں مستدر دخل نہیں ہو جیسا کہ عدت کو سفر کے منع ہونے میں دخل ہو دیکھو کہ محرم کے منوعے سے عرت وہ سفر نہیں کر سکتی ہو اور عدت میں ہونے سے مطلق جا ہی نہیں سکتی اگرچہ اگر سے باہر ہی کیون نہوا درج کر عوم کے منوعے سے سفر کرنا اسکو منع ہو جاتا ہو تو عدت کے ہونے سے بدین اہلی اسکو سفر کرنا ناجائز نہوا اور اگر سفر سے کم سانت ہو

فصل ثبوت نسب کے بیان میں

۱۵۱) ہم انکم حل کی مدت کا اندازہ پندہ میں سے بین اتقوا تعالیٰ و ہر فضالہ ثلثون شہر یعنی اور اسکی بیٹ میں لکھنا اور وہ چھ ماہ تیس میں ہے ہو تو تعالیٰ قالوا البواہت یحرم عن اولادہ حتی یخرجوا کالمیر یعنی اور اسی اپنی اولاد کو پورے دو برس بعد پلان میں

۱۵۲) اور زیادہ سے زیادہ حل کی مدت کا اندازہ ہمارے نزدیک دو سال ہیں۔

۱۵۳) امام شافعی رحمہ فرماتے ہیں زیادہ سے زیادہ حل کی مدت چار سال ہو اسواسطے کہ رضیک چار سال میں جب اسکے واث بھی نکل آئے تھے ہشتہ ہوئے اپنی مان کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہیں۔

۱۵۴) اگرچہ یہ دلیل ہو کہ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ عموں کا ہر تین بیویوں کو ہر چار ماہ میں ایک بچہ پیدا ہوتا تھا اور اسی باتوں کا مدار سے پڑتا ہو۔

۱۵۵) اگر مضمون کے عد سے گزرنا خواہ وہ

اقتوی من تاثیر عدم المحرم الا یومعہ ان العدة یمت مطلق الخروج وان قل وعدم المحرم یستع السفر فقط وعدم المحرم اذا کان مانعا من السفر فالعدة اولی وانما یخص ما دون السفر لانه لیس بانشاء الخروج بل هو بقاء علی الخروج الاول وہی هنا منشئة باعتبار انہ سفر یحرم الخروج۔

فصل فی ثبوت النسب

۱۵۶) و یقتدما اقل الحمل سنة اشهر لقوله تعالیٰ وحملہ و فضالہ ثلثون شهرا و قوله تعالیٰ والاولاد ان یرضعن اولادہن حولین کاملین۔

۱۵۷) و یقتدر اکثرہ ای اکثر مدۃ الحمل سنتین۔

۱۵۸) لا اسما بعد ای قال الشافعی ہو اربع سنین لان النکاح ولد تہ امہ لاربع سنین بعد ما ثبت ثبایا وہو یضاح۔

۱۵۹) ولنا قول عائشہ رضی اللہ عنہا لا یبقی الولد فی سرحم امہ اکثر من سنتین و لود و س معزل و مثله لا یعرف الاسماع۔

۱۶۰) و اذا اقرت بانقضاء العدة

یقولون کہ اگرچہ یہ دلیل ہو کہ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ عموں کا ہر تین بیویوں کو ہر چار ماہ میں ایک بچہ پیدا ہوتا تھا اور اسی باتوں کا مدار سے پڑتا ہو۔

ایہ معتدۃ کانت ثم جاءت بولد
لاقل من ستة أشهر من وقت الاقرار
یثبت لنسبه لظهور کذبها حدیث
اقرت بالانقضاء ورحمها مشغول
اولسته لم یثبت ای ان ولدت لسته
اشهر من وقت اقرارها لم یثبت
النسب لاحتمال حدوث الحمل بنکاح
جدید فلم یقین کذبها۔

(۲۰)، فان قيل کیف صح هذا الاقرار
وفیه ابطال حق الولد من النسب قلنا
انها امینه فی الاخبار عما فی رحمها
ویجوز ابطال حق الغير بقول الامین
كما اذا اقرت بالانقضاء عدتها یبطل حق
الزوج۔

(۲۱)، اذا اتت به الرجعية لسنتين
او اكثر ثبت نسب الولد ما لم تقصر
بالنقصانها ای انقضاء العدة وکان
مراجعا لان الزنا منتف عن المسلم
ظاهرا فیحمل علی ان العلوق وقع بعد
الطلاق۔

(۲۲)، فان قيل انتفاء الزنا ممکن
بغير هذه الجهة بان یزوج بسزوج
اخر بعد انقضاء عدتها فیکون الولد
منه قلنا لا یبقاء اسم من الاغتلاء
فکان اولی۔

کوئی عورت ہو اقرار کیا اور اس اقرار کرنے سے چھ مہینے
سے کم عرصہ میں اُس کے کچھ اولاد پیدا ہوئے تو اُس کا نسب
ثابت ہوگا اس واسطے کہ چھ مہینے کم میں بچہ پیدا ہونے
معلوم ہو گیا کہ اقرار کرنے وقت اُس کے پیٹ میں بچہ تھا اور اُس کا
اقرار کرنا جو نہ تھا اور اگر اقرار کرنے سے چھ مہینے میں اُس کے
بچہ پیدا ہوا ہو تو اُس کا نسب ثابت ہوگا اس لیے کہ یہاں
نکاح جدید سے حمل کے پیدا ہونے کا احتمال ہی اس کے
جو نہ تھا ہو نہ تھا اس وقت میں یقین نہیں ہو۔

(۲۰)، اگر کوئی عورت اقرار باوجوب دیکر اُس میں نسب کے اعتبار
سے بچہ کتنے کا باطل کرنا ہو کیونکہ صحیح ہو گیا تو اُس کا جواب
ہو کہ اپنے پیٹ کی خبر دینے میں شرع کے اندر عورت کو
ایمن سمجھا گیا ہو اور امین کے قول سے دوسرے کا حق باطل
کر دینا جائز ہے جس طرح عورت کے انقضاء عدت کی خبر دینے
سے خلعت کا حق باطل ہو جاتا ہو۔

(۲۱)، طلاق رجعی کے بعد اگر عورت کے دو سال یا اس سے
زیادہ میں بھی بچہ پیدا ہوا تو وہ ثابتہ الشقیب ہوگا
جب تک عورت عدت کا گزر جائے یا ان نہ کرے۔ اور
اس سے رجعت ثابت ہو جائیگی اس لیے کہ بظاہر مسلمان
کی شان سے نہ نکاح اور نہ انہیں ہی اور یہی سمجھا جائیگا
کہ طلاق کے بعد حالت عدت میں اس کو حمل ہوا ہو۔

(۲۲)، اگر کوئی عورت نے عدت کے علاوہ اور رجعی
نکاح کی ہی اس طرح پر کہ بعد انقضائے عدت بکھائی ہوئے دوسرے
سے نکاح کر لیا ہو اور یہ عمل اُس نکاح سے ہو تو اس کا یہ جواب
ہو کہ پہلے ہی نکاح کا باقی رکھنا جب تک نکاح جدید کی ثابت نہ ہو
آسان ہو لہذا باقی رکھنا ہی مناسب ہو۔

(۲۳۳) قید بعد اقرار ہالانہا لواقرت بانقضاء العدة فهو كما قالت اذا كان فدية بجملة لثلاثة اقله۔

(۲۳۴) اول اقل ای ذاتت بولد لاقل من سنتین یشبت لنسبه لوجود العلوق فی

النکاح اذ فی العدة وبانت من زوجها لانقضاء عدتها بوضع الحمل ولما احتل کوئد

العلوق قبل الطلاق وبعد لم یصح لهجا بالشک فان قبل لم یجعل مل جعلا یجعل

الوطی علی وجوده بعد الطلاق لان الحوادث معمولہ علی اقرب او تنها

قلتا لان الرجعة بالفعل خلاف السنة ولا یظن بالمسلم العاقل الاقدام علی

خلاف السنة فلا یجعل علیہ مع امکنہ خلیہ۔

(۲۳۵) والمبقرات ای اذا اتت المعتدة عن طلاق بان بولد لاقل

منہما ای من سنتین یشبت لنسبه لاحتال قیام الحمل وقت الطلاق فیثبت احیاء

للولد۔

(۲۳۶) ولهما ای لو اتت به لتقام سنتین من حین الفرة لم یثبت لنسبه لحدوث

الحمل بعد الطلاق یقینا لان وطی المبتدئ حلل فی العدة الاباد عام بان یدعی ھما

لنسب الولد فیثبت حملا لد علوہ

(۲۳۷) یہ قید کہ عورت ناقضاً عدت کا عورت مذکور میں اقرار کرے اس طرح کی اگر اس عدت کا اگر جانا یا کئی تو اس کا قول بجز ایک

طلاق ہی سے بعد نکاح کرنا یا کیا کہ اس میں من فیض کے پس ہوئی گئی تھی

(۲۳۸) اگر دو سال سے کم میں بچہ پیدا ہوا تو وہ ثابت النسب ہوگا اس واسطے کہ یا تو یہ حمل حالت نکاح کا سمجھا جائیگا یا حالت

عدت کا مگر یہاں حجت نہیں ثابت ہوگی۔ بلکہ قانون سے علم ہوا جائیگا اس واسطے کہ وضع حمل سے اس کی عدت گئی

اور چونکہ حمل میں دونوں احتمال ہیں کہ قبل طلاق کا ہو یا بعد طلاق کا اس واسطے شک سے حجت نہیں ثابت ہو سکتی

اگر کہ یہاں پر اس طرح سے رجعت کیوں نہ ثابت کر دیا کہ طلاق کے بعد ہی صحبت کا وعدہ ثابت کیا جائے کہ نہ جو

اقرب اوقات پر محمول ہو کر کہتے ہیں تو اس پر جواب ہو کہ رجعت بالفعل سنت کے خلاف ہو اور مسلم عاقل کی نسبت یہ گمان نہیں آتا

کہ وہ خلاف سنت پرائے ام کرے پس باوجود دوسری صورت کے ممکن ہوئیگی اس رجعت پر خلاف سنت ہو محمول نہ کریں گے۔

(۲۳۹) اگر مطلقہ باندہ کے دو سال سے کم میں بچہ پیدا ہوا تو وہ ثابت النسب ہوگا اس واسطے کہ طلاق

کے وقت حمل کے وقت ہو یا نہ ہو کہ نہ ہونے کا احتمال ہے۔ لہذا بچہ کے زمرہ رکھنے کی خاطر اس کا نسب ثابت کر دیا جائے گا۔

(۲۴۰) اگر وقت وفات سے دو سال میں بچہ پیدا ہوا تو وہ ثابت النسب نہ ہوگا۔ اس واسطے کہ یہاں پر یقیناً

طلاق کے بعد حمل کا قائم ہونا معلوم ہوتا ہے اور مطلقہ باندہ سے عدت میں صحبت کرنا حرام ہے مگر جس صورت

میں قانون اس کے نسب کا دعویٰ کرے گا تو نسب ثابت ہو جائیگا

علیٰ انہ وطئوا فی العداۃ لبشبعہ۔ محبت کر لی ہو گی۔

(۷۶) وفي البتين هذا ما ذكره وفيه نظر لان المبتوتة بالثلث اذا وطئها الزوج كان شبهة الفعل وفيها لا يثبت النسب وان ادعاه بض عليه في كتاب الحدود -

(۷۷) بتين مين مذکور ہے فقہاء نے اس طرح بیان کیا ہے کہ تین کچھ کلام ہے اس واسطے کہ تین طلاق کے بعد اگر خاوند اس کو شہسہ عیبت کرنے تو یہاں بھی - فعل میں خبیہ ہو کر اگر اوجو خطا کے دعویٰ کرے تو یہاں نسب نہیں ثابت ہوتا کتاب الحدود میں اس کی تصریح موجود ہے

(۷۲۸) هل يشترط تصديق المراجعة اذا
 (۷۲۸) اگر خاوند و عولے کے رسمہ تعویذ کی تصدیق ہی شرط
 یا نہیں ہے میں دور وایتی آن کی سن۔

۲۹) وان كانت هذه ای المستوتة
صغيرة یلجام مع مغلها نجاعت به یتبته
الی سنتین ای یتبثت ابو یوسف نسب
الولد الی اخر هذه المدة او رجعية
ای كانت الصغیرة مطلقة طلاقا رجعیا
فالی سبعة وعشرین شهرا ای یتبثت ابو
یوسف نسب ولد ها الی هذه المدة
لانہ جعل مراجعانی عدتها وهی ثلثة

۳۰) اگر وہ مطلقاً بابت صغیرہ شریک محبت کرنے کے لائق ہے
اور اسکے طلاق کے بعد بچہ پیدا ہوا تو ام ابو یوسف رحمہ کے
نزدیک دو سال کے مدت تک اس کا نسب ثابت ہوگا اور
اگر اس کو طلاق رجعی دینی ہے تو اس کے بعد سترائیس مہینے تک
اگر اس کے بچہ پیدا ہوگا تو وہ ام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک
ثابت نسب ہوگا اس واسطے کہ مدت طلاق یعنی تین مہینے کو
اندازہ نہ کر سچا یا لگا کر اس نے مراجعت کر لے اور ازان
بعد دو سال تک نسب ثابت ہوگا لگا۔

ۛ ۛ ۛ ۛ ۛ

(۷۳۰) امام صاحب رح اور امام فخر رح کے نزدیک
خواہ وہ صغیرہ مطلقہ باشد ہو یا حبیبہ و اگر نو بیٹھے سے کم ہیں
اُسکے پیچیدہ لوگ اتنا وسعت میں ثابت انسب ہوگا۔

اشھرو بیت بعد ہا فی السنتین
و اثبات ای نسب ولد الصغیرۃ
إذا انتسابه لأقل من تسعة أشهر فہما
ای فی المستنویۃ والرحیعیۃ۔

(۷۳۱) اوستوقی عنہا نزد چچا ای لوکانت
الصغیرۃ معدۃ عن الوفاۃ فجاءت
بولد فالی سنتین ای یثبت ابو یوسف
نسب ولدھا الی سنتین واثبتناہ
(۷۳۲) اگرغیرہ کا نام نہ رکھے تو امام ابو یوسف رحمہ
کے نزدیک دو برس تک اگر اس کے پچھرا پیدا تو وہ
ثابت النسب ہوگا۔ اور امام صاحب رحمہ اور امام محمد
صاحب رحمہ کے نزدیک اگر دس مہینے اور دس روز
کم میں پیدا ہوگا تب تو ثابت ہوگا ورنہ نہیں۔

صحبت کر لی ہوگی۔

(۷۶) تین مین مذکور فقہانے اسطرح بیان کیا ہے کہ تین
 کچھ کلام ہے اسطرح کہ تین طلاق کے بعد اگر خاوند اس شوہر
 سے صحبت کرے تو یہاں بھی۔ فعل میں خبیہ ہو کر باوجود خائے
 کے دعویٰ کرے کہ یہی یہاں نسب نہیں ثابت ہو تا کتاب الحدود
 میں اسکی تہذیب مروجہ ہے

(۲۸)، اگر خاوند دعویٰ کرے تو عدالت کی تصدیق ہی شرط
یا نہیں اس میں دور وایتن آئی ہیں۔

(۷۶۹) اگر وہ مطلقاً نہ معنی میں ہو مگر صحبت کرنے کے لائق ہے اور اس کے طلاق کے بعد یہ پیدا ہو تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک دو سال کے مدت تک اس کو نسب ثابت ہوگا اور اگر اس کو طلاق جس دین سے تھو اس کے بعد شائش نہیں تک اگر اس کے بعد پیدا ہوگا تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ثابت انساب ہوگا اس واسطے کہ مدت طلاق یعنی تین مہینے کو اندھا و مد کو مہربا جائیگا کہ اس نے مراجعت کر لے اور از ان بعد دو سال تک نسب ثابت ہو جائیگا۔

(۷۳۰) امام صاحب رحہ ادا نام فرم کر کے نزدیک خواہ وہ غیر مطلقہ باشند ہو یا جید ہو اگر تو بھیجے سے کم میں اس کے لیے یہ ہو گا تو اس وقت میں ثابت انسب ہو گا۔

(۷۳۱) اگر ضعیف کا کاغذ مر جائے تو امام ابو یوسف ج کے نزدیک دو برس تک اگر اوس کے پیچیدہ ہوا تو وہ ثابت الحسب ہوگا۔ اور امام صاحب رحمہ اللہ صحیح صاحب رحمہ کے نزدیک اگر دس مہینے اور دس روز تک کم میں پیدا ہوگا تب تو ثابت ہوگا ورنہ نہیں۔

ایام۔

❖ ❖ ❖ ❖ ❖

۴۳۲، اعلم ان الخلاف فيما اذا سكنت الصغيرة ولم تدع حبلا ولم تقتر بانقضاء عدتها اما اذا او عته صارت مقرة بانها بالعدة وكانت في نسب ولدها كالکبيرة او اقرت بمضي العدة بعد ثلاثة اشهر ثم جاءت بولد لاقل من ستة اشهر ثبتت نسبة وان ولدت لستة اشهر او اكثر لم يثبت سواء كان رجعا او بائنا انما قالان عدتها ثلاثة اشهر بالنص ومضيها كالقوار الکبيرة بمضي عدتها۔

۴۳۳، له في المسائل السابقة ان الكلام في المرافقة وهي قابلة للحمل فيحتمل ان يكون حاملا قبل الطلاق او الوفاة فيكون انقضاء عدتها بوضع الحمل ويحتمل انها حبلت بعد انقضاء عدتها بثلاثة اشهر في الطلاق واربعة اشهر وعشر في الوفاة فاذا وقع الشك في الانقضاء جعل عدتها غير منقضية فثبتت نسبة الى سنتين كما في البالغة ولهما ان صغيرها ثابت بيقين وهو مناف لحملها فلا يزول بالاحتمال ما هو ثابت بيقين فيحكم بمضي عدتها بثلاثة اشهر في الطلاق واربعة اشهر وعشر

۴۳۲، جانا چاہیے کہ یہ اختلاف اس صورت میں ہو کہ وہ صغيرہ سکوت کرے اور حمل کا اقرار نہ کرے اور نہ عدہ کے گزرنیکا اقرار کرے اور اگر اس نے حمل کا دعویٰ کیا تو گویا اس نے اپنے بالغ ہونیکا اقرار کیا اور وہ اپنی اولاد کے نسب کے اعتبار سے جوان عورت کے مانند ہوگی یا تین مہینے گزرنیکا نیکے بعد اس نے عدت کے گزرنیکا اقرار کیا اور پھر چھ ماہ سے کم مین اسکی پیدائش ہو تو اسکا نسب ثابت ہوگا اور اگر چھ مہینے یا اس سے زائد مین پیدا ہوا تو بالاتفاق ثابت ہوگا تو وہ مطلقہ یا نہ ہو یا حیرم ہو اسواسطے کہ حکم نص اسکی عدت تین مہینے ہوں اور لنگہ گزرنیکا صغيرہ کیلئے ایسا ہی ہو جیسا جوان عورت کو لئے انقضاعت کا اقرار کیا۔

۴۳۳، مسائل سابقہ میں امام ابو یوسف رحمہ کی دلیل ہے کہ کلام مراد ہے کہ اندر یعنی بوقت قبیلہ البلیغ ہے اور وہ حمل کے قابل ہوتی ہو تو اس میں یہ احتمال ہو کہ قبل طلاق یا قبل وفات اپنی فائزہ کے وہ حاملہ ہو پس اسکی عدت وضع حمل ہونی چاہیے اور یہی احتمال ہے کہ طلاق کی تقدیر پر مین ماہ گزرنیکے بعد وہ حاملہ ہوئی ہو و وفات کی صورت میں چار ماہ دس روز اندر بعد حاملہ ہوئی ہو پس جب عدت کے گزرنے میں شک واقع ہو گیا تو یہ مبین نگے کہ اسکی عدت منقضی نہیں ہوئی لہذا مسائل تک اسکا نسب ثابت ہوگا جیسے بالغہ عورت کی تقدیر پر اور امام صاحب رحمہ اور امام محمد رحمہ کی دلیل ہے کہ اسکا صغيرہ جو ناقضیتنا ہی ثابت ہے اسو صغيرہ جو ناقضیتنا ہی ہے تو جو چیز یقینی ہے وہ احتمال ہے ازل میں ہو سکتی لہذا طلاق کے اندر تین مہینے سے اسکی عدت گزرنیکا

نسب ثابت ہوگا

اور وفات کی صورت میں چار مہینے دس روز سے اوپر کو یہ
 سمجھیں گے کہ قضاء عدت کے بعد یا ایسا ہی لہذا اسکا
 ۳۴۶، اگر متوفی عنہا زوجہا نے اپنی عدت کے گزرنیکا
 اقرار کرے اور حمل کا اقرار کرے اور دس مہینے دس دن
 گزر جائیکے بعد اسکے بچہ پیدا ہو تو ہمارے نزدیک وہ
 ثابت الحسب ہوگا اور اس متوفی کے اولاد ہوگا اگر امام
 زفر رحمہ فرماتے ہیں وفات الحسب نہ ہوگا۔

۳۴۷، یہ اختلاف اس صورت میں ہو کہ معتدہ وقتا

بالعورت ہو اور اگر معتدہ ہے تو امام صاحب رحمہ اولیام
 محمد رحمہ صاحب کے نزدیک اس کے بچے کا نسب موقوف
 ثابت ہوگا جب دس ماہ دس یوم سے کم میں پیدا ہو ورنہ
 چنانچہ مذکور ہو چکا ہے۔

۳۴۸، اقرار کر لینی قید اس واسطے لگائی ہے کہ اگر اس نے
 انقضائے عدت کا اقرار کر لیا تو بالاتفاق نسب ثابت ہوگا
 اور یہ قید کہ دس مہینے دس روز کے بعد پیدا ہو اس واسطے
 لگائی ہو کہ اگر اس سے کم میں پیدا ہو تو بالاتفاق ثابت الحسب ہوگا

۳۴۹، امام زفر رحمہ کی یہ دلیل ہے کہ جب دس ماہ داخل
 ظاہر نہیں تھا تو حکم فعل و سکت عدت چار مہینے دس روز
 ثابت ہوئی اور جس صورت میں وہ اپنی عدت گزرنے جانے
 کا اقرار کرے اور یہاں تک کہ بچہ پیدا ہو تو وفات الحسب ثابت
 تو صورت تنافس نہ ہائی اندر بطریق اولیٰ نسب ثابت
 نہ ہوا چنانچہ اس واسطے کہ جو حکم نفس ثابت ہے اسکو تو
 اس سے جو اسکی اقرار سے ثابت ہو۔ اور ہماری
 دلیل یہ ہو کہ عدت کے مہینوں کے گزرنے میں شرط یہ ہے

فی الوفاة و یحمل الحمل علی انصحاح
 بعد مضیها فلا یتبیت النسب۔

۳۴۶، واذا لم تقر معتدة الوفاة التي
 اعتدت لوفاة من وجها بانقضائها
 ای بانقضائه عدتها ولم تقر بالحمل
 ایضا وانت به تمام عشرة اشهر وعشرة
 ایام اثبتنا ای الحسب ولدھا من
 من وجھا وقال زفر لا یتبیت۔

۳۴۷، هذا الخلاف فيما اذا كانت معتدة
 الوفاة كقيرة لانها لو كانت صغيرة
 فنسب ولدھا انما یتبیت اذا انت به
 لاقل من عشرة اشهر وعشرة ایام
 عند ابی حنیفة وعسلا مکیا سبق۔

۳۴۸، قید بعدم الاقرار لانھا لو اقرت
 بانقضائها لا یتبیت اتفاقا وقید بتمام
 عشرة اشهر وعشرة لانھا لو انت به
 لاقل منها یتبیت اتفاقا۔

۳۴۹، له ان حبلا لم یکن ظاهرا
 ثبت بالنص انقضاء عدتها بمضی ربع
 اشهر وعشرة لو ثبت مضی عدتها
 باقرارها ثم انت بولد لا یتبیت نسبة
 فاولی ان لا یتبیت فيما نحن فیه لا ب
 الثابت بالنص اقوی من الثابت
 باقرارها وانما انقضائے عدتها
 بالشهور مشروط بعدم الحمل وذا انما

کہ مکمل نہ ہو اور حمل کا نہ ہو یا عورت کی ہی طرف سے معلوم ہو سکتا ہے
پس تا وقتیکہ وہ اقرار نہ کرے کہ انقضاء عدت کا حکم نہیں دے سکتی
اور جب ایسی عدت میں اور اسکے پیچھے ہو اور کہ خاوند کے
نقطہ سے اس میں جن کا ہونا ممکن ہے، لہذا اس کا نسب نافذ
نہ ثابت ہو جائیگا اس میں وہ بزرگی ہو جاتی ہے۔

۴۸۶) اگر عدت نہ وفات کے بعد کچھ اور ولاد ہوئی اور
وراثت میں کہ اگر تین یا دو عورتوں کی عورت کی تکذیب کی
تو امام صاحب رحم کے نزدیک اور کسی ثابت، النسب بنوعین
دو مردوں یا دو عورتوں اور ایک مرد اور کسی ولادت پر گواہ
دینا شرط ہے اور تکذیب وراثت کی اسلئے قید لگائی ہے کہ اگر
وراثت سے ولادت کا اقرار کر لیا تو نسب ثابت ہو جائیگا اس واسطے
کہ وراثت خاوند کے مقام میں اور خاوند کے اقرار کرنے سے
تونسب ثابت ہو جائیگا لہذا ان کے اقرار سے بھی ثابت ہو جائیگا
۴۸۷) اگر مکمل ظاہر ہے یا اس کے خاوند نے زندگی
میں اس کے حاملہ ہو سکا اور اگر کر لیا یہ تو بلا گواہی کے اس کا
نسب ثابت ہو جائیگا۔

• • • • •

۴۸۸) اور تعین دل کیلئے دلی کی گواہی بالاتفاق ضروری
ہے اس واسطے کہ ہو سکتا ہے کہ وہ جو پیدا ہوا ہے
اس بچے کی بیوی اور اختلاف اس بات میں ہو نفس ولادت
کے ثابت ہونے میں معتدہ کا قول کافی ہے یا نہیں تو
امام صاحب رحم کے نزدیک اگر کسی دوسری چیز سے اور کسی
تائید ہو جائے تو اس سے ولادت ثابت ہو جاتی ہے
جیسے کل کا ظاہر مٹانا خاوند کا اقرار کرنا اور صاحب رحم کے
نزدیک دلی کی گواہی سے ولادت ثابت ہو جاتی ہے۔

يعرف من جهتها فلا يحكم بانقضاء
عدتها ما لم تقر به فلما ولدت في مدة
يمكن ان يكون العلوق من سر وجها
قبل موتها يثبت لنسبه منه حملا
لا مرها على الصلاح۔

۴۸۸) فاذا الت به معتدة الوفاة
فكذبها الورسثة في الولادة فثبوت
ای ثبوت لنسبه مشروط عند ابي حنيفة
لبشهادة رجلين او رجل وامرأتين
على ولادتها فيدنا بتكذيب الورسثة
لانهم لو اقروا بالولادة ثبت النسب
لانهم قائمون مقام الزوج ولو اقربها
لثبت النسب فكذا لو اقروا۔

۴۸۹) الا ان يكون حمل ظاهرا او
اعتراف ای لو كان بالمرأة حمل ظاهر
او اقرار الزوج حال حيوته بالحمل
يثبت نسب بلا شهادة رجلين۔

۴۹۰) واما شهادة القابلة فلا بد منه
لتعيين الولد اتفاقا لاحتمال ان يكون
الولد غير دون المعين واما الخلاف
في ثبوت نفس الولادة بعقد المعتدة
فعند ابي حنيفة يثبت اذا تأيد
بمؤيد من ظهور حمل او اعتراف
الزوج وعندهما يثبت لبشهادة
قابلة۔

(۴۱۱) و اثبتناه بواحدة ای بتمهاده
امراة واحدة مسلمة عادة بولادة
لان الفراض وهوان تعين المرأة
للولادة لشخص واحد قائم بقيام العدة
والفرائض ملزم للنسب وانما احتيج
الى تعيين الولد بتمهاده القابلة كافيته
فيه وله ان الالتزام على الغير لا يجوز
الا بجهة واما عند ظهور الحمل او اقرار
الزوج فلم يجز بحججه الى التمهاده لان النسب
يثبت قبل الولادة والعدة مضت
بأقراهما بوضع الحمل فلم يبق فرائض
وكذا الخلاف لو كانت معتدة عن
طلاق وانكر الزوج الولادة -

(۴۱۲) ما جبین رحم کے نزدیک گورشاؤں کی نگہ کرین تو
ایک عورت سلمہ والا گورشاؤں کی گواہی دیکھی تو ولادت ثابت ہو جاتی
اس واسطے کہ فرائض یعنی عورت کا ایک شخص کے لیے ولادت کے واسطے مخصوص
ہو جائیگا عورت کا زمانہ ہی باریک بینی سے اور فرائض ایسی چیزیں کہ لازم
کو رہتا ہو البتہ ضرورت ہی تو تعیین ولد کی ضرورت ہی اور کاندھ زائے کی
گواہی کافی ہو اور امام صاحب رحم کی دلیل یہ کہ دو مرد سے کسی چیز کے لازم
کو رہتا ہوں محبت کو جائز نہیں ہے لہذا دو مردوں یا ایک مرد اور دو
عورتوں کی گواہی ضروری ہے اگر حقیقت میں حمل ظاہر ہو تو باریک بینی سے
اقرار کر لیا تھا تو گواہی کی ضرورت نہیں ہے اس واسطے کہ نسب تو
قبل از ولادت ہی ثابت ہوا رہا تو یہی عورت سودہ عورت کی
وضع حمل کا اقرار کرنے سے گذر گئی اور اب فرائض نہیں رہا
یہی اختلاف اس عورت میں بھی ہے کہ وہ معتدہ طلاق ہوا رہے
خاوند ولادت کا انکار کرے -

(۴۱۳) و الطلاق المعلق بالولادة لا يقع
بتمهاده واحدة یا ای اذا قال
لامرأته ان ولدت فانك طالق فتمتد
امراة بولادتها لا تطلق صلاحي حنفية
وقال لا تطلق لان الولادة مما لا يطلع
عليها الرجال فتمهاده المرأة مقبولة
فيها فكل ما يتعلق بها وله انها ادعت
الحنفية عليه فلا يثبت الا بجهة تامة
والطلاق منفك عن الولادة ذاتا
فلا يلزم من قبولها فيها قبولها فيه
كما اذا اشترى مسلم بمسلم فتمتد مسلم
بانه ذبيحة يجوز سي قبلت شهادته في

(۴۱۳) اگر طلاق کو ولادت کے ساتھ مشروط کیا ہو تو ایک تنہی
ولادت کی گواہی دینے سے وہ نہ واقع ہو گی معنی الکل ایک شخص نے
اپنی بیوی سے کہا اگر تیرے بچے پیدا ہو تو تجھے طلاق ہی ہو گی اگر عیشہ
گواہی دی کہ کسی بچے پیدا ہوا ہے تو امام صاحب رحم کے نزدیک بہر
طلاق واقع ہو گی اور صاحبین رحم فرما تین واقع ہو جائیگی
اس واسطے کہ ولادت ایسی چیز ہے کہ مردوں کو اس سے آگاہی
نہیں ہو سکتی لہذا ایک عورت کی گواہی اس میں مقبول نہیں جو
چیز ولادت کے ساتھ مشروط ہے یعنی طلاق اور میں ہی اس کی گواہی
معتبر ہو گی - اور امام صاحب رحم کی دلیل یہ کہ بیان ہو گیا وہ اپنے
خاوند پر کہ کاندھ زائے ہو گیا وہی کیا ہو پس بدون حجت تائید
اور کاندھ زائے نہیں ثابت ہو سکتا اور طلاق باریک بینی سے اور فرائض باریک
بینی سے طلاق کو اس سے بچھٹا دینے میں ولادت میں اس کی گواہی

بالمعروف والسكنى لقوله تعالى اسكنوهن
 من حيث سكنتم بفسلهم أنفسها في منزل
 من وجهاً فيد به لأنها لو لم تزف إلى بيت
 زوجها لا تستحق النفقة وهو رواية
 عن أبي يوسف ومختار بعض المتأخرين
 لكن في ظاهر الرواية يجب لها النفقة
 إذا لم يطالبها الزوج بالانتقال فإنها سلمت
 نفسها إليه معنى لكن التقصير وجد
 من جهة الزوج بحيث ترك النقل فلا
 لا يجب بطلان حقها فإن طالبها به
 وامتنعت لاستيفاء مهرها فلها
 النفقة أيضاً وإن امتنعت بغير حق
 فلا نفقة لها كن في الذخيرة وذكر
 في الكافي القتيبي على ظاهر الرواية
 ٤٧٤، على قدر حاله لقوله تعالى
 لينفق ذو سعة من سعته فلو كان
 الزوج معسلاً والمرأة موسرة فعليها
 نفقة الأعاسر لأنه هو المخاطب بإداء
 ما في وسعه وهو مختار الكرخي وظاهر
 الرواية-

بزمن جیسے نہ کسکتے
 بیٹے بچاؤ کو تو ان کو بھانن تم نہ جیتی ہو۔ گنگوڑا پر
 یافتہ وغیرہ اور وقت واجب ہو یا نہ ہو کھانہ نہ کھا جائے اور اپنی
 جان کو بچا کر دے اسلئے کہ اگر خداوند کھانہ نہ کھا تو وہ نہیں آئی ہر
 قوا پر نفقہ واجب نہیں ہوا ہر ایام ابو یوسف رحمت مروی ہے
 اور بعض متاخرین کے نزدیک یہی مختار ہے گو ظاہر روایت کے موافق
 یہ کہ اگر خود خاندان ہوا اسکا پانچ گھنٹہ مال تو نفقہ واجب ہو اسواسلئے
 کہ فی الحقیقت عورت نے تو اپنی جان کو اس کے قبضہ میں دیدیا ہے
 اب کو تاہی خاندان کھانہ وغیرہ پر جو اسکو نہیں بولانا تاہی اس سے
 عورت کا حق نہیں باطل ہو کھانا اور اگر عورت کھانہ نہ اپنے گھر بولانا
 چاہا اور وہ اپنے ماں پر لے کے لیے آئے سے نکال دیا سبب ہے اسکا
 نفقہ واجب ہو اور اگر ملا حق شرعی وہ اپنے انکار کرتی ہو تو اسکا
 نفقہ واجب نہیں ہے۔ کہ اپنی ملازمت اور کافی میں منکر
 ہے کہ ظاہر روایت پر فتویٰ ہے

۱۷۴۱
 ۱۷۴۲
 ۱۷۴۳
 ۱۷۴۴
 ۱۷۴۵
 ۱۷۴۶
 ۱۷۴۷
 ۱۷۴۸
 ۱۷۴۹
 ۱۷۵۰
 ۱۷۵۱
 ۱۷۵۲
 ۱۷۵۳
 ۱۷۵۴
 ۱۷۵۵
 ۱۷۵۶
 ۱۷۵۷
 ۱۷۵۸
 ۱۷۵۹
 ۱۷۶۰
 ۱۷۶۱
 ۱۷۶۲
 ۱۷۶۳
 ۱۷۶۴
 ۱۷۶۵
 ۱۷۶۶
 ۱۷۶۷
 ۱۷۶۸
 ۱۷۶۹
 ۱۷۷۰
 ۱۷۷۱
 ۱۷۷۲
 ۱۷۷۳
 ۱۷۷۴
 ۱۷۷۵
 ۱۷۷۶
 ۱۷۷۷
 ۱۷۷۸
 ۱۷۷۹
 ۱۷۸۰
 ۱۷۸۱
 ۱۷۸۲
 ۱۷۸۳
 ۱۷۸۴
 ۱۷۸۵
 ۱۷۸۶
 ۱۷۸۷
 ۱۷۸۸
 ۱۷۸۹
 ۱۷۹۰
 ۱۷۹۱
 ۱۷۹۲
 ۱۷۹۳
 ۱۷۹۴
 ۱۷۹۵
 ۱۷۹۶
 ۱۷۹۷
 ۱۷۹۸
 ۱۷۹۹
 ۱۸۰۰
 ۱۸۰۱
 ۱۸۰۲
 ۱۸۰۳
 ۱۸۰۴
 ۱۸۰۵
 ۱۸۰۶
 ۱۸۰۷
 ۱۸۰۸
 ۱۸۰۹
 ۱۸۱۰
 ۱۸۱۱
 ۱۸۱۲
 ۱۸۱۳
 ۱۸۱۴
 ۱۸۱۵
 ۱۸۱۶
 ۱۸۱۷
 ۱۸۱۸
 ۱۸۱۹
 ۱۸۲۰
 ۱۸۲۱
 ۱۸۲۲
 ۱۸۲۳
 ۱۸۲۴
 ۱۸۲۵
 ۱۸۲۶
 ۱۸۲۷
 ۱۸۲۸
 ۱۸۲۹
 ۱۸۳۰
 ۱۸۳۱
 ۱۸۳۲
 ۱۸۳۳
 ۱۸۳۴
 ۱۸۳۵
 ۱۸۳۶
 ۱۸۳۷
 ۱۸۳۸
 ۱۸۳۹
 ۱۸۴۰
 ۱۸۴۱
 ۱۸۴۲
 ۱۸۴۳
 ۱۸۴۴
 ۱۸۴۵
 ۱۸۴۶
 ۱۸۴۷
 ۱۸۴۸
 ۱۸۴۹
 ۱۸۵۰
 ۱۸۵۱
 ۱۸۵۲
 ۱۸۵۳
 ۱۸۵۴
 ۱۸۵۵
 ۱۸۵۶
 ۱۸۵۷
 ۱۸۵۸
 ۱۸۵۹
 ۱۸۶۰
 ۱۸۶۱
 ۱۸۶۲
 ۱۸۶۳
 ۱۸۶۴
 ۱۸۶۵
 ۱۸۶۶
 ۱۸۶۷
 ۱۸۶۸
 ۱۸۶۹
 ۱۸۷۰
 ۱۸۷۱
 ۱۸۷۲
 ۱۸۷۳
 ۱۸۷۴
 ۱۸۷۵
 ۱۸۷۶
 ۱۸۷۷
 ۱۸۷۸
 ۱۸۷۹
 ۱۸۸۰
 ۱۸۸۱
 ۱۸۸۲
 ۱۸۸۳
 ۱۸۸۴
 ۱۸۸۵
 ۱۸۸۶
 ۱۸۸۷
 ۱۸۸۸
 ۱۸۸۹
 ۱۸۹۰
 ۱۸۹۱
 ۱۸۹۲
 ۱۸۹۳
 ۱۸۹۴
 ۱۸۹۵
 ۱۸۹۶
 ۱۸۹۷
 ۱۸۹۸
 ۱۸۹۹
 ۱۹۰۰
 ۱۹۰۱
 ۱۹۰۲
 ۱۹۰۳
 ۱۹۰۴
 ۱۹۰۵
 ۱۹۰۶
 ۱۹۰۷
 ۱۹۰۸
 ۱۹۰۹
 ۱۹۱۰
 ۱۹۱۱
 ۱۹۱۲
 ۱۹۱۳
 ۱۹۱۴
 ۱۹۱۵
 ۱۹۱۶
 ۱۹۱۷
 ۱۹۱۸
 ۱۹۱۹
 ۱۹۲۰
 ۱۹۲۱
 ۱۹۲۲
 ۱۹۲۳
 ۱۹۲۴
 ۱۹۲۵
 ۱۹۲۶
 ۱۹۲۷
 ۱۹۲۸
 ۱۹۲۹
 ۱۹۳۰
 ۱۹۳۱
 ۱۹۳۲
 ۱۹۳۳
 ۱۹۳۴
 ۱۹۳۵
 ۱۹۳۶
 ۱۹۳۷
 ۱۹۳۸
 ۱۹۳۹
 ۱۹۴۰
 ۱۹۴۱
 ۱۹۴۲
 ۱۹۴۳
 ۱۹۴۴
 ۱۹۴۵
 ۱۹۴۶
 ۱۹۴۷
 ۱۹۴۸
 ۱۹۴۹
 ۱۹۵۰
 ۱۹۵۱
 ۱۹۵۲
 ۱۹۵۳
 ۱۹۵۴
 ۱۹۵۵
 ۱۹۵۶
 ۱۹۵۷
 ۱۹۵۸
 ۱۹۵۹
 ۱۹۶۰
 ۱۹۶۱
 ۱۹۶۲
 ۱۹۶۳
 ۱۹۶۴
 ۱۹۶۵
 ۱۹۶۶
 ۱۹۶۷
 ۱۹۶۸
 ۱۹۶۹
 ۱۹۷۰
 ۱۹۷۱
 ۱۹۷۲
 ۱۹۷۳
 ۱۹۷۴
 ۱۹۷۵
 ۱۹۷۶
 ۱۹۷۷
 ۱۹۷۸
 ۱۹۷۹
 ۱۹۸۰
 ۱۹۸۱
 ۱۹۸۲
 ۱۹۸۳
 ۱۹۸۴
 ۱۹۸۵
 ۱۹۸۶
 ۱۹۸۷
 ۱۹۸۸
 ۱۹۸۹
 ۱۹۹۰
 ۱۹۹۱
 ۱۹۹۲
 ۱۹۹۳
 ۱۹۹۴
 ۱۹۹۵
 ۱۹۹۶
 ۱۹۹۷
 ۱۹۹۸
 ۱۹۹۹
 ۲۰۰۰
 ۲۰۰۱
 ۲۰۰۲
 ۲۰۰۳
 ۲۰۰۴
 ۲۰۰۵
 ۲۰۰۶
 ۲۰۰۷
 ۲۰۰۸
 ۲۰۰۹
 ۲۰۱۰
 ۲۰۱۱
 ۲۰۱۲
 ۲۰۱۳
 ۲۰۱۴
 ۲۰۱۵
 ۲۰۱۶
 ۲۰۱۷
 ۲۰۱۸
 ۲۰۱۹
 ۲۰۲۰
 ۲۰۲۱
 ۲۰۲۲
 ۲۰۲۳
 ۲۰۲۴
 ۲۰۲۵
 ۲۰۲۶
 ۲۰۲۷
 ۲۰۲۸
 ۲۰۲۹
 ۲۰۳۰
 ۲۰۳۱
 ۲۰۳۲
 ۲۰۳۳
 ۲۰۳۴
 ۲۰۳۵
 ۲۰۳۶
 ۲۰۳۷
 ۲۰۳۸
 ۲۰۳۹
 ۲۰۴۰
 ۲۰۴۱
 ۲۰۴۲
 ۲۰۴۳
 ۲۰۴۴
 ۲۰۴۵
 ۲۰۴۶
 ۲۰۴۷
 ۲۰۴۸
 ۲۰۴۹
 ۲۰۵۰
 ۲۰۵۱
 ۲۰۵۲
 ۲۰۵۳
 ۲۰۵۴
 ۲۰۵۵

(۷۸)، بعض کہتے ہیں دونوں کا حال رکھ کر فقط واجب
ہوتا ہے اور اس پر فتویٰ ہے اور محقق کے نزدیک اس پر
متمم ہے۔ ہر مین لکھا ہے دونوں میں سے اگر ایک آسودہ
حال اور ایک محتاج ہے تو وسط درجہ کا نفعہ واجب ہے
یعنی مفکر معقول کے نفعہ سے قوز زیادہ اور آسودہ

٤٨١، وقيل حالهما اى يجب على
 قدر حالهما فى اليسار الاعسار وينفى هو
 مختار الخصاص والمذكور فى الهداية
 وان كان احدهما موسرا والاخر
 معسرا فلها نفقة الوسط وهو ان يكون

فوق نفقة الاعسار دون نفقة
الایسار۔

۴۹۹، ونقدس بالكفاية يعنى النفقة
واجبة بقدر كفايتها لقوله عم لامرأة
ابی سفیان خذی من مال ابی سفیان
ما يكفيك وولدك بالمعروف
ای بلا اسراف ولا تقتیر فی العدايش
اشارس الى ان النفقة غير مقدسرة
لان الكفاية يختلف بحسب الزمان
والطباع والرخص والغلاء فلامعنى
تقدير الشافعى من انها على الموسر
مدان وعلى المعسر مد وعلى المتوسط
مد ونصف۔

۵۰۰، ويقبل قوله في اعسار عنها
عن النفقة لانه منكر وتعمم بينها على
يساره لانها مدعية ويوجب ابو يوسف
نفقة خادمين على موسر زوجته ليقوم
احدهما بامور داخل البيت والاخر
بجاسرجه وعن ابی يوسف اذا كانت
فائضة بنت فائق من فائق الى زوجها
مع خدم كثيرة استحققت نفقة الخدم
كلها واكتفيا بواحدة اذا الواحد يقوم
بامرين والزيادة للزينة حتى ان الزوج
لو قام بنفسه خدمته لم يلزمه نفقة
الخدام۔

مال لوكون كنفقة سے کم۔

۴۹۹، ہمارے نزدیک نفقہ کا اندازہ یہ ہے کہ عورت کے لیے
کافی ہو جائے اس واسطے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو سفیان
کو یہودی سے فرمایا جو تو ابو سفیان کے مال میں سے بقدر
جو تم کو اور میری اولاد کو حسب دستور میں پوسیدہ اور صرف
کے ساتھ اور نہ تکلیف کے ساتھ اور حدیث میں اس بات
کی طرف سے بھی اشارہ کیا جاتا ہے کہ نفقہ کا کچھ اندازہ نہیں ہے
اس واسطے کہ نفقہ کا کافی ہونا باعتبار زمان و اولیعتوں اور
گرائی اور رزائی کے مختلف ہوتا رہتا ہے پرامام شافعی رحمہ
کے اندازہ میں کر شیکا کیا معنی ہیں کہ اسودہ حال پر تو ہر
روز دو مدین اور محتاج پر ایک مد اور متوسط الحال پر
قیرہ مد۔

۵۰۰، خاوند کو نفقہ سے اپنی منکرستی ثابت کرنی فقط
کدینا کافی ہوگا اس لیے کہ وہ منکر ہے اور اگر عورت او کو اسودہ حال ثابت
کرنا یا بیگی تو اسکو بیہ قائم کرنی ہوگی اور اسکو بیہ مستحب کی اس واسطے
کہ وہ مدعی ہے اگر خاوند متحمل ہو تو ابو یوسف رحمہ کے نزدیک بیوی کے
دو نوکر و ایک بچہ بھی نفقہ دینا شرط ہے تاکہ ایک اندر کا کام کرے
اور ایک باہر کا اور امام ابو یوسف رحمہ سے ایک روایت یہی ہے کہ اگر
وہ عورت متحمل اور امیر نہ ہو تو اس پر ابو یوسف رحمہ سے نفقہ نکالنے
ساتھ خاوند کے گھر لائی ہو تو خاوند کو بیس نفقہ دینا شرط ہے۔ اور
امام صاحب رحمہ اور امام محمد صاحب رحمہ فرماتے ہیں صرف ایک
خادم نفقہ خاوند کو دینا اس واسطے کہ یک خادم سب کام اندر باہر کر سکا
اور ایک سے زیادہ مرد، خیر اور بیعت کے لیے جو چھوڑے اگر خاوند کو سکا
کام کرے اگر نہ تو ایک خادم کا بھی نفقہ اسکو نہ دینا چاہیے۔

قید بالموسر لانه لو كان معسرا لا يجب عليه نفقة خادما مہائی روایۃ عن ابی حنیفہ۔
۱۵۱ کے وفى الذخيرة هذا اذا كان لها خادم وان لم يكن لا يفرض على الزوج نفقة الخادم وهذا اذا كان الخادم مملوكا لغیرھا او كان حرا فقیل لیجب علیہ وقیل لا۔
۱۵۲ کے فی المحيط لها متفرغ خادم مہا عن الخدمۃ لا یجب علی الزوج نفقة لانها اغایب باداء الخدمۃ۔

۱۵۳ کے وفى نوازل ابی الیث ان كانت المرأة تقدر علی الخدمۃ بنفسها ليجب علیہا لان رسول اللہ صم جعل خدامہ داخل البیت علی المرأة وکذا اقصیٰ بین علی وفاطمة۔

۱۵۴ کے ان لشنش ت عن بیت زوجها فلا نفقة حق نفقہ الیہ لان النفقة جناء الا احتباس فی بیتہ فلا تستحقھا بدونه وامّا اذا انشزت عن التمسکین فی بلیت زوجها لا تسقط نفقة لانہ قائما علی وطئہا کرھا۔

۱۵۵ کے ولا نفقة للصغیرۃ النقی لانها طامثلها وان كانت فی من لہ لان المانع من جہتھا۔

متبول ہونگی اس واسطے قید لگائی ہے کہ اگر سنگت ہو تو وہ مہائے سے موافق ایک دایک امچر خدنگار کا نفقہ واجب نہیں ہے۔
(۱۵۱) کے ذخیرہ میں مذکور ہے جب عورت کس کوئی خدنگار ہو اور اگر خدنگار نہیں ہو تو خادومہ خدنگار کا نفقہ دینا واجب نہیں ہوا۔ یہ بھی جب کہ وہ ملوک کسی اور کا ہو اور اگر عورت کو اس کے نفقہ میں خلل ہے بعض کے نزدیک اجتہاد بعض کے نزدیک واجب نہیں ہے۔
(۱۵۲) کے محیط میں مذکور ہے اگر اس کا خدنگار خدمت نہ کرے تو خادومہ خدنگار کا واجب نہیں ہے اس واسطے کہ نفقہ نہ دے اور اگر عورت سے واجب ہوتا ہو۔

(۱۵۳) کے نوازل ابی الیث میں مذکور ہے کہ اگر عورت خود کام کاج کر سکتی ہے تو ہر دوستی کے ساتھ اس کا کام کرنا پڑے گا۔ اس واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر کے اندر کام کرنے پر عورت کے آپر لازم کیا ہے اور ایسا ہی حضرت علی نہ آنحضرت فاطمہ میں آپ نے فیصلہ کیا ہے۔

(۱۵۴) کے اگر خادومہ کی بار رضا نہ دے اس کے گھر سے چلی گئی۔ تو جب تک وہاں سے واپس نہ آئے خادومہ پر نفقہ واجب نہیں ہے اس واسطے کہ نفقہ گھر میں رکھنے کے بدلے میں ہوتا ہے جس پر اس کے واجب نہ ہوگا۔ اور اگر خادومہ کے گھر میں ہے مگر اپنے ساتھ صحبت نہیں کرتے دینی تو اس کا نفقہ ساظف نہ ہوگا۔ اس واسطے کہ خادومہ اس سے زبردستی صحبت کر سکتا ہے۔

(۱۵۵) کے صغیرہ عورت کا جو صحبت کرنے کے قابل نہیں ہے خادومہ پر نفقہ واجب نہیں ہے۔ اگرچہ وہ غلامی کے گھر میں ہو اس واسطے کہ یہ بالغ عورت ہی کی طرف سے ہو۔

۵۶۶) فان قيل كان ينبغي ان لا تجب النفقة للزوجة الرتقاء والقرناء مع انها واجبة قلنا الرتقاء يقد رجماعاً فيما دون الفرج من التفتين وخيرة وكان الاحتباس بمنفعة مطلوبة من النكاح فوجب النفقة وكذلك المبرضة فعلى هذا اذا كانت الصغيرة مشتهية يمكن جماعاً فيما دون الفرج فلها النفقة كذا في الذخيرة.

۵۶۷) ويجب اى النفقة الكبيرة في مال الصغير لان التسليم وجد من جهتها والعجز قائم من جهة فصار كالتنين

۵۶۸) ولا نفقة للمتوفى عنها المعدة عن وفاة زوجها لان ملكه انقطع عن تركته ولا يمكن ايجاب النفقة في طلق الورثة.

۵۶۹) ونوجب للمباعدة في العدة كالرجعية اى كما وجب النفقة المطلقة الرجعية اتفاقاً.

۵۷۰) وفي الذخيرة المعتدة اذا خرجت من بيت العدة سقط نفقتها فاذا عادت اليه عادت النفقة.

۵۷۱) وقال الشافعي لا نفقة للميتة ولا مروءى عن فاطمة بنت قيس انها قالت طلعتني زوجي ثلثاً فلم يفرض لي

۵۶۸) اگر کوئی اعتراض کند که مسلماً مردی که موافق او می شود عورت را نفقه بدهی واجب ندارد چنانچه پس کس کوئی باقرن که جاری می بود و یکو مسلماً نفقه واجب و در عده - تو او مسلماً بدهی پس که ایسی عورت است اگر چه فرج بین جماع نمین کر سکتد مگر او مسلماً بدهی نیزه بین صحبت کر سکتی مین او را مسلماً بدهی رکنها ایک خض کے ساتھ ہو گا و او مسلماً نکاح سے مقصود و چنانچه نفقه واجب ہو گا اور اسطرح مردیہ کاملہ ہی ہونگا اگر مرد غیر واقعی ہو کر صحبت کی قابل تو نہیں ہو گا و مسلماً خواہش ہوتی ہے اور سو او فرج کے اور جگہ او سے جماع کر سکتے تو او مسلماً نفقه واجب ہو گا و فی الذخیرہ ۵۶۷) اگر عورت حرام نہ ہو بلاندر غیر سن بچہ ہو تو او کی مال میں عورت کا نفقہ واجب ہے اسطرح عورت کی طلاق پران کہ نفقہ نہیں دے تو اپنی جان کو اسکا نصف نہیں دے گی البتہ شوہر کی طلاق سے پہلے ۵۶۸) اگر متوفی بہانہ زوجہ کے کھلم کھلا طلاق نہ کرے تو اسکا مال سے نفقہ واجب نہیں ہو اسطرح کہ اسکا خاوند نکاح طلاق کیست مرد کے وجہ سے اپنی مال سے قطع ہو گیا اور و غل میں ملای او مسلماً نفقه واجب ہو نہیں سکتا۔

۵۶۹) اگر جس طرح مطلقہ عیسا کا نفقہ خاوند پر اتفاقاً واجب ہو گا اور اسطرح ہمارے نزدیک طلاق بائنہ نفقہ عادت دت مین واجب ہے۔

۵۷۰) ذخیرہ میں مذکور ہے اگر عتدہ عدت کی اگر مرد بیکو عتدہ مسلماً عین رہنے لگو تو او مسلماً نفقہ ساقط ہو جائیگا اور بوجیب وہاں جائیگی پھر لازم ہو جائیگا۔

۵۷۱) امام شافعی نے کہی ترکہ مطلقہ البتہ کے لئے نفقہ نہیں ہے اس واسطہ کہ خاوند میت قیس سے بڑی ہے وہ کہتے ہیں کہ میرے خاوند سے بھگونیچ ثلاثین دن تو رسول

میں دینی البتہ شوہر کی طلاق سے۔

میں دینی البتہ شوہر کی طلاق سے۔

رسول اللہ سکنی ولا نفقة۔

۴۲۳، اقول مخالفتہ لنا لیس علی الاطلاق

لانہا اذا كانت حاملا عنه فلها النفقة

عنده لقوله تعالى وان کن اوکلت حل

فانفقوا علیہن حتی یضعن حملہن هكذا

ذکر فی کتبہ من غیر نقل قول اخر عنه

فلو قال ونوجبہا للمیانة فی العدة كالرجعية

لا لہامسل فقط لکان اولی۔

۴۲۴، ولنا ما روی عن عمر انه عم قال

للمطلقة الثلث النفقة والسکن ملامت

فی العدة وما سواہا سادة عمر وجابر

وعائشة رض۔

۴۲۵، واذ انزوج عبد حرة باذن

ای باذن مولاہا تعلق النفقة برقبته

فیباع فیها مرة بعد اخرى لان النفقة

تجدد وجودها فیکون فی حکم دین

حادث فلو مات سقطت لفوات

محل الاستيفاء۔

۴۲۶، وقیل ان قتل العبد تجب النفقة

فی قیمته والصحیح انہ تسقط فیہا ایضا

لان القيمة انما تقام مقام الرقبة

فی دین لا یسقط بالموت و النفقة صلة

تبطل بالموت قبل القبض کذا قالہ

القدوری۔

خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتا ہے کہ اگر کوئی مرد یا عورت نکاح میں ہو اور اس کا نفقہ نہ ہو۔

۴۲۳، میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی مرد یا عورت نکاح میں ہو اور اس کا نفقہ نہ ہو۔

نہیں ہونی اس واسطے کہ اگر حاملہ ہو تو اس کی نفقہ تک یہی مطلقہ ہوتی

کافی نفقہ وضع عمل تک واجب ہے بقولہ تعالیٰ وان کان اوکلت حل

فانفقوا علیہن حتی یضعن حملہن یعنی اور اگر وہ حمل لائے ہیں تو

اس کی نفقہ وضع عمل تک واجب ہے اور یہی ہے کہ اگر حاملہ ہو تو اس کی نفقہ تک یہی مطلقہ ہوتی

ذکر فی کتبہ من غیر نقل قول اخر عنه

فلو قال ونوجبہا للمیانة فی العدة كالرجعية

اسطرح ہوا کہ اگر کوئی مرد یا عورت نکاح میں ہو اور اس کا نفقہ نہ ہو۔

۴۲۴، ہمارے یہاں اس کی نفقہ نہ ہونے کی وجہ سے کہ اگر حاملہ ہو تو اس کی نفقہ تک یہی مطلقہ ہوتی

سلطنت علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر حاملہ ہو تو اس کی نفقہ تک یہی مطلقہ ہوتی

وہ مدت میں جو نفقہ اور سکنی ہے اور یہ روایت ہے جو نقل کی ہے

حضرت عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما اور مسعودی کہ فرمایا ہے

۴۲۵، اگر ایک غلام یا غلامی بیوی ہو تو اس کی نفقہ نہ ہونے کی وجہ سے

نکاح کر لیا تو بیوی کا نفقہ نہ ہو سکی اگر وہ بیوی کا اس بار بار اس کی

نفقہ میں ذرا بڑھ جائے تو اس کا نفقہ نہ ہو سکی اگر وہ بیوی کا اس بار بار اس کی

اور اس کا حکم ایسا ہے جیسے روزانہ اس کا نفقہ نہ ہو سکی اگر وہ بیوی کا اس بار بار اس کی

کے جانے سے اس کا نفقہ نہ ہو سکی اگر وہ بیوی کا اس بار بار اس کی

کرئی دہی جاتا رہا۔

۴۲۶، بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر کوئی مرد یا عورت نکاح میں ہو اور اس کا نفقہ نہ ہو۔

قیمت میں نفقہ واجب ہے ہوا یا نہ ہو اگرچہ یہی کہتا ہوں کہ اگر حاملہ ہو تو اس کی نفقہ تک یہی مطلقہ ہوتی

جائز اس واسطے کہ قیمت اس کی قیمت میں ذرا بڑھ جائے تو اس کا نفقہ نہ ہو سکی اگر وہ بیوی کا اس بار بار اس کی

جائی ہو جو نہ ہونے سے اس کا نفقہ نہ ہو سکی اگر وہ بیوی کا اس بار بار اس کی

القبض نافذ ہے کہ اگر حاملہ ہو تو اس کی نفقہ تک یہی مطلقہ ہوتی

بیان کیا ہے۔

۴۲۷، اگر ایک مرد یا عورت نکاح میں ہو اور اس کا نفقہ نہ ہو۔

بہا منزلہ ای ان خلعہ بینہا و بینہ فی مننہ ولا یستخذمہا وجبت النفقة علی النکح حق لو استخذمہا المولى بعد التبیۃ سقطت النفقة۔

۷۷۷ اعلان قید الحکم تفاقی لان العبد والمکاتب المدین کا حکم فی ہذا الحکم والمدبر و ام الولد کافۃ کذا فی المخط۔

۷۷۸ والا فلا ی ان لم یبعوا فلا نفقة لہا وان بوعا بعد الطلاق منعنا الوجوب ای وجوب النفقة وقال زفر لہا نفقة العدة لانہا صارت محبوسۃ لحقہا تستحق النفقة ولنا انہا لم تستحقہا عند الطلاق فلا تستحقہا بالاحتباس بعدۃ۔

۷۷۹ وتسقط النفقة عن الزوج بکل فرقة جاءت منها ای من المسیۃ بمعصیۃ کالمردۃ۔

۷۸۰ قیدنا السقوط بالنفقة لان السکنة ولجبة لہا بای فرقة كانت لان القلم فی البیت لا یسقط عنہا بالمعصیۃ حق لو خالعا علیہ عن لا سکن لہا علیہ ولا نفقة تسقط النفقة دون السکنة لانہ حق الشرک لکن ان فی المخط وقید بقوله منها لان الفرقة بمعصیۃ لو صدرت من قبل النکح فلا

کے مولیٰ نے چھوڑی کو بعد الحکم کا زندہ کے پاس رہنے کے لیے رکھا ہو اور اُس سے خدمت نہیں لیتا یہی تب تو قاعدہ برفقہ واجب ہوتی کہ اگر شب بانی کے بعد بھی مولیٰ اُس سے خدمت لیتا ہے تب بھی خاوند کے ذمے سے اُس کا نفقہ ساقط ہو جائے گا۔

(۷۷۷) جاننا چاہیے کہ حر کی قید اتفاق ہے اس واسطے کہ اس حکم کے اندر اگر خاوند عید یا مکاتب یا مدبر ہے تو اس کا بھی حکم یہی ہے اور ایسے ہی مدبرہ اور ام ولد کا حال چھو کر مری کا سا ہے۔ کذا فی المخط

(۷۷۸) اگر ایک نے چھوڑی مذکورہ کے لیے مکان جدا نہیں کر دیا ہو تو خاوند برفقہ واجب نہیں ہے۔ اور اگر طلاق کے بعد اس کو جدا مکان دیدیا تو ہمارے نزدیک نفقہ نہ واجب کا اور امام زعفرانی ہیں خاوند کو نفقہ حالت عدت کا اس وقت میں دینا چرچا ایسے کہ ایسی حق کی وجہ سے عدت میں بیٹھے کہ لہذا نفقہ کی تسبیح ہوگی ہماری دلیل یہ ہے کہ جب طلاق کے وقت نفقہ کی وہ تسبیح نہ تھی تو اب عدت میں بیٹھنے سے بھی نہیں تسبیح ہو سکتی۔

(۷۷۹) خاوند بیوی میں اگر عورت کی طرف سے معصیت کرے مگر وجہ سے تفریق ہوئی ہو شکا مرتدہ ہو جانے کی وجہ سے تو اس کا نفقہ ساقط ہو جائے گا۔

(۷۸۰) نفقہ کے ساقط ہونے کی قید اس واسطے لکائی ہو کہ رہنے کا مکان اس کو ہر صورت دینا چرچا کسی طرح سے فرقت ہوا سوا اسکے معصیت کی وجہ سے قرافی البیت اُس کے ذمے سے نہیں ساقط ہو سکتا حتیٰ کہ اگر ایک عورت نے اس شرط پر اپنے خاوند سے طلع کیا ہو کہ تیرے اوپر ہر نفقہ نہ سکنی ہو تو نفقہ ساقط ہو جائیگا مگر یہ کہ بے جگہ قاعدہ کو یہی چرچا ایسے کہ یہ حق شرعی ہے۔ اور یہ قید کہ معصیت عورت کی طرف ہو اس واسطے لکائی ہو کہ اگر وقت خاوند سے

انکو نفقہ دینا پڑیگا اور عصیت کی نذر اسلئے لکائی ہو کر اگر تین مہینے عورت کی طرف تفریق ہوئی ہو یہی عین خلاق یا بنا بلوغ یا عدم کنویت کی وجہ سے توجرت کا نفقہ ساقط ہوگا اسلئے کہ جسے بنی شرعی اسے اپنی جان کی ضمانت پر اس پر کیا جیسے ہر و حصول کر کے یہ نفقہ نہ کرنے سے انکار کرے تو اس کا (۱۷) اگر تین طلاق پاسلے کے بعد وہ مرتد ہوگئی تو بھی اس کا نفقہ ساقط ہو جائیگا۔

(۱۸) جاننا چاہیے کہ نفقہ کا ساقط ہونا اس وجہ سے نہیں ہوگا کہ وہ مرتد ہوگئی ہے بلکہ اسلئے کہ مرتد ہو جائیگی وجہ سے تفریق کے لئے اسکو خاوند کے مکان نکال دیا جائیگی حتیٰ کہ اگر اس کے مکان سے نہ نکالا تو نفقہ واجب کا پھر اگر فریق کرنے کے بعد وہ مرتد ہو جائیگی تو پھر اسکا نفقہ واجب جائیگا اور اگر نکو دعورت مرتد ہوگئی اور پھر تفریق مسلمان ہوگئی تو اسکا نفقہ واجب تھا اور دونوں میں یہ فرق اگر نکو دعورت ہوئی تو وقت کسی کی طرف پائی گئی ہو اور مستد کی طرف کسی کی طرف نہیں گئی بلکہ طلاق ہوئی ہو اور اس کے بعد مرتد ہوئی ہو مگر قید کر کے یہی ہے اسکا نفقہ ساقط ہو جائیگا حتیٰ تا جب وہ تارہ نفقہ پھر واجب ہو جائیگا۔

(۱۹) اگر ملک نکاح کے اند حالات عدت میں عورت اپنے خاوند کے بیٹے کا شہوت سے بوسہ لیلیا تو اسکا نفقہ ساقط ہو جائیگا ملک کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ طلاق بھی مراد ہو اسلئے کہ وہاں پہلے نکاح باقی رہتا ہوا صلہ سے لینے کی وجہ سے وقت عورت کی طرف سے پائی گئی۔ و لہذا اگر خاوند کے بیٹے سے نہ خبرتی اس کا بوسہ لیلیا تو وقت اٹھ ہو جائیگی اور نفقہ نہ ساقط ہوگا۔

(۲۰) اور اگر مطلقہ باندہ سے حالت عدت میں خاوند کے بیٹے کا شہوت سے بوسہ لیا تو نفقہ ساقط نہ ہوگا اسلئے کہ وقت طلاق کی وجہ سے واقع ہوگئی۔ اور اس فعل کو فرقت

النفقة ان کا منخل بہا وقید المصلحة لان الفرقة لو حصلت بدلا وھلک الخیا العتی والبلوغ والتفریق بعدہا الکفاءة لا تنسقط بھا نفقہ لانھا لم یحبست نفسها بحیث ضمانت کا موجبست لاستیفاء المہر (۱) و لو بعد الطلاق ای ولو كانت ازلاد بعدا کی ہما مطلقۃ لثنا لنسقط نفقہا ایضا (۲) کا علم ان سقوطہا لیس بعین الذی بل لانھا تفریم من بینہ الحبس حق لو لم یفریم فلھا النفقة لثروا سلمت المعتدة المرتدة بعدا لمحبست یعود النفقة لثروا سلمت المنکحة بعدا لمحبست لا تعود والفرق ان الفرقة فی المنکحة وقعت من قبلھا و فی المعتد لم یقع من قبلھا بل وقعت بالطلاق و لکن النفقة سقطت بالحبس و اذا زال المناع عادت۔

(۳) و تقبل ابن زوجہا فی الملك یعنے لو كانت معتدة عن طلاق و قبلت ابن زوجہا فلا نفقة لھا قولہ فی الملك یقید ان ھذا الحکم فی المعتدة عن رجوع لان ملک النکاح باق والفرقة من قبلھا و لھا لو قبلھا ابن الزوج مکرہۃ یقع الفرقة ولا تنسقط النفقة۔

(۴) و لو كانت معتدة عن بائن فقبلت ابن زوجہا فلھا النفقة لان الفرقة وقعت بالطلاق ولا یتلذ

۲۲۲

مین کچھ دخل نہیں ہے۔

لعلہا فیہا۔

(۷۷۵) وفي المنتقی والحانیة لوقبلها وقال
لم یکن ذلك عن الشهوة صدق الا ان
یکون مع انتشار الالة

(۷۷۶) وفي الامالی لوقبلت ابن نجرها ذکالت کا عشق ہو کہ
ان کذبها الزوج لا یفرق۔

(۷۷۷) وجبسہا ای تسقط النفقة اذا
حبست فی دین کان علیہا لان الاحتیاس

وقم من جهتها وهي مما طلبتها دینھا
(۷۷۸) وباخذ غاصب ای اذا اخذھا

غاصب فذهب بها کرھا تسقط نفقتها
لان فوت الاحتیاس لم یکن من جهتها

لیجعل الاحتیاس باقی حکما وان لم
یفت من جهتها ایضا۔

(۷۷۹) وجها بجرم لان زوج مسقط ای
اذا حجت مع محرما ولم یکن من وجھا

معها فلا نفقة لها عند ابی حنیفة
وخالفة ای قال ابو یوسف لها نفقة

المحذورون السفر۔

(۷۸۰) وفي الذخيرة هذا اذا حجت بعد
تسليم نفسها لھا لو حجت قبله فلا نفقة

لھا اتفاقا

(۷۸۱) قيد بقوله لان زوج لان نواجھا
لو کان معها فی السفر لم تسقط نفقتها

اتفاقا۔

(۷۷۵) منتقی او حانیہ میں مذکور اگر ایک شخص کے بیٹے نے اسکی
بیوی کا بوسہ لیا لیا اور غاوند نے کہا کہ یہ بوسہ شہوت سے نہیں لیا ہوا اسکا
قول صحیح ہے اگر عورت علیحدہ ہے وقت اسکو تنہی ہوئی ہو۔

(۷۷۶) مالی میں مذکور ہے اگر اپنے غاوند کے بیٹے کا ایک عورت نے
بوسہ لیا اور کہا کہ میں نے شہوت سے لیا ہوا اور غاوند نے اسکی ص

(۷۷۷) اگر عورت پر کسی کا فرض تھا تو اس میں وہ قید کر لگی تو
غاوند سے اسکا نفقہ ساقط ہو جائیگا اس واسطے کہ اپنے ہی فرض میں قید

ہوئی ہو اور گویا وہ خود غاوند کے گھر سے نکل گئی ہو۔

(۷۷۸) اگر کوئی شخص زبردستی کسی کی بیوی کو
چھین کر لیجائے تو غاوند سے اسکا نفقہ ساقط ہو جائیگا

اس لیے کہ گھر سے کالہ نہ بنا تھا ورنہ کی طرف سے نہیں پایا
گیا ہوتا کہ کھانا اسکو باقی سمجھیں اگرچہ عورت بھی خود

نہیں نکل گئی ہے۔

(۷۷۹) امام ناصب رحمہ کو نزدیک اگر ایک شخص کی
بیوی اپنے کسی مجرم کو ساتھ لے کر غاوند کے گھر کو جائے تو غاوند پر اسکا نفقہ

نہیں ہے بخلاف امام ابو یوسف رحمہ کی کہ او سکے نزدیک
سفر کا نفقہ تو غاوند کو دینا پڑے گا اگرچہ حالت حرم میں نفقہ

ہو تاہو گا اس کے حساب سے دینا پڑے گا۔

(۷۸۰) ذخیرہ میں مذکور ہے یہ جب ہو کہ غاوند کا اپنے اور چھینے
کر دے اور پھر بھی کو جائے اور اگر بھی تک غاوند کا قبضہ نہیں ہوا تھا

تو بالاتفاق اسکا نفقہ لازم نہیں ہو۔

(۷۸۱) یہ قید کہ غاوند اس کے ساتھ حج میں نہ اس واسطے
لگا فی ہر کہ اگر غاوند بھی اس کے ساتھ ہو گا تو بالاتفاق اسکا
نفقہ ساقط نہ ہو گا۔

۸۲۱ء، لابی یوسف انها مستغول ہیں یا داء الفرض فلا یكون ناشزاً ولا ھی ان احتباسہا علیہ فات من جہتھا فتسقط نفقتها۔

۸۲۲ء، ولو مرضت فی منزلہ ای فی منزل الزوج لم تسقط نفقتها لان الاحتباس المفضی الی بعض المقاصد قائم وھو استیناسہا وحفظھا منزلھا وغیر ذلک والمانع من الاستمتاع عارض فاشبه الحیض۔

۸۲۳ء، اگر خاوند کے گھر عورت مرعین ہوگی تو اسکا نفقہ نہ ساقط ہوگا اسواسطے کہ بعض مقاصد میں اسکا گھر میں بھی یہی عمل ہو جاتا ہے جیسے اسکا سیکے ساقط دل کا لگا کر رہنا اور گھر کی حفاظت کرنا وغیرہ اور باقی رہا محبت کا کرنا تو ایک عارضی چیز اسکا مانع ہو گئی ہے جیسے حیض مانع ہو جاتا کرتا ہے۔

۸۲۴ء، مصنف رحمہ کی اس قول میں کہ خاوند کی گھر مرعین ہو جاتا اسباب کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر اپنے گھر کا گھر مرعین ہو جائے تو اسکا نفقہ نہیں ہوگا ذخیرہ میں مذکور ہے کہ اگر اپنے گھر بھی مرعین ہو جائے تو بھی اسکا نفقہ لازم ہوتا ہے اسواسطے کہ اسکی طرف سے باقی خاوند کیلئے حاجت نہیں پڑھائی

۸۲۵ء، اگر کسی نے خاوند پر کچھ سنی کے موافق نفقہ کا حکم دیا اور اسکا بعد وہ آسودہ حال ہو گیا اور عورت نے اس سے طلاق کی تو قاضی کو اب اسکی آسودگی کے موافق نفقہ کا حکم دینا چاہیے اور اگر اس کے عکس ہو کہ وہ اس نے آسودگی کے موافق نفقہ کا حکم دیا تھا اور بعد ازاں وہ تنگدست ہو گیا تو اب قاضی کو تنگدستی کے موافق نفقہ کا حکم دینا چاہیے اسواسطے کہ نفقہ کا حکم دینا اسکی حال کے اعتبار سے نہیں اسکی حال کے بدلنے سے نفقہ کا حکم بھی بدل جائیگا

۸۲۶ء، اگر شہرہ زانیہ میں جو خاوند نے عورت کو نفقہ نہیں دیا وہ ہمارے نزدیک ساقط ہو جائیگا کہ جس صورت میں قاضی اس زانیہ میں نفقہ کا حکم دیا ہو اور قاضی کے حکم کے بعد اس نے

۸۲۷ء، فی قولہ مرضت فی منزلہ اشارۃ الی انها لو كانت مریضة فی منزلھا فلا نفقة لھا لکن ذکر فی الذخیرۃ ان مرضت فی منزلھا فلھا النفقة لانھا غیر مانعة نفسھا من الزوج بغير حق

۸۲۸ء، و اذا قضی القاضی علی الزوج نفقة الاعسار ثم ایسر فخاصمتہ تسمی ای قضی لھا نفقة الیسار وبالعکس ای لو كان قضی لھا نفقة الیسار ثم اعسر نزوحھا نفقة المعسر یعنی یقضی لھا نفقة المعسر لان القضاء بالنفقة کان باعتبار حاله فیتبدل بتبدله

۸۲۹ء، وتسقطھا ای نفقة الزوجۃ عن الماضي ای عن زمان لم ینفق فیہ علیہا الا لفرض ای الا ان یكون العاقد

۸۳۰ء، و فی قولہ مرضت فی منزلہ اشارۃ الی انها لو كانت مریضة فی منزلھا فلا نفقة لھا لکن ذکر فی الذخیرۃ ان مرضت فی منزلھا فلھا النفقة لانھا غیر مانعة نفسھا من الزوج بغير حق

۸۳۱ء، و اذا قضی القاضی علی الزوج نفقة الاعسار ثم ایسر فخاصمتہ تسمی ای قضی لھا نفقة الیسار وبالعکس ای لو كان قضی لھا نفقة الیسار ثم اعسر نزوحھا نفقة المعسر یعنی یقضی لھا نفقة المعسر لان القضاء بالنفقة کان باعتبار حاله فیتبدل بتبدله

فرض لها النفقة اوصلي اى يكون الزوج
قضاء عن النفقة الماضية على مقدار معلوم
فلا تسقط فيلزمه الغائض بالمفروض وبما
صلحوا عليه وقال الشافعي لا تسقط

۸۷ كقيد فابنفقة الزوجة ان نفقة
القريب اذا لم يرضها القاضى تسقط بغير
المدة اتفاقا

۸۸ كانه ان النفقة بدل عن احتيليه
اياها فيكون ديناً عليه بلا قضاء كالاجرة
وانما ان هذه صلة تجب لبقول الكفاية
عند الاحتباس كشرق القاضى في بيت المال
والصلة انما تملك بالتسليم حقيقة او تملك
بالقضاء والرضاء

۸۹ كونهت احد هما بعد لقضاء
بما قيعن اذا قضى لقاضى على الزوج
بنفقة ومضى عليه مدة فماتت وفاتت
هـ تسقط النفقة عندنا وقال الشافعي
لا تسقط وكذا الخلاف فيما اصطالحا
عليه

۹۰ كانهما دين عليه فلا تسقط
الديون ولنا انها صلة وهي من تاكد
بالقضاء لكن لم يتم بدون قبضها
فحكمنا ببقائها كحالة الحيوة نظر
الى تلكد ها وحكمنا بسقوطها
نظرا الى عدم تمامها

نفقة ديارسوا بواب ديارسوا بواب
کچھ خاص مقدار پر فیصلہ کر لیا۔ جو تو بے ساقط نہ ہوگا بلکہ غاومہ کو دوا
کرنا پڑے گا اور جو غامی نے پہنچے سکوکم کا دیا جائے پڑا وغیرہ جو
فیصلہ کر لیا تھا اسکی اسکے ذمہ پر وہ لازم کر دیا اور امام شافعی
(۸۷) زودہ کے نفقہ کی قید اسواسطے لگائی ہے کہ قرابت
کا نفقہ اگر قاضی اسکے ذمہ مقرر کرے تو مدت کو گزرنے سے
بالاتفاق ساقط ہو جاتا ہے۔

(۸۸) امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ نفقہ اسکے گھر میں کئے
کے دے میں واجب ہوتا جو بس بدن حکم قاضی کے بھی غاومہ کے
ذمے وہ دین ہے جس طرح اجرت ہوتی ہے اور ہماری دلیل
ہے کہ نفقہ ایک طرح کا صدقہ جو بعد نکاحیت عورت کے گھر میں رکھنے سے
غاور پر واجب ہوتا جو جس طرح بیت المال میں قاضی کے لیے نفقہ فقیر
کفایت مقرر ہوتا ہے وہ دینہ کے اوپر حقیقہ قبضہ کرنے سے ملکت

(۸۹) اگر قاضی شوہر پر نفقہ کا حکم دیدیا اور ایک مدت
گز گئی اور شوہر سنے اسکو نفقہ نہیں دیا اور ان دونوں میں سے
کوئی اس کے بعد مر گیا تو ہمارے نزدیک نفقہ ساقط ہو جائیگا
اور امام شافعی یہ فرماتے ہیں ساقط نہ ہوگا اسی طرح اس میں
اختلاف ہو کہ کچھ مقدار پر صلح کر لیں اور پھر ایک مہر جائے۔

(۹۰) امام شافعی رحمہ اللہ کی یہ دلیل ہے کہ وہ غاومہ کے
اوپر دین ہے جس طرح اوروں میں سے کہ بعد نہیں ساقط
ہوتے یہ بھی نہ ساقط ہوگا۔ اور ہماری دلیل ہے کہ وہ ایک طرح
کا صلہ ہے اگر قاضی کے حکم سے اسکو ایک طرح کا استحکام ہو گیا
ہے مگر یہ کہ قبضہ نہیں پایا اس لیے وہ ناتمام ہو لہذا حالت حیات
میں تو ہم نے استحکام کا لہذا کہ نفقہ کو باقی رکھا۔

کتاب الطلاق
کچھ خاص مقدار پر فیصلہ کر لیا۔ جو تو بے ساقط نہ ہوگا بلکہ غاومہ کو دوا کرنا پڑے گا اور جو غامی نے پہنچے سکوکم کا دیا جائے پڑا وغیرہ جو فیصلہ کر لیا تھا اسکی اسکے ذمہ پر وہ لازم کر دیا اور امام شافعی (۸۷) زودہ کے نفقہ کی قید اسواسطے لگائی ہے کہ قرابت کا نفقہ اگر قاضی اسکے ذمہ مقرر کرے تو مدت کو گزرنے سے بالاتفاق ساقط ہو جاتا ہے۔ (۸۸) امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ نفقہ اسکے گھر میں کئے کے دے میں واجب ہوتا جو بس بدن حکم قاضی کے بھی غاومہ کے ذمے وہ دین ہے جس طرح اجرت ہوتی ہے اور ہماری دلیل ہے کہ نفقہ ایک طرح کا صدقہ جو بعد نکاحیت عورت کے گھر میں رکھنے سے غاور پر واجب ہوتا جو جس طرح بیت المال میں قاضی کے لیے نفقہ فقیر کفایت مقرر ہوتا ہے وہ دینہ کے اوپر حقیقہ قبضہ کرنے سے ملکت (۸۹) اگر قاضی شوہر پر نفقہ کا حکم دیدیا اور ایک مدت گزر گئی اور شوہر سنے اسکو نفقہ نہیں دیا اور ان دونوں میں سے کوئی اس کے بعد مر گیا تو ہمارے نزدیک نفقہ ساقط ہو جائیگا اور امام شافعی یہ فرماتے ہیں ساقط نہ ہوگا اسی طرح اس میں اختلاف ہو کہ کچھ مقدار پر صلح کر لیں اور پھر ایک مہر جائے۔ (۹۰) امام شافعی رحمہ اللہ کی یہ دلیل ہے کہ وہ غاومہ کے اوپر دین ہے جس طرح اوروں میں سے کہ بعد نہیں ساقط ہوتے یہ بھی نہ ساقط ہوگا۔ اور ہماری دلیل ہے کہ وہ ایک طرح کا صلہ ہے اگر قاضی کے حکم سے اسکو ایک طرح کا استحکام ہو گیا ہے مگر یہ کہ قبضہ نہیں پایا اس لیے وہ ناتمام ہو لہذا حالت حیات میں تو ہم نے استحکام کا لہذا کہ نفقہ کو باقی رکھا۔

اعمال بالبدل لیلین۔

(۹۱)، اعلم ان هذا الحكم فيما اذا فوض القاضي النفقة ولم يأمرها بالاستدانة اما لو امرها بالاستدانة عليه لا تسقط النفقة بعبوت احد هما هذا هو الصحيح لان للقاضي ولاية عامة واستلانتها عليه بامر القاضي كالستدانة الزوج فلا تسقط بالموت كذا في النهاية۔

(۹۲)، ولو عجل نفقة سنة ثم مات اجاز الاسترجاع بحسابه ای قال محمد یجب بهانفقة ما مضى الى وقت الموت سواء كانت النفقة قائمة او مستهلكة باخذن الوسرة ما بقى منها ولا لا يسترجع منها بشئ ولو كانت هالكة من غير استهلاكها لا يسترد اتفاقا۔

(۹۳)، ولو عجل نفقة لاجنبية ليتزوجها فماتت قبل ان يتزوجها فلا يسترد اتفاقا من الحقائق وعلى هذا الخلاف الكسوة

(۹۴)، له ان نفقتها كانت عوضا عن احتساب فیصل العوض بقدر ما فات المعوض ولهما انهما كانت صلة فانصل بها قبضها فصارت كالهبية المقبوضة ولا يرجع فيها بعد الموت۔

(۹۵)، واذا اتت المباشرة بولد لاكثر

اور مرے کے بعد اس کا تمام ہونا چاہیے کہ یہ حکم اس وقت ہو کہ قاضی نے خاوند کے اوپر نفقہ کا حکم کر دے مگر عورت کو یہ حکم نہ دے کہ قرض لیں مگر خاوند کے طریقے اپنا نفقہ کیا کرے اور اگر قاضی نے عورت کو قرض لینے کا حکم کر دیا ہو تو دونوں میں سے ایک کو صرف نفقہ نہ ساقط ہوگا بلکہ ہوا الصبح اس وقت تک قاضی کو ولایت عامہ حاصل ہو اور دیگر قاضی خاوند کے طریقے عورت کو قرض لینا یا یہاں پر جیسا خود خاوند کا قرض لینا اور اجا نہیں نہ ساقط ہوگا۔ کہ زانی النہایہ۔

(۹۶)، اگر خاوند نے ایک سال کا پیشگی اوکو نفقہ دیا بعد از ان مگر کیا تو امام محمد رحم صاحب کے نزدیک حساب کر کے بعد از زیادہ ہوگا او کو نہ نکلیگا اور پیشگی دیا جائیگا یعنی وقت کے نفقہ نہ دے سکے لیے واجب ہوگا اور ان کی نکلیگا او کو نہ دے اور پیشگی دینے کے خواہ وہ نفقہ موجود ہو یا عورت نے او کو ضائع کر دیا ہو اور صاحب رحم فرماتے ہیں یا بوس سے کہہ نہ پس لیا جائیگا اور اگر خود وہ مردن عورت کے ضائع کیے ضائع ہو گیا ہو تو بالاتفاق اس سے کچھ نہ لیا جائیگا۔

(۹۷)، اگر ایک ایسی عورت کو اس کے ساتھ نکاح کے بعد سے کچھ نفقہ دیا اور نکاح کر نیسے قبل وہ عورت مگر نفقہ تو بالاتفاق یہ شخص اس نفقہ کو واپس لے سکتا ہے من الحقائق ہی اختلاف کہ یہ ایک اندر ہو۔

(۹۸)، امام محمد رحم کی یہ دلیل کہ نفقہ عورت کے گھر میں کھنے کے بعد لینا پس جس قدر عوض چاہتا ہو جو من ہی چاہتا ہو گا اور امام صاحب رحم اور امام ابو یوسف رحم کی یہ دلیل یہ ہو کہ وہ صلہ تھا و جب اس کے ساتھ قبضہ کا اتصال ہوا تو اس کا صلہ ہے مقبوض لکھا ہو گیا اور یہ بین قبضہ کر لینے کے بعد رجوع بعد الموت درست نہیں ہو۔

(۹۹)، اگر مطلقہ یا غنہ نے اپنی بھرت کا گھر رہنمیں بیان کیا

یا اگر وہ واپس چھوڑ دے

اور وقت طلاق سے دو سال سے زیادہ مرت میں
اوسکے بچہ پیدا ہوا اور اس مرت تک عدت کا نفقہ
لینی رہی تو امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک اوسکو کچھ
واپس کرنا نہ پڑیگا اور امام صاحب رحمہ اور امام محمد
رحمہ صاحب کے نزدیک چھ مہینے کا نفقہ اوسکو
واپس دینا پڑیگا۔

(۷۹۶) امام ابو یوسف رحمہ کی یہ دلیل ہے کہ بظاہر وہ نماز تک عدت میں ہی
جینے کی عدت کا گزارنا بیان نہ کرے اب یہ اسکا اصل اگر نہ ہو
تو اسکا نفقہ باطل ہو جاتا ہے اور اگر دوسرے خاوند کے ساتھ طلاق
سے پہلے باطل ہو جاتا ہے اسکو طلاق کا حکم کرنا گویا انقضاء عدت کا
اقرار کرنا ہے تو جو چیز نہ کہ اسکا نفقہ ہی وہ اب واپس نہیں لے سکتی۔ اور امام
صاحب رحمہ اور امام محمد رحمہ کی دلیل یہ ہے کہ اصل نکاح ثانی سے
ہی ہمیں گئے نہ نہ تاسے اور اوس کے حال کو نیکی پر محمول
کرینگے اور اوس سے واپس نہ لینگے۔

(۷۹۷) ہمارے نزدیک اگر خاوند اس قدر بیکار ہو کہ اسکا
نفقہ نہ دے سکے تو اوس روز میں تفریق نہ کر دے یا نیکی بلکہ اوس
عورت کو حکم دیا جائیگا کہ قرض لیکر اپنے کمانے پہنے کا
خرچہ چلائے یا تو اس قرض کا خاوند خاوند پر کر دے یا اگر
خاوند مر جائیگا تو اوس کے ترکہ سے لیلیا جائیگا۔

❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖

(۷۹۸) شرح المختار میں مذکور ہے اگر بیکار عورت کا خاوند ہی ہو کہ اسکا
اور اوس عورت کا دوسرے خاوند ہے ایک مہینہ اسودہ حال ہو یا اسکا مال
اسودہ حال ہو تو اس بیٹے یا بیٹی کو حکم دیا جائیگا کہ اسکا بچہ کو دے
اور بیٹا یا بیٹی جب خاوند اسودہ حال ہو جائیگا تو اس عدت میں لے کر
اور اگر بیٹا یا بیٹی اوسکو نہ دے تو قریب کر لیا جائیگا۔ اس پر باطل نہیں

من سنتین ولم تقریا بنقضاء عدتها
وقد استوفت النفقة ای اخذت
نفقة العدة فی هذه المدة یعنی
ابو یوسف بعدم الرد عن ستة اشهر
ای بان لا یرد المبانة علیه شیخا وقال
یرد علیه نفقة ستة اشهر۔

(۷۹۹) لہ انہا معتدہ بہ ظاہراً
صالح تقر بانقضاء عدتها وحملها ان
كان من زمانا لا تبطل نفقتها وان كان
من تزوجها بزواج اخر تبطل لان تزوجها
كما تراسها بالانقضاء فلا یرد الماخوذ
بالشك ولهما ان حملها يحمل على الزوج
لا على الزنا حملاً محالاً على الاحسن
فترد

(۸۰۰) ولا تفرق بالاعسار ای بعجزه
عن نفقتها بل تؤمّر اى الزوجة
بالاستدانة ای بان یتدبر طعماً
بالدين لتعمل علیه ای الزوجة على
الزوج بذلک الدین او يرجع به على
ترکته ان مات

(۸۰۱) وفي شرح المختار اذا كان زوج
المعسرة معسر ولها ابن مؤسر من غيرها
او اخر مؤسر مؤسر لابن او اخر بالانقضاء
عليها ويرجع به على الزوج اذا ايسر
ويحبس كل منهما اذا امتنع فثبت

بهذا ان الادانة لنفقتها تجب على
من كان تجب عليه نفقتها ولو لا لزوم
وكن انفق على الاولاد الصغار لمعسر
من كان تجب عليه نفقته لم لو لا الاب
ثم يرجع به على الاب اذا ليس بخلاف
نفقة اولاده الكبار حيث لا يرجع بعد
اليسار لانها لا تجب مع الاعسار وكان
كالميت كذا في التبيين -

(۹۹۹) قيد بالامر لانها لو استدان
بغير امر القاضی ليس بها الاحالة
ولا الرجوع -

۸۰۰، وقال الشافعی یفرق اب
طلبتہ

(۱۰۱) قيد نأى بالعجز عن النفقة لانه
ان عجز عن المهر لا يفرق اتفاقا -

۸۰۲، له انه عجز عن امساكها بالمعروف
فنيوب القاضی منابه في التمسير بها صا
ولنا ان في التفریق ابطال الحق الزوج
بالكافة وفي الاستدانة رعاية للعتق
فيصاير اليها كالا في التفریق -

۸۰۳، قال صدر الشريعة علماءنا
استقصبوا ان ينصب القاضی نائبا
شافعی المذهب يفرق بينهما لان دفع
الحاجة الدائمة لا يتيسر بالاستدانة
ولا يوجد من يقرضها وعنى الزوج امر

کفادہ کے ہوتے من لوگوں پر اور کفادہ واجب ہوتا ہے من لوگوں ہی کو اس صورت کو فرض دینا واجب ہوا ہے اس طرح جو شخص
تنگرست ہوا جسکے چوستے بیوی کی کمانے پنے کو اور من لوگوں پر دینا
واجب ہے جن پر باپ کے ہونے کی صورت میں اس اولاد کا نفقہ
واجب ہونا اور ہر باپ کا سودہ حال چلنے کے بعد بقدر انہوں کی
خرج کی ہو گا اس سے وصول کرینگے بخلات بڑی اولاد کی کیا باپ کی
تنگرستی کی حالت میں اگر کوئی قریب کو تو نفقہ دے تو باپ کے سودہ جو
جائیکے بعد اس سے وصول نہ کر سکے اس واسطے کہ اولاد کا نفقہ چاہیے

(۹۹۹) کہ قید کہ قاضی فرض لینے کا حکم کرے اس واسطے کہ قاضی پر اگر
بلا حکم قاضی اس نے فرض لیا تو وہ غاوند کے حوالہ سے نہ فرض
لیسکتی ہر اور نہ فرض غاوند کو اور اگر ناپڑیگا -

(۸۰۰) امام شافعی رحمہ اللہ میں اگر غاوند بیوی کا نفقہ نہ دے سکے
اور عورت تفریق چاہے تو او کی ماہین تفریق کر دے جائیگی -

(۸۰۱) نفقہ سے عاجز ہو سکی اس واسطے کہ قید لگائی ہو اگر مرد کے بیوی
غاوند عاجز ہو تو بالاتفاق او میں تفریق نہ کی جائیگی -

(۸۰۲) امام شافعی رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ غاوند جس قدر تنگ ہو سکے پائل
رکنے سے عاجز ہو تو اسی طرح دوسرے مرد کو دینا اور سب لازم ہوا ہے
قاضی اس کا مقام ہو جائیگا اور ہر ایسی دلیل پر کہ تفریق کر دے میں بالحق
زوجیت کا باطل کر دینا اور فرض لینے کے حکم دینے میں دونوں کو حکم کی رعایت
پائی جاتی ہے اور تفریق نہ کیا جائیگی اگر فرض لینے کا حکم دیا جائیگا -

(۸۰۳) صدر الشریعہ نے بیان کیا ہے کہ ہمارے علمائے یہاں
پسند کی ہے کہ قاضی ایک شافعی المذہب کو اپنا نائب مقرر کر دے
تاکہ وہ دونوں میں تفریق کر دے اسلئے کہ حیث کیلئے فرض
لے لے کر کام چلا نا بہت دشوار ہے اور کوئی
اوسکا فرض دے دے والا ہی نہیں اور غاوند کا سودہ

حال ہو تاکہ خیالی بات سے لفظ تفریق غریبی ہو
بشرطیکہ عورت ہی چاہے۔

(۸۰۴) ایسا وقت ہے کہ خاوند زمان موجود ہو اور اگر
غائب ہو تو تفریق بالاتفاق منوطی اس واسطے کہ ادسکی
غیبت میں معلوم نہیں ہو سکتا کہ وہ نفیس و عاتق ہو یا اگر قاضی نے
اس وقت میں تفریق کا حکم ہی دید یا تو خاندن کا ایسا کہ مجتہد
فیہ کہ اندر یہ حکم نہیں ہو اس واسطے کہ خاوند کا عاجز ہونا ثابت
ہی نہیں ہو۔ کذا فی النہایہ۔

(۸۰۵) اگر ایک شخص غائب مال کی سپردگی میں ہو یا شکر
مضاربت کے لیے ادس کا مال کسی کے پاس ہو یا کسی پر قرض ہو اور
قاضی کو ادس مال و منہل کا دونوں کا علم ہے یا جس شخص کے پاس ہے
مال ہو وہ شخص مال کا و نیز خارج کا اقرار کرتا ہو تو قاضی کو چاہیے
کہ ادس مال میں ادس شخص کی جو بی اور چوٹی اولاد اور
مال بابت کا نفعہ مقرر کر دے بشرطیکہ وہ مال سنی قسم ہو
جس کی اونکو حاجت ہو۔

(۸۰۶) اس نفعہ کے مقرر کرنے میں قاضی کے علم کی ضرورت اس واسطے ہو
کہ قاضی کا علم ایک قسم کی محبت ہو قاضی اپنے علم سے اپنی اصلیت میں مدد کر
اور جس صورت میں شخص جسکے پاس مال ہو اقرار کر لے تو وہ ان قاضی کو نفعہ
مقرر کر دینا اس واسطے جائز ہو کہ ادس کا اقرار کرنا بعید اسباب کا اقرار
کرنا ہو کہ اس صورت یا اولاد وغیرہ کو جسکے مال کے لینے کا استحقاق
حاصل ہو اور نیزہ مال کا اقرار اپنے اوپر قبول ہونا پس اولاد و منہل کا
حکم ادس پر ہو گا اور اسکے سبب ادس کا یہ بھی حکم ہو چکا ہو گا۔

(۸۰۷) کوئی اعتراض کرے کہ اگر کوئی قرض خواہ ایک
شخص کو جسکے سپردگی میں ادسکی مدیون کا کچھ مال ہو اور
مدیون نیک و عاقر ہے قاضی کے سامنے پیش کر دے اور وہ

منوہم فالتفریق صاغر ضرور یا
اذا اطلبتہ۔

(۸۰۸) ہذا اذا کان الزوج حاضراً
وان کان غائباً لا یفرق لان عجزہ
غیر معروف حال غیبتہ وان قضی
بالتفریق لا ینفذ قضاء لانه لیس
فی مجتہد فیہ لما ذکرنا ان العجز لم یشہد
کذا فی النہایہ۔

(۸۰۹) واذا کان للغائب مال مودع
او مضاربہ او دین و علم القاضی بہ
ای یا مال و بالکاح او اعتراف بہما
ای بالمال و الکاح من هوای المال
فی یدہ یرض فیہ القاضی نفقۃ زوجتہ
و ولدہ الصغیر و الولیہ اذا کان
من جنس حقہم۔

(۸۱۰) اما الفرض اذا علم القاضی
فلان علمہ حجة یجوز لہ القضاء بہ
فی محل ولا یتہ و اما اذا اعترفوا بالمال
و الکاح فلا ینہم اقر و بان لہما حق
الاحتذ مما فی ید یہم۔ اقرار صاحب
الید مقبول فی حق نفسه ینقم القضاء
علیہم اولاً ثم لیسر الی الغائب۔

(۸۱۱) فان قیل لو احضر الدائن
مودعاً للغائب و اعترف بالودیعة
والدین لا یا مرا القاضی با داء الدین

فلم امر القاضی بالنفقة هنا قلنا
انما امر القاضی بنفقتهم لانها واجبة
قبل القضاء وكان لهم اخذها بدونه
فيكون القضاء اعانة لهم لا قضاء لان
القضاء الزام امر لم يكن لان ما قبله
فلا يكون هذا القضاء قضاء على الغائب
وليس كذلك سائر الديون ولهذا قد
بنفقة الزوجة والولد والوالدين
احتراما عن نفقة سائر المحارم لان
نفقتهم انما يجب بالقضاء لان وجوبها
مجهول فيه فيكون القضاء بنفقتهم قضاء
على الغائب وهو غير جائز

(۸۰۸)، اعلم ان كون المال مودعا او
ماخوذا على وجه المضاربة ليس بقيد
لفرض النفقة لان المال لو كان في بيت
الغائب علم القاضی بالملك
يفرض لهم النفقة

(۸۰۹)، وانما قيد بالاقراران بهما لانه
لو ائتمرا احد هما لا يفرض القاضی ولا
يقبل بيعة المرأة فيه لان المودع لا يكون
خصما عن الغائب وقيد بقوله من جنس
حقهم لانه لو كان من محلات جنسه بان لا
يكون المال نقدین او طعاما او كسوة
ليتموهن لا يفرض منه النفقة لانه انما
يصرف الى حقهم بواسطة البیع ولا باع

شخص وس ودیعت اور نیز اس ترضواہ کے دین کا اقرار کرے
تو وہ ان پر قاضی اس مودع پر دینی دین کا حکم نہیں کر سکتا
پھر یہاں کہ شرط نفقہ کا حکم دیکھتا ہے تو اس کا جواب ہے
کہ قاضی یہاں اس واسطے حکم دیکھتا ہے کہ ان لوگوں کا نفقہ قاضی
کے حکم سے واجب نہیں ہو بلکہ قبل از قضائی قاضی اس کے
اور نفقہ واجب ہوا و بدو ان حکم قاضی کے یہ لوگ اپنا نفقہ
لیسکتے تھے مگر قاضی سے ان کو اعانت ملنی کی بحقیقت یہ قاضی
کا حکم نہیں ہوا اس واسطے کہ قضائی قاضی اصل میں ایک امر کے
لازم کو دیکھتا ہے جو پہلے سے لازم نہ تھا پس یہ قضاء قاضی
قضاء علی الغائب نہیں ہوگی اور باقی دیون کا حال ایسا نہیں ہے
ولہذا نفقہ میں زوجہ اور اولاد اور ان باپ کے نفقہ کی قید
لگائی ہے تاکہ باقی رشتہ داروں کے نفقہ سے تیز نہ ہو جائے
(۸۰۸)، جانتا چاہیے کہ مال کا کسی کے سپردگی میں ہونا مفاد
کیلئے شریک کے پاس ہونا نفقہ کے مقرر کرنے میں مفروضہ ہے
نہیں ہوگا اگر اوس فیوض کے گھر میں ہی مال رکھا ہو اور قاضی
کو اطلاع کمال معلوم ہو جب ہی اوسکی زوجہ کا نفقہ اس میں
مقرر کر دے گا۔

(۸۰۹)، یہ قید کہ مودع وغیرہ فہون چیزوں یعنی مال اور نیز
تلاح کا اقرار کرے اس واسطے لگائی ہے کہ اگر دونوں میں سے
ایک بات کا یہی انکار کی تو قاضی اس کا نفقہ نہیں مقرر کر سکتا
اور زعومت کی مینہ مقبول ہوگی اس واسطے کہ وہ مودع
خاص کی طرف سے دعا علیہ نہیں ہو سکتا اور یہ قید کہ وہ مال
اوس قسم کا ہو جس قسم کی اد کو حاجت ہو اس واسطے لگائی ہے
کہ اگر وہ اور طرح کا مال ہو اور وہ پیسہ یا غلہ یا کپڑا نہیں ہے
جو ان کے کام میں آوے تو قاضی اوس میں مودع کا نفقہ مقرر کرے گا

یہ قید کہ مودع وغیرہ فہون چیزوں یعنی مال اور نیز
تلاح کا اقرار کرے اس واسطے لگائی ہے کہ اگر دونوں میں سے
ایک بات کا یہی انکار کی تو قاضی اس کا نفقہ نہیں مقرر کر سکتا
اور زعومت کی مینہ مقبول ہوگی اس واسطے کہ وہ مودع
خاص کی طرف سے دعا علیہ نہیں ہو سکتا اور یہ قید کہ وہ مال
اوس قسم کا ہو جس قسم کی اد کو حاجت ہو اس واسطے لگائی ہے
کہ اگر وہ اور طرح کا مال ہو اور وہ پیسہ یا غلہ یا کپڑا نہیں ہے
جو ان کے کام میں آوے تو قاضی اوس میں مودع کا نفقہ مقرر کرے گا

اسی لئے کہ مال خود تو ان کے کام میں آئی زمین سکنا فروخت
ہو کر ان کے کام میں آ سکتا ہے اور غائب کے مال کے بیع
بالاتفاق درست ہے امام صاحب رحمہ کے نزدیک تو اسوا
کے معاملوں کے حاضر ہونے کی صورت میں ہی اس کے مال کی
بیع تجویز نہیں کرتے تو غائب کے مال کی بیع بطریق اولیٰ ان کے
زریعہ نامہ انہو کی اور صاحبین رحمہ کے نزدیک اسوا سے

۸۱۰) ویحلفہا ای القاضی المرأۃ علی
انہما ما اخذت النفقة و یاخذ منها
ای القاضی من الزوجه کفیلا بہا ای
بالنفقة نظر الغائب لاحتمال ان یحضر
و یقر سنة علی طلاقہ اذ اعطاه نفقتها

۸۱۱) تا قضی بیعوت کیلئے نفقہ مقرر کرتے وقت لازم ہے
کہ اوس سے اس بات پر حلف لیں کہ تاوند سے اوس نے نفقہ لیا
نہیں ہے اور ایک شخص کو نفقہ پر اوس سے کہیں لیتا تاکہ اوس
غائب کا قیام نہ ہو۔ ہو سکتا ہے کہ وہ حاضر ہو کر اوس کے طلاق
پر یا اس بات پر کہ اوس کو نفقہ دیا گیا تھا کہ اوس نہ دے۔

۸۱۱) و ان لم یکن له ای للزوج الغائب
مال فاقامت البینه علی الزوجیه
لیفرض لها ای القاضی للمرأة انفقة
سرودناها ای بنتها لان خصمها غائب
وقال نر فریسمع بینتها ویأمرها القاضی
بالاستدانة اذ لا حضر فيه علی
الغائب لانه اذا حضروا فان صدقها
واقامت بینه او نکل عن الیمین
فقد اخذت حقها وان حلف یضمن
هی او کفها۔

(۸۱۲) مگر قول مختار یہی ہو کہ اس کے بے مقبول ہوگی
جیسا کہ فرم نے فرمایا ہے اور ہمارے زمانے کے تافہیوں کا
اسی پر عمل ہو اس واسطے کہ لوگوں کو اسکی حاجت ہوا اور اگر
مشائخ نے ہی اسی قول کو پسند کیا ہو نہ اسی پر فتنی دنیا کا

نہیں ہے
نہیں معلوم
کرنا موزوں
ہے یا غائب
ہے اگر کسی کا
مجھ کو نہیں
بسیلہ کیلے
ملن آن بھی
موجود ہے
ماضی کے
کہ میں نے

(۸۱۳)، ولو كفل عنه اى من جل عن الزوج لزوجته بالاتفاق كل شهر يانزه به اى ابو يوسف الكفيل بالاتفاق عليها مادام النكاح قائما بينهما والزواة بشهر اى بنفقة شهر واحد۔

(۸۱۴)، له انه التزم بنفقة كل شهر فيؤخذ به كما لو قال تكفلت بنفقتك عنه مادام متمازنا وجين ولهم ان لشهر الاول معلوم فيصح وما وراة مجهول فلا يصح كما لو قال ما غصبك احد فاناضا منه بخلاف ما ذكر لانه بين فيه مدة۔

(۸۱۵) وفي النوادر لو ابرأت الزوج عن نفقتها ابدا فالبرائة باطلة ولو ابرأت النفقة المفروضة لها كل شهر صح الابراء من نفقة الشهر الاول دون ما سواہ۔

(۸۱۶)، وطلبها كفيلة لغيبته لغو اى اذا قالت للقاضي زوجي يريده ان يغيب نخذ لي منه كفيلة لنفقتي لا يأخذة عند ابى حنيفة لان طلب الكفيل بما لم تجب عليه غير معتبر۔

(۸۱۷)، وبامره به لنفقة شهر اى قال ابو يوسف ياخذ لها كفيلة من نفقة شهر رعاية بحقها احتياطا وانما

(۸۱۳)، اگر ایک شخص خاوند کے ہوتے ہوئے کے لیے ہر مہینہ کے نفقہ کا کفیل ہو گیا تو امام ابو یوسف ہرگز نزدیک بتیک اور غیر زوجیت کا علاقہ نہ دے گا اور اس شخص کو نفقہ دینا پڑے گا اور امام صاحب رحمہ اور امام محمد رحمہ صاحب کے نزدیک صرف ایک مہینہ نفقہ اوسکو دینا پڑے گا۔

(۸۱۴)، امام ابو یوسف رحمہ کے یہ دلیل ہے کہ جب اوس نے ہر مہینہ کا نفقہ اپنے اوپر لازم کر لیا ہے تو اوس بلاشبہ ایسا ہی کا صلح وہ کہہ کے کہ بتیک تمہارا مذہبی ہو اوس وقت تک میں تیرے نفقہ کا کفیل ہوں۔ اور اون دونوں کی یہ دلیل ہے کہ پہلا مہینہ تو معلوم ہو لہذا اوس کا کفیل ہونا صحیح ہے اور ایک مہینہ کے سوا نا معلوم ہے لہذا اوس کا کفیل ہونا صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر کوئی تیسری چیز غصب کرے

(۸۱۵) نوادین مذکور ہو اگر ایک عورت ہمیشہ کے واسطے اپنے خاوند کا نفقہ ہی کر دے تو یہ اوس کا بری کر دینا اور ہمیشہ کیلئے نفقہ کا چھوڑ دینا باطل ہے اور اگر اوس کو خاوند سے کہا کہ ہر مہینہ کیلئے میں نے اپنا نفقہ جو تو نے مقرر کر کہا ہے تجھے چھوڑ دیا تو صرف ایک مہینہ کا نفقہ اوس کے ذمہ ہی ساکت ہو جائے گا۔

(۸۱۶)، اگر ایک عورت نے قاضی سے کہا میں غایب ہو گئی ہوں تو جانا چاہتا ہے اور اسلئے میرے نفقہ کے واسطے تو کسی شخص کو اوسکی طرف سے کفیل کر دے تو امام صاحب رحمہ کے نزدیک عورت کے یہ کہنے سے خاوند کی طرف سے قاضی کسی کو کفیل نہ کرے گا اوس واسطے کہ چھ مہینہ تو واجب نہیں ہوتی ہاں مہینہ

(۸۱۷)، امام ابو یوسف رحمہ فرماتے ہیں اوسے کہنے سے صرف ایک مہینہ کے واسطے احتیاطا کسی شخص کو کفیل کر دیا جائے گا تاکہ عورت کی حق دینی ہو اور ایک مہینہ کا

مذہب امام صاحب رحمہ اور امام محمد رحمہ صاحب کے نزدیک صرف ایک مہینہ نفقہ اوسکو دینا پڑے گا۔

اور اس سے زیادہ نہیں

اور اس سے زیادہ نہیں ہے۔

اور اس سے زیادہ نہیں ہے۔

قد سر شہد۔ لانه ادنی الایال فی
السلم دعا وونه فی حکم الحال۔

۸۱۸، وقیل هو ای قول ابی یوسف
المختار للفتوی۔

۸۱۹، ویسکنہ ای الزوج من وجہ
فی دار مفردة لا یشترکھا احد

من اہلہ حتی لو کان لہ ولد من غیرہا
فلیس لہ ان یسکنہ معها لانہا لائمن

مستکلا علی مناعہا الا باختیارہا
واذا اختارت الشریکة فی السکنی فقد

مرضیت باسقاطہا۔
۸۲۰، ویجوز منع اہلہا من الدخول

بل من اللبث عندہا خوفا من
الفتنة لا من النظر والکلام لان فی

المنع عنہما قطعۃ الرحم۔
۸۲۱، وقیل لا یمنع من الخروج الی

الوالدین ودخولہما انہما کل جمعة
وغیرہما ای لا یمنع غیرہما من

المحارم کل سنۃ۔
۸۲۲، ویجب النفقة علی الایک وحده

لولدہ الصغیر الفقیر مع مخالفة الدین
لا وہ جزئہ فینزل منزلة نفسه

کزوجتہ ای کما تجب نفقة من وجہ
مع مخالفة الدین۔

۸۲۳، ولم یوجبوا علی الام ارضاءہ
ان کے اور بچے کا وہ پلا تا واجب نہیں

ما علیہا وکیل لا یشترک من اللبث من

اس واسطے کہ انہیں روزگار قطع کرنا ہوتا ہے۔

❖ ❖ ❖ ❖ ❖

وان لم تکن شریفة وقال مالك فجب
الام على امرضاة الولد اذ لم تکن
شریفة لادها لوم فجب علی الامرضاة
تغیر الولد واما الشریفة فتغیر
بالجبیر علی الامرضاة اکثر من تغیر
الولد فلا تجبر وانا قوله تعالی لا تضار
والدة بولدها وانی اجباها علی
الامرضاة اضراسها فلا تجبر مطلقا
واما ضرر الولد فیمندفع باس رضاع
النظر الا ان تعدین الام بالامرضاة
بان لا یرضم الصبی غیرها ولا یوجد
مرغعة غیرها فجب علیها صیانة
للولد وکن تجبر اذا کان الاب معصرا
ولم یکن للولد مال ویجعل الاجرة
دینا علیه کنفقته۔

(۸۲۴) ویستاجر لاب لان الاجرة
علیه من ترضعه عند هاری عند
الام اذا ارادت ذلك لان الحضنة
لها۔

(۸۲۵) ولا یجوز استیجار من جنة او معتقة
لارضاع ولده منها ای من زوجة
او معتقة وقال الشافعی یجوز۔

(۸۲۶) قید بقوله منها لان ولده
لو کان من غیرها یجوز استیجارها
اتفاقا۔

ہی اگرچہ وہ شہیادہ نام کے عورت ہو اور امام الکشاف نے
ہیں اگر بیوی یا عیال نہ اند کی شوہر کو مجبوراً اسکو دودھ
پلانے کا حکم دیا اس واسطے کہ اگر دودھ پلانے کے لیے اس پر
جبر نہ کیا جائیگا تو بیچ کر تکلیف ہوگی اور اگر عیال نہ اند
کی خدمت ہی تو قصدر دودھ پلانے پر جبر کرنے سے
اسکو تکلیف ہوگی اس قدر ہے کہ اس کے دودھ پلانے
سے شوگی (اس واسطے کہ دوسری عورت اسکو دودھ
پلا سکتی ہی لہذا اس پر جبر نہ کیا جائیگا چارسی دلیل ہے
کہ اللہ جل جلالہ فرماتا ہے لا تضار والدة بولدھا یعنی تکلیف
نہ دی جائے مان اپنے بچے سے اور اسکو دودھ پلانے کے لیے مجبور
کرے نہ تکلیف ہوگی لہذا مطلقاً اس پر نہ کیا جائیگا کہ اس کی شوہر
ہو اور بچے کی تکلیف دانی کے دودھ پلانے سے جاتی رہی کہ جس
وقت میں سوائے مان کے وہ بچہ کی دودھ نہ پیتے کہ کوئی دانی
نہ لے کر بچے کی حفاظت کیلئے دودھ پلانے پر ہم مجبور کی گئی ہے
ہذا القیاس جس وقت میں خاندان کی گنت ہو اور اس کے بچے کو
(۸۲۴) باپ کو اس دانی کا نوکر کہنا چاہیے اس واسطے کہ
اجرت اسکو دینی پڑے گی اور اگر مان چاہے تو خود نوکر یا بیوی
نوکر رکھ کر چاہے جو ان کے پاس دودھ پلایا کرے اس واسطے
کہ حفاظت بخیر و روش کیلا سکتی ہے۔
(۸۲۵) چار سے نوک خاندان کو اپنی اولاد کے دودھ پلانے
کے لیے اپنی بیوی کو یا معتقہ کو جن سے یہ املا چاہی ہو
پھر نوکر کہنا درست نہیں ہے بلکہ امام شافعی رحمہ فرماتے ہیں درست ہے۔
(۸۲۶) یہ قید کہ یہ اولاد اس بیوی یا معتقہ سے ہی ہو
اس واسطے لگا ہے کہ اگر یہ اولاد دوسری بیوی سے ہی ہو
بالاتفاق نوکر کہنا درست ہے۔

اور اگر عیال نہ اند کی شوہر کو مجبوراً اسکو دودھ پلانے کا حکم دیا اس واسطے کہ اگر دودھ پلانے کے لیے اس پر جبر نہ کیا جائیگا تو بیچ کر تکلیف ہوگی اور اگر عیال نہ اند کی خدمت ہی تو قصدر دودھ پلانے پر جبر کرنے سے اسکو تکلیف ہوگی اس قدر ہے کہ اس کے دودھ پلانے سے شوگی (اس واسطے کہ دوسری عورت اسکو دودھ پلا سکتی ہی لہذا اس پر جبر نہ کیا جائیگا چارسی دلیل ہے کہ اللہ جل جلالہ فرماتا ہے لا تضار والدة بولدھا یعنی تکلیف نہ دی جائے مان اپنے بچے سے اور اسکو دودھ پلانے کے لیے مجبور کرے نہ تکلیف ہوگی لہذا مطلقاً اس پر نہ کیا جائیگا کہ اس کی شوہر ہو اور بچے کی تکلیف دانی کے دودھ پلانے سے جاتی رہی کہ جس وقت میں سوائے مان کے وہ بچہ کی دودھ نہ پیتے کہ کوئی دانی نہ لے کر بچے کی حفاظت کیلئے دودھ پلانے پر ہم مجبور کی گئی ہے ہذا القیاس جس وقت میں خاندان کی گنت ہو اور اس کے بچے کو (۸۲۴) باپ کو اس دانی کا نوکر کہنا چاہیے اس واسطے کہ اجرت اسکو دینی پڑے گی اور اگر مان چاہے تو خود نوکر یا بیوی نوکر رکھ کر چاہے جو ان کے پاس دودھ پلایا کرے اس واسطے کہ حفاظت بخیر و روش کیلا سکتی ہے۔ (۸۲۵) چار سے نوک خاندان کو اپنی اولاد کے دودھ پلانے کے لیے اپنی بیوی کو یا معتقہ کو جن سے یہ املا چاہی ہو پھر نوکر کہنا درست نہیں ہے بلکہ امام شافعی رحمہ فرماتے ہیں درست ہے۔ (۸۲۶) یہ قید کہ یہ اولاد اس بیوی یا معتقہ سے ہی ہو اس واسطے لگا ہے کہ اگر یہ اولاد دوسری بیوی سے ہی ہو بالاتفاق نوکر کہنا درست ہے۔

مذکور کہ کننا جائز ہو۔ مگر بعد از نکاح اگر نکاح باہر ہو۔

۸۲۶، ۱۹۱ ان اس صاعها لم تحب علیها صائر کا لاجنبیہ فجائز استیجاسا ہا۔

۸۲۶، ۱۹۱ نام شافعی کہ یہ دلیل ہو کہ اسکے ذمہ پر اولاد کو دینا پلانا واجب نہیں ہو تو وہ بمنزلہ اجنبیہ کے ہو لہذا اسکا نوکر کننا جائز ہو۔

۸۲۸، ۱۹۱ ولان عقد النکاح لا قامة مصالح البیت ومن جلتها ارضاع ولدھا الا انھا لم تحب علیہ لاحتمال عجزھا عنه فاذا اقدمت علیہ بالاجر ظہرت قدرتها فتین ان الفعل واجب علیہا فلا یجوز استیجاسا ہا لان الاستیجاس علی فعل واجب غیر جائز کا استیجاس المولی عبدہ وکذا معتدہ عن رجبی لان النکاح قدیم واما معتدہ عن بائن فکذا فی رواية لان بقاء بعض احکام النکاح فی البائنة کوجوب النفقة وعدم جواز دفع زکوٰۃ الیہا کبقاء النکاح وفي رواية جائز لان النکاح با لاجنبیات ۸۲۹، فاذا انقضت عدتها جائز استیجاسا ہا۔

۸۲۸، ۱۹۱ چارسی دلیل ہو کہ نکاح اگر کے کام دیت کر نیکی کے لیے مقرر کیا گیا ہے اسکا اولاد کو دودھ پلانا بھی ہو مگر اس واسطے کہ شاید عورت کسیدہ پر سے دودھ نہ پلا سکے اسکو مجبور نہیں کیا گیا اور جب اجرت پر دودھ پلانے کے لیے راضی ہو گئی تو معلوم ہو گیا کہ وہ دودھ پلا سکتی ہو اس سے ظاہر ہو گیا کہ اسکے اوپر دودھ پلانا واجب ہے لہذا اسکو نوکر کننا جائز نہیں ہو اس واسطے کہ جو کام کرنا جس پر واجب ہے اسپر اسکو نوکر کننا جائز نہیں ہے جیسے مولی اپنے غلام کو نوکر رکھے۔ اور معتدہ رجبی کا بھی یہی حال ہو اس واسطے کہ نکاح ضمن قائم ہو اور موافق ایک روایت کے معتدہ بائن کا بھی یہی حکم ہو اس واسطے کہ معتدہ بائن کے لیے بعض احکام نکاح کا باقی رہنا مثل نفقہ کا اور عدم جواز دفع زکوٰۃ کی سبب سے ایسا ہی جیسا کہ نکاح کا باقی رہنا اور ایک روایت کے موافق اسکو ۸۲۹، معتدہ کی مدت گزر جانے کے بعد اسکو نوکر کننا جائز ہو۔

۸۳۰، ۱۹۱ وتقدم الام علی الاجنبیة لانھا اشفق الا ان تطلب زیادة اجرة علی اجرة غیرھا من المریضة فتقدم غیرھا علی الام لئلا یتصرس الاب۔

۸۳۰، ۱۹۱ بزرگ رکھنے کے اندر اس بچے کی مان کو غیر حنون پر تقدم ہو بسبب شک کی شفقت کی اگر جس صورت میں وہ زیادہ نوکر سی مانگے تو غیر ضرورت کو جو کم نوکر سی مانگی ہو مان کے اوپر تقدم ہو اگر باپ کو نقصان نہ پہنچے

۸۳۱، ۱۹۱ ان باپ اور حوا سے اوپر ہیں سب کا نفقہ

۸۳۱، ۱۹۱ وتحب علی ولد وھد لا اصل

الفقراء اى لا يشار اليه الولد احد في نفقة اصوله قيل يجب على الولد الذكرو الانثى على قدر ميراثهما لقوله تعالى على الوارث مثل ذلك وقيل على السواء لاستوائهما في العلة وهذا هو المختار

٨٣٢، مع مخالفة الدين قيد الأصول
بالفقر لان نفقة الاغنياء واجبة
في ما لهم

۸۳۳، وللاب بیع عروضه ای جان
له بیع عروض و لد لا عند یحقیقه
۸۳۴، العروض هی الامتعة الی
لا یدخلها کیل ولا وزن ولا یتکون
حیوانا ولا عقاراً کذا فی الصحاح
والمراد منها هانجامیع المنقولات
وهو ای والجمال ان ولد غنایمها
۸۳۵، فهنا بمعنی عن
یعنی لاجل نفقة۔

۸۳۶، وقال لا یجوز۔

٨٣٤، قيد بالآب لان بيع غيره لا يصح
اتفاقا وكذا لا يملك الام بيع عروضا
ولده في ظاهر الواية وما ذكر
في الاقضية من جواز بيع الابوين
فتاويله ان الآب هو الذي يبيع لكن
لمنفعتها اضاف البيع اليهما وقيد

بشرطیکہ محتاج مول فقط اولاد ہی پر واجب ہوا ہے نہ ان باپ
و بیوہ کے اور ہر نفقہ کرنے میں اولاد کے ساتھ کوئی اختلاف دار
شریک نہ ہوگا بعض کا قول ہے کہ اگر اولاد لڑکی پر بقدر میزان کی نفقہ
دینا پڑے گا یعنی اگر لڑکی سے چند نفقہ دیا گیا صحیح و چند ورثہ
لینا ہو بقدر تعالیٰ و علیٰ الوارث مثل ذلک یعنی اور وارث ہر کسی کے
مانند ہو جائیں گے ہیں دونوں کو ہر نفقہ دینا پڑے گا سوا وسط
۸۳۲۔ اگر ان باپ اولاد کے دین میں مخالفت ہو تب بھی اولاد
کے اور نفقہ واجب ہوا لڑکے محتاج ہونے کی اس واسطے قہر
لگا دیا کہ اعتدال نفقہ کے مال میں واجب ہوا کتابی ہے۔

۸۳۳) اگر کیا موجود نہ ہو تو باب کو اسکی غیبت میں بیان نہ کیے
کے لیے امام صاحب ح کے نزدیک اسے عرض کیے کہ اگر انہما ستر ہے۔
۸۳۴) عرض میں وہ یزید بن جویانے یا تو نے میں
نہیں آئیں اور وہ حیوان ہوں دیکھ کوئی جانکار دہو گا
فی السحاب اور یہ بیان پر سب منقولات مراد ہیں۔

۸۳۵ غائبِ فیما کے اندر فی بجئے عن کے بحر
یعنی نفع کے لیے۔

۸۳۶ء) حاکمین رو کے نزدیک بیٹھی کی غیبت میں باپ کو لگے
(۸۳۷ء) باپ کی اس واسطے قید لگا دی کہ کسی اور کو فرقت
لڑنا اتفاق راست ہو کہ ان میں ظاہر روایت کے موافق
پہنچے کے اسباب کو ان کی غیبت میں باپ کو فرقت لگا دی ہو
اور تھیں کہ نذر الین کے کچھ کو جازریان کیا گیا ہو تو ان کی
تا دہل یہ ہو کہ فرقت کرینا التو باپ ہی ہوگا کہ چونکہ
دونوں کے نفع کے لیے ہوگا اس واسطے دونوں کی

کھلتی دھولن کے اندر
بیکریا کی جاتی پر ہوا
ہو انمختار

عرا سب بکافرضت کڑا اذم و سبست نہیں ہو کر۔

بالبیع لان استيفاء نفقته من مالہ
جائز اتفاقاً و قید بقوله و هو
غائب لان الولد اذا كان حاضراً
لا يجوز بيع عروضه اتفاقاً و قید
بقوله فيها لان بيع عروض و لدا
لسائر دیونہ لا يجوز اتفاقاً۔

(۸۳۸) اقول الضمیر فی عروضه
راجع الی الولد السابق و هو کان
شاملاً للصغیر و الکبیر فیفهم منه
ان بيع عروض الولد للصغیر مختلف
فيه ایضاً و لیس كذلك لان المفهوم
من الهدایة و المنظومة ان الخلفان
فی بیع عرض الولد الکبار و ما بیع عرض الولد
الصغیر اتفاقاً و لوقال و لا بیع عرض
ولدا الکبیر لکان اولی۔

۸۳۹) لهما ان ولایة الاب انقطعت
عن ولدا بالبلوغ فلا یملک بیع
عروضه کما لا یملک حال حضرته
و هذا هو القیاس وله ان الولایة
وان زالت لکن بقى اثرها و لهذا
صح منه الاستیلاء فی جاریة ولدا
الکبیر و العین تخشى علیها الهلاك
و حفظ ثمنها لیس فیجوز له بیعه للحفاظ
فاذا باعها فصار ثمنها من جنس حقها
فلا استيفاء منه

طرف نسبت کر دسی ہو اور بیع کی قید اس واسطے لگا دی
ہو کہ بیٹے کے مال کو اسکے غیب میں بیچ کر بیع کرنا بالاتفاق
درست ہو اور یہ قید کہ بیٹا موجود نہ ہو اس واسطے لگا دی
ہو کہ بیٹے کے ہوتے ہوئے اسکے اسباب کی بیع کرنا بالاتفاق
درست نہیں ہو اور یہ قید کہ نفقہ کے لیے فروخت نہ ہو اسکے
لگا دی ہو کہ و باقی دیون کے لیے اسکے اسباب کا فروخت کرنا بالاتفاق
(۸۳۸) میں کتاہون عرضہ کی ضمیر ولد کی طرف ہے و لدا
مذکور ہوا ہو اس وجہ سے کہ و لد بالغ اور نابالغ سب کا شامل
ہو پس اس سے سمجھا جاتا ہے کہ صغیر اولاد کے اسباب فروخت
کر زمین بھی اشکلات ہو حالانکہ ایسا نہیں ہو اس واسطے
کہ جویہ اور منظومہ سے یہ بات سمجھی جاتی ہے کہ بالغ اولاد
کے اسباب کی بیع کر زمین اشکلات ہے اور
نابالغ کے اسباب کی بیع کرنا باپ کو بالاتفاق درست ہے
لہذا اگر صنف علیہ الرحمہ یہ کہتا کہ باپ کو بیڑی اولاد کے
اسباب فروخت کرنا اشکلات حاصل ہو تو بہتر ہوتا۔

(۸۳۹) صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ بالغ ہو جانے کے بعد باپ
کو اولاد کے اوپر ولایت باقی نہیں رہتی لہذا باپ بیع نہیں کر سکتا
جس طرح اسکی سوجوگی میں بیع نہیں کر سکتا و لدا ہوا اشکالات
اور امام صاحب رج کی یہ دلیل ہے کہ اگر یہ ولایت باقی نہ رہے
ہو مگر اشکالات نہ ہونے باقی ہو لہذا جو ان بیٹے کی باندی کو
باپ ام ولد بنا سکتا ہو اور بعض چیزوں کے خود باقی
رکھنے میں اسکے ضائع ہو جانیکا اندیشہ ہو مگر اگر
ثمن کا حفاظت سے رکھنا آسان ہو لہذا حفاظت کے
نفاذ سے اس اسباب کی بیع درست ہے اور جب بیع کر دے
تو اب اسکا ثمن باپ کے کام ہو گیا لہذا اس سے بچاؤ نقد ہو سکتا ہے۔

۸۴۰) و يمنع من عقارة ای لا يجوز بيع عقار ولده لنفقته اتفاقا و التسامح السابق و اسر دفيه لان المنوع بيع عقار ولده الكبير و اما بيع عقار ولده الصغير فجاز لکمال ولا یقه علیه

۸۴۱) فان كان ماله ای مال الغائب فی ید ابویه لم یضربا بفاقاة لانهما استوفیا منه ما هو حقهما او فی ید اجنبی فانفق علیهما ای علی ابوی الغائب من ماله بغیر اذن الحاکم ضمن لانه تصرف فی مال غیره بلا ولاية علیه فلا یرجع ما فتنه علیهما لانه ملک ما دفعه بالضممان و ضمرا مستیرا بما دفعه و لا سرجوع للمتبرع و اذا انفق باذن الحاکم فلا ضمان لان للحاکم ولاية عامة

۸۴۲) و فی النوادر اذا لم یکن فی مکان یمکن استطلاع امر ای القاضی لایضمن استحقاقا و علی هذا لو مات بعض الرقة فی السفر فباعوا قماشه و جهزوه لا یثبت و اعنی علیه فانفقوا علیه من ماله لم یضمنوا -

۸۴۳) و اذا مضت مدة بعد القضاء لهم ای الولد و الوالدین و لذوی

۸۴۰) باپ کو اپنی نفقہ کے لئے کیسے کھایا یا دکان فروخت کرنا جائز نہیں ہوتا اتفاقاً اور پہلے جو عرض تھا وہ بیان ہی و دیگر (سوا پہلے کو باپ نے اولاد کے جائیداد کا فروخت کرنا جائز نہیں ہے گویا باپ کے جائیداد کو فروخت کر سکتا ہے اسلئے کہ باپ کو اپنی نفایح اولاد پر ولایت کاملہ حاصل ہوتی ہے۔

۸۴۱) اگر ایک شخص غائب کا مال اس کی ماں باپ کے پاس ہے اور ان دونوں نے اپنی نفقہ دینی و کم خرچ کر ڈالا تو اس کی خریدی مکر شیشا و کنوینڈن منہ بنایا پر لگا کیڑا و منوں نے اپنا حق لیلیا جدا اور گڑھ مل ایک ڈیکڑی کے پاس تھا اور اس نے ہلکے قاضی کے اس مال کو اس شخص کے ماں باپ کی نفقہ میں خرچ کر دیا تو اس کو ضمان دینا پڑیگا اسلئے کہ اس نے دوسرے کے مال میں بدون ولایت کے تصرف کیا ہے اور ضمان دینے کے بعد ماں باپ سے اس کا مطالبہ یہ جو بی شخص ذکر کیا اسلئے کہ ضمان کے واجب ہونے کے سبب سے اس مال میں اس کا تصرف نہ لگا نہ طور پر نہ گاتو جو کہ بدوس نے اس مال کو بیچا جدا اپنی طوت سے بطور عام

۸۴۲) جو دین من مذکور ہے اگر کسی مقام پر ہے کہ قاضی کو اطلاع دینا ناممکن ہے اور پہلا اطلاع قاضی کے اس نے مال کو اس کی نفقہ میں دے دیا تو اسے ضمان نہ لازم ہو گا علی ہذا مقیاس اگر کسی کی ذمہ ایک اتنی ہر گاہ اور باقی ساتھ دلوں کے اس کا سبب فروخت کر کے اس کی کمین دین میں خرچ کر دیا یا پیش ہو گیا اور کسی کے مال کی رواد و مولی و سکاں خرچ کر دیا تو ضمان لگا

۸۴۳) اگر قاضی نے ایچہ او پر اولاد کیلئے دیا اور اس کا پر ماں باپ ان ذوی ارحام کیلئے نفقہ کا حکم دیا اور ایک مدت

شرح مجمع البحرین: بیان ہے کہ اگر باپ کو اپنی نفقہ کے لئے کھانا یا دکان فروخت کرنا جائز نہیں ہوتا اتفاقاً اور پہلے جو عرض تھا وہ بیان ہی و دیگر (سوا پہلے کو باپ نے اولاد کے جائیداد کا فروخت کرنا جائز نہیں ہے گویا باپ کے جائیداد کو فروخت کر سکتا ہے اسلئے کہ باپ کو اپنی نفایح اولاد پر ولایت کاملہ حاصل ہوتی ہے۔

گزر گئی اور ان لوگوں نے نفقہ نہیں دیا تو اس گزشتہ مدت کا نفقہ اقامہ کیا اس واسطے کہ نفقہ اونکی حاجت کی دفعہ کر سکے لے مقرر ہوا جو ولہذا ان لوگوں کے اسودہ حال ہو جائیے یا لوگوں سے سوال کر کے گزرا کرے سے واجب نہیں بہت اور جو مدت گنہگاروں میں مدت کے حاجت دفعہ ہو گئی لہذا نفقہ ساقط ہوا یا لگا بخلاف زوجہ کے گزشتہ مدت کے گزر جائے نہیں ساقط ہوا اس واسطے کہ اس کا نفقہ خاوند کے گھر میں رہنے کی وجہ سے واجب ہوتا ہے ورنہ باوجود عورت کے اسودہ حال ہو نیکی خاوند پر اس کا نفقہ واجب ہوتا ہے۔

۸۴۴، وزیر زمین مذکور ہے اگر ایک عینے سے کم مدت گزری ہو تو اس مدت کا نفقہ ساقط ہوا اس واسطے کہ اگر تدریس ہی مدت میں نفقہ ساقط ہو یا جا کر ہے تو ان نفقہ والوں کو اپنا نفقہ تبدیل کرنے میں بہت دشواری ہے لہذا اس مدت کا جس میں نفقہ

۸۴۵، حاوی میں منکر ہوے صغیر والوں کا نفقہ قومی کے حکم پر ہے سے باب کے مذکور ہے یا جا کر ہے اور اس میں نہیں ہوتا

۸۴۶، اگر عورت کے پاس سے اس کا نفقہ لایا جائے اور اس کا حکم

ہو اس میں ہو یا کو تو عاقل کو اور ذہین یا لگا اس واسطے کہ عورت کے نفقہ دینے میں اس کی حاجت کا اہتمام کیا گیا اور اس عورت کیلئے

اسودہ حال ہو نیکی صورتیں ہی نفقہ واجب ہوتا ہے اور اگر قارب کے پاس سے ایک مدت خاص تک ہو تو نفقہ دیا جاتا اور اس مدت

کی تمام ہو یہ پہلے ضلع ہو گیا تو ان کو نفقہ دینا چاہیے اس واسطے کہ جسکی تلفہ ہو جائے یہ عورت محتاج ہو گئی لہذا اس کا نفقہ انکی غرض ہو

نیکی صورتیں ہی واجب ہیں بلکہ نفقہ میں حاجت کا اہتمام کرنا نہیں

۸۴۷، اگر کسی نے ان لوگوں کو جس کا نفقہ ایک غائب ہو واجب

الاسراحام بها ای بالنفقة وهو متعلق بانقضاء سقطت نفقتهم لانها وجبت كفاية لحاجتهم ولهذا لا يجب اذا استرا وانما دفع حاجتهم بالاكل من الناس وقد حصلت الكفاية بمضى المدة فسقطت النفقة بخلاف نفقة الزوجة حيث لا تسقط بعد انقضاء بمضى المدة لانها يجب لكونها محتبسة في منزل الزوج ولهذا يجب مع يسارها ۸۴۴، وفي الذخيرة نفقة ما دون الشهر لا تسقط لانه لو منقطت بالمدة اليسيرة لما امكنهم استيفاء نفقته والفاصل بالشهر۔

۸۴۵، وفي الحاوی نفقة الصغیر یصدر دینا بالقضاء دون غیره۔

۸۴۶، ولو ضاعت نفقة او كسوة

مقدمة للمرأة لا يجب نفقة اخرى لعدم اعتبار الحاجة في حقها وهذا يستحق المرأة النفقة مع الغنى ولو ضاعت نفقة الاقارب قبل مضي الوقت

تقرض لهم نفقة اخرى لتحقيق حاجتهم ولهذا لا يستحق النفقة مع الغنى كذا في التبيين۔

۸۴۷، ان ان يؤذن لهم في الاستدانة ولا تسقط لان اذن القاضی في الاستدانة

۸۴۵، حاوی میں منکر ہوے صغیر والوں کا نفقہ قومی کے حکم پر ہے سے باب کے مذکور ہے یا جا کر ہے اور اس میں نہیں ہوتا

کا ذن الغائب فیصیر دینا فی ذمة
۸۴۸، ونوجب بالکل ذی رحم محرم
مسلم فقیر مع صغیر او نوثه و زمانه
اداعی علی قدس المیراث و قال
الشافعی لا تجب نفقتهم۔

۸۴۹، قید بالحریم لان نفقة غیر
المحرم لا تجب اتفاقا وقید بالمسلم
لان نفقة مخالفت الدین منهم لا تجب
اتفاقا وقید بان یکون مع فقره
متصفا باحدى الاوصاف الباقية
اشارة الى انه انما يستحق النفقة
اذا کان عاجزا عن، الکسب لانه
لو کان قادرا علیه لا تجب نفقته
اتفاقا ولهن اقالوا اذا کان طالب
العلم غیر مهتد الى الکسب فنفقته
علی الاب وان کان صحیحا۔

۸۵۰، اعلم ان هذه الاوصاف
انما یعتبر فی غیر الاول الذین لان فی
نفقتهما یعتبر الفقر فی ظاهر الروایة
حتى لو کانا فقیرین قادرین علی
الکسب یجبر الابن علی اتفاقهما
ترجیحا لهما علی سائر المحارم کذا
فی الذخيرة۔

۸۵۱، له ان زوی الارحام لا یجوز
بینهم فلا یجب نفقة بعضهم علی بعض

ایک مرتبہ لکھا یہاں کیا تو یہ نفقہ مدت لگائے۔ فیصلہ طائفہ کثرت سے
۸۴۸، ہمارے نزدیک ہر زویہ و محرم کا پھر کسی مسلمہ کی و محتاج
ہو اور باوجود اس کے ان سے نفقہ نہیں کوئی وصفا و صین یا باوجود ان کو
مذہبہ و عورت ہو یا بدست پاس مجبور ہو یا بدینا ہو یا کائنات فقیر بلکہ
واجب ہو یا نہ ہو اور نام شافعی و حنفی میں کائنات فقیر واجب نہیں ہے۔
۸۴۹، محرم کی قید اور واسطہ لگائی ہر کثرت محرم کا نفقہ بالاتفاق
واجب نہیں ہے اور مسلمان کے قید اور واسطہ لگائی ہر اگر مسلمان
میں مخالفت ہو تو واجب نہیں ہر بالاتفاق اور یہ قید کہ باوجود
محتاج ہونے کے ان اوصاف میں کسی سے وجہ کے ساتھ موجود
ہو اور واسطہ لگائی ہو کہ معلوم ہو جائے کہ اس وقت میں نفقہ
واجب ہو گا کہ جب وہ کافی سے عاجز ہو اور واسطہ لگے کہ وہ
کما سکتا ہو تو بالاتفاق اور اس کا نفقہ واجب نہیں ہے ولہذا
نفقہ کا قول ہے کہ اگر ایک شخص غالی علم ہے اور
کما سکتے اور سکون فرست نہیں ہے تو اور اس کا
نفقہ باپ کے اوپر واجب ہے اگرچہ وہ
تشریست ہے۔

۸۵۰، جاننا چاہئے کہ ان اوصاف کا شمار والدین
میں نہیں ہے اور واسطہ کہ اولی نفقہ کے واجب ہوئے ہیں
ظاہر روایت کا موافق صرف محتاج ہو نہ اس اعتبار سے حتی کہ
اگر باپ بچہ محتاج ہیں مگر کیا سکتے ہیں تب بھی بیٹے
کو اولی نفقہ کے وسیع میں مجبور کیا جائیگا اور واسطہ
کہ تمام قارب پر باپ کو ترجیح ہے
کذا فی الذخيرة۔

۸۵۱، امام شافعی نے یہ دلیل ہو کہ زوی الارحام کے
اند رجحانیت کا خلاف نہیں پایا جائیگا بعض کا فقہ نہیں پر

کسی الا عمام ولنا قریة ابن مسعود
وعلى الوارث ذوی الرحم المحرم
مثل ذلك وقوله كروا ایتة وفي لفظ
الوارث سه اشارة الى ان النفقة على
مقدار الميراث كما لو كان لمصران
لاب وام واخ لام فتمسك
نفقته يكون على الاخ لام وباقيها
على الاخ لام ام واهلية الارث
فيها كالفية حتى لو كان له خال وابن عم
فنفقته على خاله لكونه فارس حم محرم
مع ان الميراث لابن العم ولو استويا
في المحرمية واهلية الارث يترجم
الوارث حقيقة حتى اذا كان له عم
وخال فالنفقة على العم۔

واجب ہوگا جسے چاہوں گی اولاد اور سہارمی وکیل حضرت
ابن مسعود کی قیادت ہو کر وہ یوں پڑھتے ہیں کہ انا وراثتی اہل
المحرم مثلاً ذی الی یعنی اور ذریعہ محرم ہارث کی سکنی مانند ہے
اور ان کی اولاد و عیس ہے جسے کوئی ریاست ہوتی اور ہارث کے
نفاذ میں اسباب طلاق شامہ یا پامانہ کر نفقہ میراث کے قدر ترجیح
ہوئے مثلاً ایک محتاج شخص کا ایک حقیقہ بھائی ہو اور ایک
خیالی تو شتم حصہ نقد کا خیالی ہو ہوگا اور باقی حقیقی
بھائی پر وہ جس کے ارث کی بابت کافی ہے حکم اگر ایک
شخص کے ایک بھائی و ایک بیچا کا بیٹا ہے تو اس کا نفقہ بھائی
ہوگا کیونکہ وہ ذریعہ محرم ہے باوجودیکہ وہ بیچا کیسے ہو گیا
اور اگر میراث و سالیات شتمین دونوں برابر ہیں تو دونوں
سے جو حقیقہ وارث ہے وہ اپنے نفقہ واجب ہوگا جسے کہ
اگر ایک شخص کا ایک امون اور ایک بیچا ہے تو
نفقہ بیچا کے اوپر ہے۔

۸۵۲) وینفق الاب على ابنه الزمن
وبنته بالغة الثلثين والام ای
ینفق الام الثلث لان میراثھما
على هذا المقدار وهذه سوا مایة
الخصان وفي ظاهر الرواية النفقة
كلها على الاب لان فی مؤنة سوا ضاع
ولد لا یشترک احد فکلنا فی النفقة
۸۵۳) وفي المحيط بحسب الاب في
نفقة ولده لان فی الامتناع من
انفاقه اتلاف النفس ولا یحسب
فی سائر دیون الولد لان فیہ ایذا و

۸۵۲) جو بیٹا ہو گا اگر اسے باپ ہی بالغ نہ ہو تو باپ کو
دوثلت اور ماں کو ایک ثلث نفقہ دینا چاہیے اس واسطے کہ
اس طرح کے ماں بچا والا دلا دلا کر ملتا ہے اور عضاف کی
مددیت ہے اور ظاہر روایت کی موافق سب نفقہ باپ کے
اوپر ہے اس واسطے کہ اگر والد کا عدو ہو تو تصوف باپ کبھی
اوپر ہوتا ہے اور عدو سرکوحی اور سکاشر کی نہیں ہوا نفقہ
بہی صرف او کیجیے اوپر ہوگا۔

۸۵۳) جمیل ابن مکرر ہے اولاد کے نفقہ میں باپ کو
قیمہ کر لیا جائیگا اس واسطے کہ اس کو نفقہ نہ دینے میں اولاد کا
ہلاک کرنا ہے ہر باقی اولاد کے اور دیون میں باپ کو
تسیر نہیں کر سکتے اس واسطے کہ اس میں باپ کو

کسب انفاقا منه نظر المولی وابقاء
لملكه والا ای ان لم یکن لهما کسب
تكونهما معلولين اجبر المولی علی
بیعهما وکذا الحاکم فی سائر الحيونات
عند ابی یوسف واما فی ظاهل الزایة
فلا یجبر مالکها علی انفاقها وکذا الی
بیعهما لان اجبار القاضی نوع قضاء
ولا ید له من مقضی له هو من اهل
الاستحقاق والدابة لیست من
اهل الاستحقاق هذا اذ لم یکن
الدابة مشترکة فان كانت فالقاضی
یجبر الشریک الممتنع عن انفاقها
علی بیع نصیبه رعاية لجانبا
الشریک الآخر لانه من اهل
الاستحقاق کذا فی المحیط۔

تو کمالی کرکدہ انخافقہ میں خرچ کرکری سہیل مولیٰ کی طرح ہی
سہل اسے چکر دہ مالک ہی مولیٰ کی اور مالک کے مالک پہنچا اور اگر
غلام در باندی ملانی نہیں کر سکتی ہیں اور کسی وجہ سے مفقود ہیں
مغلوبہ یا دست و پا سے بیکار ہیں تو مولیٰ کو ادنیٰ فروخت کر دینا
پہر مجبور کیا جائیگا امام ابو یوسف سے کہ نزدیک حیوانات کے اندر
ہی یہ حکم ہے کہ ظاہر پر رعایت کے موافق حیوانات کے اندر
مالک کو ادنیٰ کما نفرتا نے پر مجبور نہ کیا جائیگا اور مدد و نکی
فروخت کرنے پر اس واسطے کہ تراضی لا عبور رکنا ایک قسم کا حکم ہے
اور حکم کے حکوم کا ہونا فروزی ہی ہو و حکم مل اہل استحقاق میں سے
ہوتا ہے اور حیوانات اہل استحقاق نہیں ہیں مگر یہ جب حکم وہ
حیوان مشترک نہ ہوا اور اگر مشترک ہو تو اس شریک کو فروخت
نہیں دیتا ہے تاہم یاد رکھو کہ فروخت کرنے
پر مجبور کرنا دوسرے شریک کے حصہ کا لحاظ
کر کے کہ وہ اہل استحقاق سے ہے۔ کذا
فی المحیط۔

فصل فی الحضانة وه تربیة الولد

(۸۵۸) و تقدم الام علی الاب فی
الحضانة کما روی ان عمر رضی اللہ عنہ
من وجہ فتاویٰ عا الی ابی بکر رضی اللہ
عنه فقال سلیقها خیر له من غسل
عندک یا عمر۔

(۸۵۹) ان طلبت قید به لانها ولم
تطلب الحضانة لا تجبر علی الاحتمال

فصل حضانت یعنی اولاد کی پرورش کے بیان میں

(۸۵۸) حضانت کی باندہ ان کو باب کے اوپر تقدم چاہی
میل یہ روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انخی زوجہ کو طلاق دیدی
اور سعد بن عوف رضی اللہ عنہ کو بچہ پاس و مقدمہ دیکر پہنچے تو
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا ای عمر آپ کے
پاس کے بچہ پر غسل کرنا اور ان کو بچہ پاس دینا چاہیے۔

(۸۵۹) ماں کو تقدم جب چکر دہ اس کے پرورش کرنا چاہیے
اور اگر وہ نہیں چاہی ہو تو اس تقدم کا لحاظ کر کے کہ کو پرورش

عجزها عنها۔

کرنے پر مجبور نہ کیا جائیگا بسو حکمت اور حکم کی اس کا علیحدگی پر اثر نہ کرے۔
(۸۶۰)، نہایہ میں مذکور ہے کہ اس وقت ہی کہ اس نے اپنے
کیلئے مان کے علاوہ کوئی ذات نہ محرم ہو جو نہ مان کو
پرورش کرے نہ پرچھو کر کیا جائیگا اس واسطے کہ غیر عورت کو
اس پر شفقت نہ ملے اور بچا تلف ہو جائیگا۔

(۸۶۰)، وفي النهاية هذا اذا كانت للولد
ذات سرحم محرم سوى الام وان لم
يكن تجبر الام لان الاجنبية لا شفقة
لها في فوت الولد۔

(۸۶۱)، مان کے بعد حق قرابت نافی کو ہو اور پرورداری کو
اور وادی کو نالیاں پہنچانے کی ایک مقدمہ عام نام نہر
فرمانے میں خالہ کو وادی پر مقدمہ ہے اس واسطے کہ وہ غیر
میں وار ہے کہ خالہ مان ہونے پر اور نہ مان ہونے پر وادی کو
اور نہ مقدمہ ہونے کی یہ ہر دو ہی چیزیں نافی اصل ہیں اس واسطے کہ
وہ بچہ کسی وادی سے واسطہ یا بچہ پیدا ہوا ہے اور خالہ کو پر
اس کو مقدمہ ہو گا اور حدیث سے خالہ کی شفقت ملو گی و اسکا
مقدمہ ہونا اور نہیں ہے۔

(۸۶۱)، ثم امها ای ام الام ثم هم الاب
وقد مناهای ام الاب علی
الخالة وقال من فر الخالة مقام
علی ام الاب لقوله هم الخالة
ام ولنا انهم اصل الولد لتولده
منها بواسطة انهما فتكون اولی من
اخذت الام وما رواه یحییٰ علی شفتها
لا علی تقدمها۔

(۸۶۲)، وادی کے بعد حقیقی بہن کو حضانت کا حق ہے جو بہن
کہ ملے اور بہنوں کے نسبت شفقت زیادہ ہو گی اور پر
اختیار اور پر علاقہ سے ملے اور پر خالہ میں اور ان کے بعد چچا
اس لحاظ سے کہ یہاں بہن کی قرابت کو باپ کے قرابت پر
تقدم ہو اور خالہ اور بہن میں بھی قرابت سے کہ حقیقی خالہ
اور حقیقی بہن کو اور نہ جو صرف مان کے
رشتہ سے خالہ یا بہن کو بہن مقدم ہے اور
اونکو اور نہ بہن اور خالہ پر جو صرف باپ
کے رشتہ سے بہن۔

(۸۶۲)، ثم الاخت لا بون ای اب
وام لان ذات القرابتین یكون
اشفق ثم للام ای الاخت لا ثم
للاب ای الاخت ثم الخالات ثم
العصات تقدیماً لقرابة الام علی
قرابة الاب ویفر لن کذلک ای
یتربین کالاحداث فتقدم الخالات
لاب وام علی الخالة لام ثم هی علی
الخالة لاب وکذلک فی العصات

(۸۶۳)، اگرچہ کہ ان طریق کے بعد بھی شخص سے علی کرے
تو اس بچہ کا حق حضانت اس کی مان کو نہیں رہتا اس لئے کہانی
مان کے دوسرے خاندان سے بچہ کو تکلیف ہو چکے کا اندیشہ ہے۔

(۸۶۳)، ویسقط حق الحضانة اذا تزوجت
باجنبی لان الصبی یتضرر بالجفاء
من زواجها۔

۸۶۴، اجنبی قید بالاجنبی لانہا لوتزوجت
الا حرم منہ لا تسقط لان لقریبہ
رہیگا اسواسطے کہ قریب کو اور پشرفت ہوگی۔

۸۶۵، اگر وہ اجنبی طلاق دیکر لگا تو اس پر کوئی چیز حضانہ نہیں ہے۔

۸۶۶، جب لڑکا دوسرے لڑکی کا نکاح نہ ہو اور نہ نہ بیٹے

لگے اور غرض بیضا ب پانچا نہ اور استنہا کرنے لگے تو باپ ہوگا لڑکی

ہو یا بی بی ہو یا غرضی اسکو بچہ کر لگا لے گا وہ اس بچہ کو لے لے

اور بیٹے پاس رکھی اسواسطے کہ وہی خوب طبع سے اور سکی

تاریب اور تعلیم کر سکے گا۔ بعض کہ اس حد تک لگانا نہ

کرا لڑکا و سمن دروسے کا محتاج نہ رہے

سات سال سے کیا ہے اور باسی پر فتویٰ ہے اور

بعض نو سال کہتے ہیں۔

۸۶۷، اگر لڑکی ہے تو اسوقت تک ان کے باطنی کچے پاس

اسکو رہنا ضروری ہے جو کہ بیکار و مکو حیض نے لگے اسواسطے کہ

اسکو عورتوں کے آداب اور دستور خوب کما سکے گی اور

اگر ان یا فانی کے بعد وہ کسی اور کے پاس بھی تو رہے وہ بیضا

ہو اور نہ مل سکے جو پیش ہوئی اور وقت تک رہنا چاہیے۔ اور

مسلمان کا بچہ میر عورت کے پاس نہ رہے نہ لگنا چاہیے لڑکی

بعد کہنے میں رہے۔ بیکار کہہ کر کہیں نہ کہیں لگے اور وہی چاہی نہ

علوم ہوئے تین جیب اسباب کا غرض ہو تو فوراً اس غرض

سے لے لینا چاہیے جیسے دھکے لگے بہلائی ہے۔

۸۶۸، باندی یا ام ولد کو حق حضانہ نہیں ہے تا جب تک

کہ وہ آزاد نہ ہو جائے اسواسطے کہ حضانہ اسطرح کی

وہایت ہے اور وہ دلائے علی علیہا نہیں ہیں اگر بچہ کی پرورش

کیلئے اسکی رشتہ کے کوئی حدت نہیں ہے اور مرد و سنے

۸۶۹، و یعود حق الحضانة بالطلاق
واذا استغنی العلام ای لصبی
عن الخدمة ای خدمة من لها
الحضانة بان یا کل ونشرب یتنبی
وحدادہ قیل بسبب یعنی استغناء مقدم
بسبب سنین وعلیہ الفتویٰ او تسع
ای تسع سنین اجبر الاب او الوعد
او الولی علی اخذہ لانہ اقتدر
علی تأدیبه و تعلیمہ۔

۸۷۰، و تحکث الجارية عند الام

والجدة حتی تحيض لان الام افندہ

علی تادیبھا بأداب النساء و عنہ

غیرہما ای غیر الام والجدہ حتی

تشتہی والولد ای یمکت ولد

المسلم عند الذمۃ حتی یخاف

ان یا لفت الکفر ای اذا خیف علیہ

ان یعقل الادیان و یا لفت الکفر

فالاحذ منها ولی نظرا لہ۔

۸۷۱، ولا حق للامۃ وام الولد فیہ

ای فی حق الحضانة قبل العتق لان

الحضانة من الولاية ولا یستأهل

لھا و اذا لم یکن لہ ای للصبی من اہلہ

ابو یسین ہجوک لیا تو جو اون سے قریب کا عصر ہوگا اور سیکو تہم ہوگا۔
پس تحقیق بہائی کو کھاتے بہائی پر تقدم ہوگا اور اس طرح
تحقیق بہائی کے پیش کو کھاتے بہائی کے پیش پر اور
علیٰ بن القیاس —

۸۶۹، کافی میں مذکور ہے اگر لڑکی جو تو اسکو مولیٰ عتاقہ
کے پاس نہ رکھا جائیگا اور نہ عصبہ پر تم کے پاس لگایا جائیگا
اور اگر وہ محرم ہے مگر تافہ کو بسبیلہ دے سکے فاسق ہو سکتا
اور پھر نشان نہیں ہے تو اسکو چاہے کہ ایک عورت کے پاس
جو اہلینان کے قابل ہو اسکو رکھی اور اگر کوئی عصبہ نہیں جو
تو دنیا فی بہائی کے پاس اور اسکو بعد اسکی اولاد کے پاس
اور پھر چاہے کہ اس کو بہاؤن کے پاس جو تحقیق ہو اور پھر
جو صحت باب کے تحت سے ہو اور پھر جو ان کے رشتہ میں ہو
کہ ان لوگوں کو امام صاحب کی نزدیک ولایت نکاح ہوتی جو۔

۸۷۰، جبکہ پھر شہرستان ہو جائے تو پیشہ بپا کھانہ
اور تنباغی وغیرہ کرنے لگے باپ و سکو سفر میں جو زمانہ سے
طیحدہ کر کے نہیں لیا سکتا اس واسطے کہ اس میں مان بکھری حضانت
تلف ہوتا ہے اور زمانہ اس بچے کو شہر سے باہر لیا سکتی ہے
تاکہ باپ کو تکلیف نہ ہو اگر کوئی شقاق ہے کہ اپنی وطن کو جاننا
نہ اس سے نکاح کیا جائے اس بچے کو لیا سکتی ہے۔

۸۷۱، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب دو باتیں باہمی ہو جائیں
مان اس بچے کو باہر لیا سکتی ہے ایک تو یہ کہ بچہ وطن کو لیا جائے
اور دوسرے وہ وطن ہی ایسا ہو کہ قانون نے اس میں اس
عورت سے نکاح کیا ہو مثلاً ایک شخص نے شام میں ایک عورت سے
نکاح کیا اور اسکو کو نہ میں نے ساتھ لایا اور یہاں اسکی
اولاد پیدا ہوئی اور پھر وہ دوسری میں فرقت ہو گئی اور

امراة فاخصم فيه الرجال قدم
اقر بهم تعصبا فيقدم الاخر لابل ام
على الاخر لابل ويقدم ابنه على ابن الاخر
لاب وعلى هذا۔

۸۶۹، وفي کافی لا يوضع الاثني
عند مولی العتاقة ولا عند عصبه
غير محرم ولو لم يكن العصبه المحرم
امينا لنفسه يضعها الحاكم عند
امراة امينة وان لم يكن له عصبه
يدفع الى الاخر لام ثم الى ولده
ثم الى العم ثم الى الخال لابل وام
ثم لابل ثم لام لان لهؤلاء ولاية
عند الجحيفة في النكاح۔

۸۷۰، ولا يخرج الاب بولده قبل
الاستقلاء استغناء اولده من الحضانه لئلا
يبطل حق الام في حضانه ولا الام
اي لا يخرج الام من المصوب لولده
لئلا يتصور الاب الا الى وطنها
الذي تزوجها فيه۔

۸۷۱، المفهوم منه ان اخراجها
بولده انما يجوز بامرين جميعا
كون المقصد وطنها وكون تزوجها
فيه كما اذا تزوج امرأه بالثام
فقدم بها الى الكوفة فولد لها منه
اولاد او وقع الفراق بينهما

اوسکی عدت گذر گئی تو وہ عورت بدوین خاندن کی رضامندی
کے اوسل ولاد کو اپنی وطن یعنی شام میں لجا سکتی ہو جسے کاکر
اوسکا وطن شام ہو مگر اوس سے وہاں نکاح نہیں کیا ہے
یا نکاح شام میں کیا ہے مگر شام اوسکا وطن نہیں ہے تو
وہ نوٹن تقریر پر ولاد کو وہاں نہیں لجا سکتی ہے مگر
جس صورت میں ایک عورت کا وطن دار الحرب
میں ہے اور شادند نے مسلمان یا عجمی ہو جائے
بعد از الحرب میں اوس سے نکاح کیا ہے تو وہ عورت
اوسکی اولاد کو دار الحرب میں نہیں لجا سکتی ہے
تا اگر کہہ کے باتوں سے اوس اولاد کو انیس
پیدا ہو چکا ہے اور اگر وہ نوٹن جس میں ہیں
تو لجا سکتی ہے۔

وانقضت عدتها فلها ان تخرج
بولدها الى الشام من غير رضاء
الاب حتى لو كان وطنها بالشام
ولم يكن تزوجها فيه او كان تزوجها
فيه ولم يكن من اهل الشام ليس
لها ان تخرج الى الشام الا داسا
الحرب اي ان كان وطنها في داسا
الحرب وقد تزوجها فيها وهي حرة
بعد ان كان مسلما او ذميا
لا تخرج الام بالولد اليه لثلا
يالف الولد الكفر ولو كانا حريين
فلها ذلك

خاتمة المطالب

مس - ک ط

۲۹۷۵ ۱۴۶۱

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صوت میں ایک آنہ نیو یہ دیرا نہ لیا جائے گا۔
